فہرست مضامین

دیباچہ

بیان ولادت و اختلاف روایات

ولادت

سکندر کا بچپن اور تعلیم

سکندر (323-356 قبل از مسیح)

ایک نظر میں

پہلا حکم

سکندر کی زندگی کی کہانی

ابتدائی عمر

سیاہ گھوڑے کو نکیل

ارسطو بحیثیت استاد

مستقبل کا بادشاہ

بڑھاپے میں جوانی

باپ بیٹا آمنے سامنے

فلپ کا وقت پورا ہو گیا

سکندر کی بادشاہت

WWW.IqbalCyberLibrary
All rights reserved
©2002-2006

سکندر کی مخالفت

نہ مرنے والا دیوتا

ایشیا کی طرف روانگی

افتاد

سکندر کا شاندار طرز عمل

کارمانیا کی طرف مارچ

گورنروں کی سرزنش

سکندر کے اہم احکام

عہد سکندر میں عربوں کی حالت

نیرکس کا سفر

ٹاکس کا تاریخی جزیرہ

فیثا غورث اور موت کی پیشین گوئی

ایرانی ایمپائر

ٹرائے کی سیر

دارا کا انتظام سلطنت

دارا کا خط

ٹائر کی طرف پیش قدمی

سکندر کا تاریخی خطاب اور سیاسی روڈ میپ

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

سکندر کا خواب

ٹائر کا پہاڑ

ٹائر کا محاصرہ

ٹائر کی سمندری ناکہ بندی

جنگی چال

قتل عام

دارا کی دلچسپ پیش کش

غزہ کا محاصرہ اور پیشین گوئی کا پورا ہونا

ایران کی مہم کے لیے جنگی تیاری

اسوس: سکندر کا خطاب

فوج کی صف بندی

سکندر اپنی فوجوں کی ترتیب بدلتا ہے

ایسوس کی جنگ

دارا کی شکست اور فرار

پہلی پناہ

معرکے کے بعد

سکندر کا دارا کے خاندان سے سلوک

سکندر کو دعا

WWW.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-

ہندوستان آ گیا

خوش نصیبی

تاریخی مکالمہ

سوس میں قیام

بے چینی

مشرق سے واپسی

تاریخی خطاب

واپسی

سفر جاری ہے

مہمات

اہم موڑ

خطرناک کہانی دم توڑ گئی

گندھارا تہذیب کا جنم

خوشبو کا سفر

اطلاعات کی فراوانی

کیلی ناس

سمندر سے جان پہچان

حکمت عملی

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

ایکبتانہ ہمدان کی جادوئی سرزمین
ارضیاتی کرشمے
بیچارا یونانی
دولت مشترکہ کا نظریہ
مذاق
سنہری خاکہ
چاند کے سکے
بے پناہ خزانہ
فیاضی یا عیاشی
عیاشیاں
رسم کورنش
درندہ کون
سکندر نقل و حمل اور مواصلاتی نظام
ایرانی خواتین سے حسن سلوک
لوچس اور طوائف
فلوٹس کون تھا
مرد آہن
سورج نکلنے کی حد

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

زورہ کارنا

سد (دیوار) سکندری

ذکر تاریخ

ارسطو کا شاگرد کلیسٹیز

تاریخی دستاویزات

تاریخی تضادات

کلیسٹیز اور سکندر

شاگرد ارسطو

بھٹکے خیالات کی رہ گزر

دوسرا اور تیسرا اسکندریہ شہر

حیران کن واقعہ

ناکوں چنے چبانا

سپٹاما

سکندر کی حاضر دماغی اور سختی

ایرسٹانڈر اور پیشین گوئی

بدلہ

سپٹامہ کا شکاری

نفسیاتی جنگ

WWW.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002

دختر نور سے ملاقات

صف نازک سے واسطہ، روشنک کون تھی؟

کریٹس

موقع پرستی یا نبض شناسی

کلائٹس کا واقعہ

انتقام

دولت کی ذخیرہ اندوزی

مصر کا انتظام

کوروش کا مقبرہ

یونان پر گہری نظر

نظام حکومت ساتھ ساتھ

سوس

بدشگونی

ملاح کا سر اور شاہی ہیٹ

منحوس سایہ

سکندر بیمار پڑ گیا

خودکشی کی کوشش

اور چراغ بجھ گیا

www.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-200

سکندر کے اوصاف، کارنامے اور تاریخی اہمیت

سکندر بحیثیت مدبر

سکندر بحیثیت سپہ سالار

سکندر بحیثیت منتظم

سکندر بحیثیت مہم جو

سکندر سے وابستہ افسانے

سکندر کی غلطیوں کے لیے معذرت

سکندر نے دنیا کو کیا فیض پہنچایا

سبق

WWW.IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

دیباچہ

تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میرا یہ مشاہدہ ہے کہ تاریخ کوئی جامد شئے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک بہتی دھارا ہے۔ ”تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے“، اس تناظر میں عہد حاضر میں ماضی کی نامور شخصیتوں کی تلاش اہل دانش کا شیوہ ہے۔ ایسے جنگجو اور جانبازوں کی زندگیوں کے اوراق سے پردہ کشائی کرنا، جنہوں نے تاریخ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، جدید زمانے کو آئینہ دکھانے کے مصداق ہے۔

یہ محنت تاریخ سے محبت کے تقاضے کے تحت کی گئی ہے، تاریخ کسی ایک انسان کی میراث نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا مشترکہ سرمایہ ہے، تاریخ ذات پات رنگ، نسل، عقائد، خیالات سے ہٹ کر نیکی اور بدی کے مابین ایک رشتہ خود بناتی ہے۔

یہ میرے لیے بلاشبہ خوشی کی بات تھی کہ میں سکندر جیسے عظیم جرنیل کی زندگی کے تار پود سمیٹ کر اور پھر ان کو منضبط انداز میں پیش کر کے آنے والی نسلوں کے استفادے کے لیے وقف کر دوں۔ تاریخ نویسی میں سب سے بڑا اندازہ تاریخ کے صحیح صحیح ماخذ کی کھوج لگانا ہے کیونکہ ہر مورخ کا اپنا ہی ایک سکندر نظر آتا ہے کمی بیشی واللہ علم بالصواب! تاریخی واقعات کے مدوجزر میں واقعاتی صداقت کو یقینی بنانے کے لیے مولانا رام کش، لین فاکس، ٹارن،

ہیروڈلیم کے کاموں کے سمندر میں غوطہ زنی کی گئی ہے۔

میری رائے میں، کسی دوسری زبان کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنا اس غیر ملکی زبان کو اپنی شہریت (Nationality) دینا ہوتی ہے، اس سے دونوں زبانوں کی ثقافتی ہم آہنگی (Cultural interaction) بڑھتی ہے اور عقل ، دانش کے نئے سرچشمے پھوٹتے ہیں اس جذبے کی ترویج کرتے ہوئے، ادب کے کئی انمول فن پارے جنم لے چکے ہیں۔

لفظوں کے ابہام سے بچنے کے لیے، کئی تاریخی تلمیحات کے نام انگریزی زبان میں بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہ رہے۔

ترجمے کی زبان سلیس اور عام فہم اختیار کی گئی ہے تاکہ موٹے اور ضخیم الفاظ قارئین کے لیے باعث بوریت نہ ہوں اور تاریخی واقعات میں دلچسپی برقرار رہے اس بات کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ مصنف جس اسلوب، بیان میں تاریخی واقعات کو بیان کرنا چاہ رہا ہے اسی اسلوب بیان کو اردو کا جامہ پہنا کر بیان کیا جائے۔ لیکن کئی موقعوں پر انگریزی زبان کی لفاظی کو اردو زبان کی چاشنی میں واقعات کی صحت کے ساتھ ڈھالنے کی سعی کی گئی ہے۔

عہد سکندری تاریخی واقعات اور بیش قیمت آرٹ کے فن پاروں کے حوالے سے انسانی تاریخ پر انمٹ نقوش کا حامل ہے۔

یہ کتاب اسی طرح کی ایک منضبط کوشش ہے جس میں سکندر کی زندگی کے نشیب و فراز کو اس انداز میں سمویا گیا ہے کہ ہر رنگ اپنی اصلی حالت میں نظر

آئے، آج کے دور کی بلا روک ٹوک تجارت (Globalization) کے مشترکہ کلچر کو دیکھیں تو یہی خواب سکندر کے صدیوں پہلے دنیا کو ایک ریاست کے روپ میں دیکھ کر پورا کرنے کی ٹھانی جس کی زبان یونانی ہو اور وہ اقوام یورپ، افریقہ اور ایشیا کا امتزاج ہو اس کا عالمگیریت کا خواب، اس کی کم عمری، خداداد اور صلاحیتیں اور انسانی کمزوریاں نسل انسانی کو مطالعے کی دعوت دیتے ہیں۔ ۳۲ برس کی عمر میں جب موت نے اس کو آن گھیرا تو اس کے بعد کوئی ایسا نہ تھا جو مشرق اور مغرب کو یکجا رکھ سکتا تھا۔ سکندر دنیا کا پہلا حکمران تھا جو یورپ سے نمودار ہوا۔ اس کی کامیابی ایک لمحے کے لیے حیران کن تھی اس نے یہ سب کیسے اور کن حالات میں کیا، قاری کے لیے چونکا دینے والا ہو گا۔

بیان ولادت اور اختلاف روایات

دنیا کا عظیم الشان بادشاہ اور شہرہ آفاق بہادر سکندر اعظم جس کے نام اور کام سے مکمل جہان واقف ہے، اپنی ولادت کے ضمن میں کچھ اس قدر متنازعہ روایات لیے ہوئے ہے کہ ان میں سے کسی کی بات کے ساتھ رائے قائم کرنا سخت مشکل ہو گیا ہے۔ ہر عہد کے لوگوں نے بہادر سکندر کی بابت اپنے مزاج اور خیال کے موجب کہانیاں گھڑی ہیں جن میں سے زیادہ تر روایات من گھڑت ہیں۔ قدم الایام سے لوگوں میں یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ نمایاں شخصیات سے اپنا موروثی تعلق جوڑ بیٹھے ہیں اور زبردستی کی رشتہ داری نکال لیتے ہیں پھر رفتہ رفتہ کوتاہ نظر اور خود غرض مورخ ان مصنوعی حکایات کی بنا پر ان کے دعویٰ کو اور تقویت فراہم کر دیتے ہیں۔

سکندر تو ایک ایسا فرمانروا ہو گزرا ہے جس پر اہل یورپ یا اہل فارس تو کیا اگر تمام دنیا بھی قرابت جتائے اور ناز کرے تو کچھ بے جا نہ ہوگا ہماری مسلم تہذیب کی روشنی چند سپائے اہل یورپ نے ترکی کے جرنیل عمر پاشا کو روسیوں کے مقابلے میں اس کی بہادری اور جوانمردی پر، اپنی قوم میں سے قرار دے ڈالا تھا، اسی تناظر میں اہل روم کا بیان جس کو مولانا نظامی گنجوی صحیحہ ارقم میں فرماتے ہیں کہ ”شاہ روم فیلقوس بہادر عقل مند اور نیکو رائے تھا مگر اس کے ذکور واناث سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی، لوگ سکندر اعظم کو اس کا بیٹا بنانے

میں غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں جوان کی ناواقفی کا سبب ہے، اصل بات یہ ہے کہ فیلقوس ایک مرتبہ شکار کھیلنے گیا تھا راہ میں اتفاقاً اس کا گذر ایک کنج زار میں سے ہوا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک درخت کے نیچے ایک عورت مردہ پڑی ہے اور اس کے پہلو میں ایک خوبصورت بچہ اپنا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ فیلقوس کو اس طرح اور بچے کے پڑے ہونے پر سخت رحم آیا۔ اس نے بچے کو اٹھا کر خود اپنی گود میں لے لیا اور عورت کو جو عرصے کی مری ہوئی ہوئی، دفن کروا دیا۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ فیلقوس کو اس ہونہار اور خوبصورت بچے سے قلبی محبت ہوگئی، اس نے اس وقت عزم شکار بھی ملتوی کر دیا اور واپس دارالسلطنت مقدونیہ چلا آیا، چونکہ وہ بے اولاد تھا اور اولاد کی اس کو تمنا بھی تھی، پس اس کا نام سکندر رکھا، یہی بچہ بعد میں بڑا ہو کر سکندر اعظم بنا جو جنگل میں اپنی مردہ ماں کے پاس کسمپری کے حال میں پڑا ہوا ملا تھا اور پھر ایک عظیم شہنشاہ بن کر دنیا میں اپنا نام نامی چھوڑ گیا۔

یہ بیان تو اہل روم کا تھا مگر اکثر مورخ اس سے اتفاق نہیں کرتے وہ سکندر کو نسل داراب سے ثابت کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ دنیا میں بہادری سوائے نسل کے کسی اور خاندان میں ہونا ممکن ہی نہیں بقول مولانا نظامی علیہ الرحمۃ اور مولانا فردوسی طوسی علیہ الرحمۃ کے شاہنامہ سے بھی ثابت ہے کہ رومیوں کا بیان کہ فیلقوس شاہ روم بالکل بے اولاد تھا اور ذکور واناث سے اس کے کوئی اولاد نہ تھی، محض غلط ہے بلکہ فیلقوس کے ایک بیٹی تھی جس کا نام تیر

بچہر تھا وہ اپنے حسن و جمال کے لیے تمام دنیا میں مشہور تھی، جب 357 سن قبل مسیح داراب کے بیٹے ہمن ولد اسفندیار شہنشاہ ایران نے **ملک** روم پر فوج کشی کی اور شاہ فیلقوس کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو صلح کے وقت شہنشاہ داراب نے فیلقوس سے اس کی دختر چتر بچہرہ کی درخواست کی جس کے حسن کا شہرہ سن کر وہ نادیدہ عاشق ہو چکا تھا۔ فیلقوس نے اپنی بیٹی کی شادی داراب سے کر دی اور وہ اسے لے کر اپنے دارالسلطنت میں چلا گیا اور ازدواجی زندگی کے تقاضوں میں مصروف ہو گیا مگر سوئے اتفاق سے چتر بچہرہ حسن و جمال کا پیکر تھی مگر گندہ دہن (منہ کی بو) کا شکار تھی جبکہ داراب کو اس کے منہ کی بو سے نفرت ہوتی تھی، چنانچہ وہ اس امر کی اکثر اس سے شکایت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ اسی وجہ سے دونوں میاں بیوی میں نزاع ہو گیا اور وہ جھگڑا اس حد تک بڑھا کہ انقطاع تعلقات پر منتج ہوا۔ شہنشاہ داراب نے ناراض ہو کر چتر بچہرہ کو اس کے باپ فیلقوس کے پاس روم بھیج دیا مگر وہ حاملہ تھی، روم پہنچ کر معیار حمل کے بعد، لڑکے کی ولادت ہوئی جس کا نام فیلقوس نے سکندر رکھا۔ چونکہ فیلقوس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لیے اس کو متبنیٰ بنا کر اپنا بیٹا مشہور کر دیا۔

یہ بیان مورخین پارس اور مولنا فردوسی کا ہے مگر مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں بیان دل کو نہیں لگتے۔ اب ذرا اہل یورپ کے خیالات بھی جان لیں جن کے بقول رومی اور فارس دونوں غلط کہتے ہیں، اصل واقعہ صرف ہمیں ہی معلوم ہے، دراصل سکندر اعظم فیلقوس کا ہی بیٹا تھا، فیلقوس کی شادی پیروس

(موجودہ پیرس) کے بادشاہ کی لڑکی اولمپیاس سے ہوئی تھی اور اولمپیاس کے بطن سے دنیا کا مشہور فاتح سکندر اعظم پیدا ہوا جب سکندر اور فیلقوس میں شکر رنجی ہوگئی تھی تو وہ معہ اپنی ماں اولمپیاس سے اپنے ننھیال پیرس ہی واپس گیا تھا۔ وہیں اس کے ماموں نے جو اس زمانے میں پیرس کا بادشاہ تھا، اپنی بیٹی سے اس کو منسوب کر دیا۔ مگر اہل دانش اس کو صرف رشتہ داری اور قربت جتلانے کا ایک ذریعہ قرار دیتے ہیں وہ اس بات کے انکاری نہیں کہ سکندر فیلقوس کا بیٹا تھا مگر اس سے کہ اس کی ماں پیرس کی شہزادی تھی، کسی مورخ کو بھی اتفاق نہیں۔

مورخان قدیم متفق علیہ ہو کر لکھتے ہیں کہ سکندر کا باپ **فیلقوس** اور ماں ایک گرجن حسینہ حمینہ کنیز ہے، انہی بلند مرتبت لوگوں کے ملاپ سے وہ اختر برج اقبال طلوع ہوا جس نے اپنی برق روانی سے تمام دنیا کی نظریں خیرہ کر دیں۔

ولادت اور پیشین گوئی

اس کا یوم ولادت ایک عظیم واقعہ کے رونما ہونے کی وجہ سے یادگار حیثیت کا حامل ہوگیا تھا کیونکہ اس روز ڈائنا کا مشہور مندر اور معبد گاہ جو اپنی قدامت کی کہانی زبان حال سے نئی پیدا ہونے والی نسلوں کو سنا سنا کر ان کے دلوں میں مذاہب باطلہ کا جوش پیدا کر رہا تھا، آگ سے **جل** کر سیاہ ہوگیا اور مقدونیہ کے مشہور فتنہ پرور ڈاکو موبنیا فار نے جس کے ظلم، بربریت سے رعایا **ملک**

لرزاں، ترساں تھی، اس شب کو اپنے گھوڑے سے گر کر جان دے دی۔ آتش پرست مورخ لکھتا ہے کہ فیلقوس نے سکندر کی ولادت پر بہت خوشی کی اور جشن حمیدی کی بنیاد ڈالی جس کا انجام چھ ماہ کی مدت میں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر کی ولادت کی رات فیلقوس کے ایک گھوڑے نے اولمپیائی کھیلوں میں دوڑ جیتی۔

مولانا نظامی جنہوں نے نہایت تحقیق کے ساتھ فارسی نظم میں سکندر کی سوانح عمری لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ فیلقوس علم نجوم کا بڑا معتقد تھا، اسی طرح سکندر کو بھی فال وغیرہ کے ساتھ خصوصیت سے اعتقاد تھا۔ فیلقوس کے مذہب کے بارے میں مورخین متفق نہیں ہیں آتش پرست اسے آتش پرست قرار دیتے ہیں جبکہ کئی سکندر کو قدیم یونانیوں کے مذاہب کواکب پرتی کا پیروکار بتاتے ہیں خیر اس کا مذہب کچھ بھی ہو، فیلقوس نے سکندر کی ولادت پر وقت کے نامی گرامی نجومیوں سے سکندر کا زائچہ بنوایا، نجومیوں نے زائچہ کشی کے بعد متفق اللفظ پیشین گوئی کی کہ یہ بچہ تمام دنیا پر اپنی حکمرانی کرے گا۔’’ اس کے بعد سکندر کی سوانح عمری کے مطالعہ سے ناظرین قیاس لگا سکتے ہیں کہ نجومیوں کی یہ پیشین گوئی کہاں تک درست ثابت ہوئی۔

سکندر کا بچپن اور تعلیم

سکندر خورد سالی سے ہی ہوشیار اور ہونہار معلوم ہوتا تھا اس کی پہلی تربیت اور تعلیم ماں کی گود میں ہوئی، جس کو تمام مورخ بالاتفاق نہایت عقل مند،

ہوشیار، مضبوط اور مستقل مزاج بتاتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ سکندر کو بہت سے اوصاف حمیدہ اپنی ماں سے وراثتاً ملے تھے جب وہ کھیلنے کے قابل ہوا تو عموماً اس کے کھیل بہادرانہ ہوتے تھے، اور پڑھنے میں بھی وہ ہومر Homer کی اس کتاب کو زیادہ پسند کرتا تھا جو اس نے سن 500 قبل مسیح میں ٹرائے شہر کے محاصرے کے بارے میں تادم تحریر کی تھی، اگر وہ اپنی ماں سے قصہ سنتا تھا تو وہ بھی وہی جس میں جنگ، جدل اور بہادری کے تذکرے ہوں۔ اس کی دایہ جس کا نام لینسیکا تھا، نہایت ہوشیار اور علم تاریخ سے واقف عورت تھی، وہ سکندر کو ہر روز شب کے وقت اس قسم کی کہانیاں سنایا کرتی تھی جس میں اس زمانے کے مشہور فاتحین اور شاہ ایران کے تذکرے ہوتے تھے۔ سکندر اول تو قدرتاً قوی الجسم تھا، دوسرے اس کی دایہ نے اس کی پرواز اس سے طرح اٹھائی تھی کہ وہ خواہ مخواہ جفاکش اور محنت تکلیف، مصائب کا عادی بنتا چلا گیا تھا کیونکہ اس بچے کو جو اپنی زندگی میں ایک لشکر جرار کا سپہ سالار بن کر دنیا میں فاتح اعظم کے نام سے مشہور ہونے والا ہو، ان باتوں کا عادی ہونا ضروری تھا، سکندر کے جسمانی اعضاء روز افزوں بڑھتے جا رہے تھے جس سے فیلقس کو بے حد مسرت اور شادمانی حاصل ہوئی۔

(فلپ کے لیے سکندر اور اولمپیاس کی محبت اور نفرت یکساں تھی)

سکندر اعظم ایک نظر میں

(356 -323 قبل از مسیح)

حاکم مقدونیہ 323-336 قبل از مسیح سکندر کا کردار نسل انسانی کے حیران کن کرداروں میں سے ایک ہے دس سال کے قلیل عرصے میں، اس نے اپنی چھوٹی سی ریاست کو ایک ایمپائر میں تبدیل کر دیا جس کی حدیں یونان اور ہندوستان کے درمیان پھیلی ہوئی تھی۔

سکندر مقدونیہ کے حاکم فلپ دوئم کا بیٹا تھا، مقدونیہ شمالی یونان کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی، فلپ جارح طبع کا حکمران تھا جو اپنے اردگرد کے ہمسایوں کے ساتھ برسر پیکار رہتا تھا، اس کے نتیجے میں اس نے تمام یونان فتح کرلیا، اگرچہ اس کی عمر کا بیشتر حصہ جنگ، جدل میں گزرا لیکن اس نے کبھی اپنے خاندان کو نظر انداز نہ کیا جوان سکندر کو تو فلپ نے خصوصی طور پر نوازا، اسے ارسطو جیسا عظیم استاد میسر آیا سن 336 قبل مسیح، جب سکندر کی عمر بیس سال ہو چکی تھی، وہ بادشاہ بن گیا۔ اس وقت تک وہ اپنے باپ کے ساتھ کئی جنگوں میں بھرپور حصہ لے کر وسیع تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ اس نے مختلف دستوں کی کمان نہایت تدبر، پیشہ وارانہ مہارت اور بہادری سے کی۔ انہی ایام میں اس کا رویہ اپنے زیر کمان سپاہ کے ساتھ اس قدر فیاضآنہ اور مشفقانہ ہوتا

تھا، کہ اسی رویے نے ان کے دل جیت لیے تھے۔

ابھی بمشکل وہ تخت پر جلوہ افروز ہوا ہی تھا کہ اس نے اپنے باپ کے عظیم خواب کی تکمیل کے لیے ایشیا کو فتح کرنے کا فیصلہ کرلیا، اس نے ایک عظیم الشان لشکر کی تشکیل کی، جسے اس نے اس زمانے کے معیار کے لحاظ سے بہترین اسلحے اور ساز و سامان سے لیس کیا لشکر کے لیے خوراک پانی اور دیگر ضروریات کی رسد کو یقینی بنا کر، وہ لشکر لے کر ایشیا کی طرف چل پڑا۔ دل ہلا دینے والی جنگوں اور روح تڑپا دینے والے معرکوں کے بعد، اس نے ملک شام، اس کے ملحقہ شہروں اور حتیٰ کہ مصر کو روند ڈالا، مصر میں اپنے قیام کے دوران سن 332 قبل مسیح میں اس نے ایک نیا شہر بسایا جس کا نام اس کے نام پر ”اسکندریہ“ رکھا گیا۔

اس زمانے کے ذہنی اور تمدنی معیار کو ذہن میں لائیں تو اس کا یہ حکم کہ سکندریہ میں یونیورسٹی قائم کی جائے اور اس میں ممتاز اساتذہ کرام پڑھانے پر مامور کیے جائیں، ایک انتہائی اعلیٰ درجے کی تمدنی شخصیت، علم پرور سوچ اور عقلی نظر کی وسعت کا پتہ دیتی ہے۔ سکندریہ یونیورسٹی نے جن شہرۂ آفاق اساتذہ کے علم سے استفادہ کیا اس میں مشہور ریاضی دان یوکلید کے نام نامی کافی ہے۔

فتوحات کے اگلے مرحلے پر، سکندر (Mesopotamia) موجودہ عراق کی سرزمین سے گزر کر ایرانی ایمپائر کے دل میں اترا اس وقت کے بین

الاقوامی سیٹ اپ کے لحاظ سے یہ ایمپائر دنیا کی سب سے بڑی ایمپائر تھی، لیکن اپنے پیشروؤں سائرس اور ڈیریس اول کے برعکس، ایرانی ریت کی دیوار ثابت ہوئے، اربیلا کے مقام پر سکندر کی فوج نے ڈیریس سوئم کی فوجوں کو تباہ و برباد کر ڈالا، ایرانیوں کو اپنی تاریخ کی بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ سکندر نے ڈیریس کو تخت سے ہٹا دیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ بنیادی فتح کے بعد، سکندر نے بہت سے ایرانی شہر جیسے بابی لون، سوسا، پرسپوتی اور کپچابن پر قبضہ کیا۔ ایرانیوں کے لیے اپنی فتح کو قابل قبول بنانے اور ان کا دل جیتنے کی خاطر، سکندر نے ایک ایرانی شہزادی رخسانہ سے شادی کر لی۔ پھر وہی ہوا جو ایک فاتح مفتوح کے ساتھ کرتا ہے۔ ڈیریس کے ملازموں کو نوکریوں سے فارغ کر کے، ان کی نوکریوں پر مقدونیوں اور دوسرے یونانیوں کو فائز کر دیا گیا۔

اس فیصلے کے پس منظر میں جو حکمت عملی کارفرما تھی اس میں صرف اپنی فتح کو مستحکم کرنا ہی نہیں تھا بلکہ یونانی تہذیب اور ثقافت کو فروغ دینا تھا۔

کچھ دیر آرام کے بعد، سکندر نے ایک تازہ فوج تیار کرنے کا قصد کیا اور ہندوستان جانے کی ٹھانی۔ یہ اس کا آخری مقصد حیات تھا کہ وہ **ملک** چین جائے اور وہاں کے بارے میں جانے، اپنی ساری زندگی میں، وہ **ملک** چین کے بارے میں جتنا کچھ سن چکا تھا، اس کے بعد چین کے بارے میں اس کا تجسس اور جستجو کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی۔ سن 326 قبل مسیح کے موسم گرما کی

آمد تک، اس کی فوجوں کے ہراول دستے دریائے سندھ کے کناروں تک پہنچ چکے تھے، دریائے سندھ کا پانی اس کے گھوڑوں کے گرم سموں کو ٹھنڈا کرنے کی سعی کر رہا تھا اور ان کی آتشیں فطرت اور ہوس زمین گری کا مشاہدہ کر رہا تھا، دریائے سندھ تک رسائی کے لیے، اس نے موجودہ پنجاب کے کئی شہروں کو روند ڈالا، اسی اثنا میں اسے اطلاع ملی کہ ایران میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے، وہ بغاوت کو کچلنے کے لیے فوراً ایران کی طرف روانہ ہو گیا، سن 323 قبل مسیح میں سکندر بابی لون کے شہر پہنچا، شومئی قسمت وہاں اس جنگجو جس کی ابرو کے ایک اشارے پر سلطنتیں تہس نہس ہو جاتی تھیں، کو ایک خطرناک بخار نے آن لیا۔ ممکنہ طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ بخار ملیریا تھا۔ اس زمانے میں ایسی مرض کا کوئی قابل اعتماد علاج نہ تھا، چنانچہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، کے مصداق تمام تدبیریں الٹ پڑ گئیں، اس عظیم فرمانروا کو صرف 33 برس کی عمر میں بخار کی شکل میں موت آ کر لے گئی اور دنیا کو ایسی داستان[۲] دے گئی جسے اس کے بعد آج تک دہرایا نہ جا سکا۔

☆☆☆☆

۱: میری ناقص رائے میں، عہد جدید کی امریکی فتوحات کے پیچھے صرف سیاسی حاکمیت کے خواب کی تکمیل کا عنصر ہی کارفرما نہیں ہے۔

۲: امریکی صدر بش کے دنیائے اسلام پر فوج کشی کرنے کا خاموش انداز کہیں سکندر اعظم کی تسخیر دنیا کی نئی تاریخ رقم کرنے کا جدیدی انداز تو نہیں۔

اطلاعات رسانی کے اس دور بد میں گھوڑا لے کر ملکوں پر فردا فردا چڑھائی کی کوئی ضرورت نہیں، کسی کا اسلحہ روک دیں۔ کسی کی روٹی پانی مشکل کر دیں، تہذیب کے سنہری سپنے دکھا کر آزادی چھیننا آج کے سکندر کا طرہ امتیاز ہے۔

☆☆☆☆

بدقسمتی سے سکندر کا کوئی بیٹا نہ تھا، ایمپائر اس کے نامور جرنیلوں کے حوالے کر دی گئی جنہوں نے اسے آپس میں تقسیم کر لیا، لیکن آپسی خلفشاروں اور ذاتی مفاد کی سیاست کرتے ہوئے، پارہ پارہ ہو گئے اور تاریخ میں ایک مقام عبرت کے مستحق ٹھہرے۔

نظریاتی طور پر سکندر اپنے آپ کو دیوتاؤں کا اوتار تصور کرتا تھا۔ عمر کے بیسیوں سال، اس نے اپنے اندر قدرت کی ودیعت کردہ ان صلاحیتوں کا لوہا منوالیا تھا جو نسل انسانی کی تحریر شدہ تاریخ میں ناپیدا ہیں۔ اس کی خیرات مندی کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ وہ پچاس ہزار کی فوج لے کر وطن سے اجنبی زمینوں کی طرف روانہ ہوا ایک ایسی فوج جس میں اکثریت کی عمر اس کی اپنی عمر سے زیادہ تھی ایک ایسی مہم جوئی جس کی مسافت پیدل گیارہ ہزار میل پر محیط تھی، اس سفر کے لیے درکار عرصہ دس سال کا تھا، اپنی فتوحات کے اعتبار سے، وہ یونانیوں کا بادشاہ، مصر کا فرعون، ایران کا حکمران اور اس وقت تک کی دریافت کردہ دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا، ایک شاندار جرنیل اور ہوشیار سپہ سالار ہونے سے بہت زیادہ، سکندر ایک عظیم پایہ استاد کا اعلیٰ پائے کا شاگرد تھا جو حساب،

فلسفے، آرٹ، تھیٹر اور ادب پر مکمل ادراک رکھتا تھا 32 برس کی عمر میں اس کی بے وقت موت بذات خود ایک سوال ہے لیکن افغانستان میں دریائے Owus کے کناروں پر فرانسیسی ماہرین آثار قدیمہ کو کھدائی کے دوران ملنے والے کھنڈرات ایک ایسے شاندار شہر کا پتہ بتاتے ہیں جس کی موجودگی اس بات کا ثبوت کہ سکندر کا پلان ایشیا اور Mediterranean تہذیبوں کو آپس میں سمودینے کا تھا جس میں وسیع نقل مکانی شامل تھی، مستقبل میں سکندر کے لشکر کے گم گشتہ راستوں پر یونانیوں کے بسائے ہوئے مزید ایسے شہروں کا ملنا قطعی بعد از قیاس نہیں۔

یہ عظیم الشان شخصیت کون تھی جسے سکندر کہا جاتا تھا؟ وہ کیا عوامل تھے جنہوں نے ایسی پر مثال اور لازوال قیادت فراہم کی جسے اگر کاتب تحریر نہ کیا جاتا تو مہذب دنیا کو اس بات کا علم ہی نہ ہوتا۔

تاریخ کے ان گوشوں کو ماہرین آثار قدیمہ نے تاریخی مشاہدات اور باقیات کی مدد سے بے نقاب کر دیا ہے۔ صدیوں کے تناؤں اور دبیز کی چادر میں لپٹی ہوئی اس عظیم انسان کی زندگی کے عظیم کارناموں پر اب کوئی پردہ نہیں اور سکندر کی زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں، جلوہ افروزیوں کے ساتھ کاروان نسل انسانی کے لیے ایک مثال اور تہذیبی ورثہ کی مظہر ہے۔

☆☆☆

پہلا حکم

یہ 388 قبل از مسیح کے موسم گرما کا ذکر ہے، مقدونیا کا بادشاہ فلپ دوئم لشکر جرار کے ساتھ ہمسایہ **ملک** یونان کے قلب کی طرف رواں دواں تھا۔ فلپ نے جن شہروں ایتھنز اور سپارٹا پر غلبہ حاصل کیا تھا، مشہور مورخ تھیوسیڈائیڈزان کی عظمت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''ہمیں ایک جمہوریت کہا جاتا ہے۔ انتظامیہ چند ہاتھوں میں نہیں بلکہ بہت سے ہاتھوں میں ہوتی ہے لیکن امتیازی حیثیت ہر اس کو دی جاتی ہے جو کسی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اسی اعلیٰ کارکردگی کی بناپر اسے پبلک سروس میں ترجیح دی جاتی ہے۔ ہمارے شہر دنیا کے لیے عام ہیں، ہم کسی غیر ملکی کو باہر نہیں نکالتے یا آنے سے منع نہیں کرتے لیکن ایسے کئی راز جو دشمن کو فائدہ دے سکیں، ان سے روکا جاتا ہے۔ سپارٹنز کو شروع اوائل سے تربیت دی جاتی ہے تاکہ وہ بہادری کے درجوں پر فائز ہو سکیں، ہم ان کی مردانگی ضائع کیے بغیر ، دماغ تیار کرتے ہیں، یہ وہی شہر تھا جس کی حفاظت کے لیے افراد نے جانیں قربان کیں اور ہم میں سے جو زندہ ہیں، انہی کی قربانی کے مرہون منت ہیں۔'' فلپ جب سے مسند اقتدار پر بیٹھا تھا، مسلسل اپنی سلطنت کی حدوں کو بڑھا رہا تھا، اس دوران اس نے یونان میں موجود تمام شہری راستوں کو ایک ایک کر کے زیر کر لیا تھا۔ سارا یونان تقریباً اس کے زیر نگیں آچکا تھا، ماسوائے

ایتھنز اور تیبز جیسے شہروں کے جو ابھی تک اس کی سلطنت سے باہر تھے لیکن اسے یقین تھا کہ یہ دونوں شہر بھی جلد ہی پکے ہوئے پھل کی طرح اس کی جھولی میں آن گریں گے۔ اس لحاظ سے وہ بلقان کے جزیرے کا سب سے طاقتور حکمران تھا۔ اس کے پاس وفاداروں کی ایک بہترین تربیت یافتہ فوج تھی۔ اس نے اپنی شاندار حکمت عملی اور قائدانہ صلاحیتوں سے مقدونیا کے غیر منظم کسانوں، کاشت کاروں اور مویشی پالنے والوں کو شاندار طریقے سے اور نظم و ضبط سے لڑنے والوں کی ایک مشین کی طرح ڈھال دیا تھا۔

وسطی یونان کے گاؤں چیرنی کے نزدیک ایک ریتلے میدان میں، اس نے فوجیں روک لیں یہ وہی مقام ہے جس پر اس نے ایتھنز اور تیبز کی مشترکہ فوجوں کے خلاف معرکہ آرائی کرنی تھی شام کے سائے ڈھلتے ہیں، مقدونیہ کے کیمپ میں نقل و حرکت کا عجب سماں تھا جانباز جنگ کی تیاری میں مشغول تھے فضا گھوڑوں کے ہنہنانے، کمانڈروں کے کرخت احکام تلواروں کے کھنکنے اور دوسرے جنگی اوزاروں کی دھاریں آزمانے سے گونج رہی تھی لشکری سوئے لیکن مختصر وقت کے لیے کیونکہ سورج نکلنے سے پہلے اٹھنا تھا۔ انہوں نے اپنے دیوتاؤں کو یاد کیا، بکری کی موٹی روٹی اور پانی سے پیٹ کی آگ بجھائی اور اپنی جنگی پوزیشنوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

شاید ہی کوئی سپاہی اتنا خطرناک ہو گا جتنا بادشاہ خود تھا، علی الصبح بادشاہ اپنی فوجوں کے دائیں قلب پر، گھوڑے کی پیٹھ پر جما ہوا تھا۔ مختلف جنگوں کے نتیجے

میں ملنے والے نشانات اور زخم فلپ پر عیاں تھے، ایک پرانے زخم نے اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ پیدا کر دی تھی شانے کی ٹوٹی ہوئی ہڈی مسلسل ورد کرتی تھی، ایک آنکھ اپنے محور سے متاثر ہونے کی وجہ سے ناکارہ ہو چکی تھی البتہ اس کی ایک ٹانگ بالکل صحیح تھی۔ اپنی اکلوتی آنکھ سے، وہ اندھیرے کو چیرتے ہوئے اپنی تربیت یافتہ فوج پر گہری نظر رکھتا تھا اس کے تھیسلین اتحادیوں کو شامل کر کے، اس کی فوج میں پیدل فوجیوں کی تعداد 30000 اور رسالہ فوج 20,000 نفوس پر مشتمل تھی، دشمن فوج تقریباً 5000 لڑاکے سے زیادہ تھی۔

جیسے ہی روشنی نے پہاڑوں کے پیچھے سے آسمان کو منور کیا، مقدونیا والوں نے ایک میل پر محیط محاذ کے ساتھ پوزیشن لی ہوئی تھی دشمن فوج کے دستوں کا جائزہ لیا ایتھنز کے جانباز مقدونیا کے دائیں ہاتھ کی مخالف سمت میں تھے جبکہ تیبز والے بائیں ہاتھ کی مخالف سمت میں تھے جیسے ہی سورج بلند ہوا، میدان میں روشنی پھیلی ایتھنز کے لشکر کی طرف سے ایک بلند آواز فلپ کی طرف چڑھی اس آواز کے ساتھ ہی ایتھنز والوں نے اپنے نیزے سیدھے کر لیے۔ ان کی حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی جب فلپ نے اپنے دائیں بازو کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ دیا ایتھنز والوں کا لشکر بڑھتا چلا جا رہا تھا، رفتار تیز سے تیز تر ہو رہی تھی، جلد ہی میدان قتل گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

اچانک مقدونیہ فوج کا بایاں ونگ حرکت میں آیا، اس کی کمان بھورے رنگ کے ایک خوبرو نوجوان کے ہاتھ میں تھی جو ایک سیاہ، طاقتور اور مضبوط

گھوڑے پر سوار تھا، وہ فلپ کا بیٹا سکندر تھا جو حال ہی میں 18 سال کا ہوا تھا۔ وحشیوں کی طرح چلاتے ہوئے اور نعروں سے خوکو گرماتے ہوئے، سکندر کے فوجیوں نے ہلہ بولا جب وہ انتظار میں کھڑے تھیبز کے لشکر کے حصے سے ٹکرائے تو ایسی آواز آئی جیسی لوہے کے دروازے کو زور سے بند کیا گیا ہو۔ نیزے ڈھالوں سے ٹکرائے تو تھیبز کے لشکری اپنی صفوں کو برقرار رکھنے پر مصر تھے مقدونیہ فوج نے اپنی تلواریں سونت لیں اور تھیبز کے لشکر کی صفوں میں رستہ بنانے کے چلا ڈالیں۔ ان کی ہمراہی سکندر اپنے شکاری بیسیفیلس (Basifalas) پر بیٹھے کر رہا تھا جس کی تلوار کی چمک ماند پڑتی تھی اور نہ تھکتی تھی۔ مخالف تیر اندازوں کے ایک منتخب دستے میں جوان شہزادے کو باقی لشکر سے علیحدہ نشانے پر لینے کی ٹھانی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دراصل جنگ تو اس عمر میں بھی سکندر کے ساتھ ذاتی لڑائی ہی تھی۔

سکندر کے حملے کے شدید دباؤ کے تحت، تھیبان لشکر کی لائن تتر بتر ہوگئی اور فوج پیچھے ہٹتی گئی۔ جب فوج کا شیرازہ مکمل طور پر بکھر گیا تو سکندر نے اپنے دستوں کو میدان جنگ کے وسط کی طرف بڑھایا۔ اسی دوران، فلپ نے ایتھنز کے لشکر کو نسبتاً نیچی جگہ نشیب کی جانب کھینچا اور اس کے دستوں نے دشمن کی بڑھتی ہوئی افواج پر کاری ضرب لگا کر تباہ و برباد کر ڈالا اور وہ وسط کی جانب پسپا ہوگئیں۔ اسی موقع پر تھیبز کے جراروں کے ایک گروہ نے ہتھیار ڈالنے کی بجائے مر جانے کی قسم کھائی، وہ واقعتاً بہادری سے لڑے۔ تھیبز کا

مضبوط فولاد بائیں طرف سے سکندر کے ہتھوڑوں کی ضرب نہ سہہ سکا جبکہ دائیں جانب سے فلپ نے چڑھائی جاری رکھی۔ قسم لینے والوں کے گروہ کے 300 افراد کا ایک ایک فرد کٹ مرا اور ساتھ ہی ان کے یونانی اتحادی جو وسط میں موجود تھے، نیست و نابود کر دیئے گئے۔

یہ اس لحاظ سے فیصلہ کن فتح تھی جس نے فلپ کو یونان بھر کی شہری ریاستوں کا بے تاج بادشاہ بنا دیا ایتھنز کا شہر دنیا کے اس وقت کے نقشے میں تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا، ایتھنز کی فتح خصوصی طور پر اہم تھی۔ فلپ کی دلی خواہش تھی کہ اس کا وطن اتنی بڑی ایمپائر کے لحاظ سے پرشکوہ ہونا چاہیے، اس خواہش کی تکمیل کے لیے اس نے ایتھنز کے سکالرز اور ماہرین فنون کو مقدونیہ بھیجا جبکہ تھیبان قیدیوں کو جیل بھیج دیا گیا، جنہیں بعد میں غلام بنا لیا گیا جبکہ ایتھنز کے قیدیوں کو رہا کر دیا گیا ایک دانش مند حکمران کی طرح فلپ اپنے لوگوں کا دل جیتنا چاہتا تھا تاکہ اس کے لوگ دل سے اس کے بحری بیڑہ کا ساتھ کریں۔ اس بحری بیڑے نے یونان کو ایک عظیم بحری قوت میں تبدیل کر دیا۔ جس سے طاقت کا توازن یونان کے حق میں ہو گیا۔ چنانچہ اس نے فاتح فوج کے ساتھ ایتھنز شہر میں داخل ہونے کی بجائے، شہر کو تباہ و برباد کر ڈالا اور ایک کامیاب سپہ سالار اور اپنے بیٹے سکندر کی قیادت میں اپنے ایلچی وہاں بھیجے۔

جوانوں کا یہ گروہ جو جنوب کی سمت سے سن 338 قبل مسیح کے موسم گرما

میں میدان جنگ سے چلا اس نے تاریخ میں ایک لمبا سفر طے کرنا تھا۔ ایتھنز تو صرف پہلا سٹاپ تھا ابھی تو اس نے جانی پہچانی تمام تہذیبی دنیا کو اپنی سلطنت کا حصہ بنانا تھا۔

صدیوں بعد ، دنیا نے اس کو اسکندر اعظم کا لقب عطا کیا۔ سکندر تاریخ انسانی کا سب سے لازوال کردار ہونے کے ساتھ ساتھ متنازعہ بھی رہا ہے اس کی زندگی کے متعلق بے شمار تحریریں موجود ہیں لیکن تاریخ گواہ ہے کہ انسان کا صحیح کردار پھر بھی سربستہ راز ہی رہتا ہے اس کے بارے میں اس کے ہم عصرین نے درجنوں کام کیے جن میں ایسے مختلف زاویوں سے دکھایا گیا۔ ان میں کچھ ہی کام اب دستیاب ہیں البتہ پہلی صدی قبل از مسیح تک، ان میں سے بہت سے کام اپنی اصل اور مکمل حالت میں موجود تھے۔ ان کاموں نے مختلف تاریخ دانوں کو سکندر کے بارے میں کتب تیار کرنے کے لیے زبردست مواد مہیا کیا یہ پانچ تاریخ دان پلوٹارچ، اریجن، ڈیوڈورس، کرٹیس اور جسٹن ہیں جن کے توسط سے سکندر کے بارے میں علم ہم تک پہنچا۔

☆☆☆

مقدونیہ کے فن کاروں کے کام کی قدر دانی دیکھ کر فارسی کا ایک شعر رقم کرنے کو دل چاہتا ہے۔

”کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی“

☆☆☆☆

سکندر کی زندگی کی کہانی

سکندر کی زندگی کی کہانی اس کے باپ فلپ اور اس کی ماں اولمپیاس سے شروع ہوتی ہے۔ فلپ ایک جنگجو تھا، ایک ایسا شخص جو عظیم سپہ سالار اور انتظامی صلاحیتوں سے مالا مال تھا اس کی ان صلاحیتوں میں اس کے آباؤ اجداد کی ہوس گیری اور اقتدار کی بھوک بھی شامل تھی۔ ملکہ اولمپیاس پہاڑی سلطنت ایمیرس کے حکمران کی یتیم بیٹی تھی، یہ جگہ آج کل البانیہ کے بارڈر کے نزدیک ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مشہور یونانی جانباز ایکلیز کے خاندان سے تھی اور سب سے بڑے دیوتا زیوس کے بیٹے ڈائینس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کی خوب صورتی نے فلپ کو پاگل کر دیا، اس کے حسن سے متاثر ہو فلپ نے اسے اپنی ملکہ بنالیا لیکن جلد ہی بادشاہ کو اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑا جب اسے اپنی ملکہ کی ایک مخصوص منفی فطرت سے آگاہی ہوئی، ملکہ کو سانپوں سے بڑی انسیت تھی اور اس نے کئی سانپ پال رکھے جو فلپ کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے (اور اس کی تو تھی بھی ایک آنکھ) وہ اکثر جادوئی رسومات میں مصروف رہتی تھی اور جادوئی طاقتوں پر کنٹرول حاصل کرنے کی متلاشی رہتی تھی اس کے علاوہ ملکہ نے عشق پیچاں کی بیلیں بھی پال رکھی تھیں۔ یہ حرکتیں فلپ کو کئی دفعہ تو وہ ماورائے عقل باتیں کرتی تھی جیسے سن 336 قبل از مسیح کے موسم گرما میں سکندر کی پیدائش کے وقت اس نے اپنے خاوند کو یہ یقین دلانے

کی کوشش کی کہ پیدا ہونے والے بچے کا باپ وہ نہیں ہے بلکہ ایک دیوتا بچے کا اصل باپ ہے، اس دیوتا کا نام بقول ملکہ عالیہ کے آمون یا زیوس آمون تھا جو بچے پیدا کرنے کی جادوئی صلاحیتوں سے مالا مال اور آسمانی بجلی کی گھن گرج اور ستارے ٹوٹنے کے عمل سے اپنی موجودگی کا اظہار کرتا تھا۔

سکندر کے بچپن سے ہی، اولیمپس نے اس کے دل میں جادو کے متعلق ایک اشتیاق پیدا کر دیا تھا اور ابتدائی عمر سے اسے جادوئی رسومات میں حصہ لینا سکھایا کرتی تھی۔ ننھا سکندر اپنے باپ کو سانپوں سے ڈرتا دیکھ کر حیران ہوتا تھا۔ معاملہ صرف یہیں تک نہیں تھا اولمپیس اپنے بیٹے کو اس کے باپ فلپ سے مختلف قسم کا انسان بنانے پر تلی ہوئی تھی اور ہر اس خوبی یا صلاحیت کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی جسے سکندر نے وراثت میں پایا تھا جبکہ اولمپیس اس بات کا اندازہ کرنے میں قطعی طور پر ناکام رہا اس نے پرواہ نہیں کی کہ اس خاوند ایک غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک فوجی سپہ سالار اور ایک دور اندیش سیاست دان تھا جو سارے یونان کو اپنا زیر نگیں کرنا چاہ رہا تھا، اپنی خود غرضی اور قابل نفرت رویئے کے سبب، اولمپیس کو فلپ کے صرف نقص ہی نظر آتے تھے، یہ نقائص بقول ملکہ کثرت شراب نوشی، جلد غصے میں آ جانا، دولت کے خرچ کرنے میں لاپرواہی اور عورتوں کی محبت میں گرفتار رہنا جیسے تھے۔ اولمپیس کے اس مخصوص منفی رویے نے اس کے اور فلپ کے درمیان فاصلوں کو جنم دیا۔

فلپ اور اولیمپئیس کے درمیان اختلافات نے سکندر پر برا اثر ڈالا وہ ایک کو ناراض کیے بغیر دوسرے کو خوش نہیں رکھ سکتا تھا۔

ابتدائی عمر

ابتدائی عمر میں سکندر کو اولیمپئیس کے ایک نزدیکی رشتہ دار لیونائیڈ اس کی شاگردی میں دے دیا گیا۔ لیونائیڈس نظم ضبط میں اس قدر سخت تھا کہ وہ جوان شہزادے کو یہ اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ شاہی میز پر چنے ہوئے مزیدار خوراک کو اپنی مرضی سے کھا سکے پلوٹارک کے مطابق آنے والے سالوں میں، سکندر ان گزرے لمحات کو ان طنزیہ الفاظ میں یاد کیا کرتا تھا کہ لیونائیڈس اسے ہر ممکن بہتر خوراک مہیا کرتا تھا جیسے صبح کے ناشتے کی تیاری کے لیے رات بھر کی مارچ اور ایک مناسب ناشتہ تا کہ رات کے کھانے کے لیے بھوک برقرار رہے۔ لیونائیڈس نے سکندر کو تلوار بازی، اتھلیٹکس، گھڑ سواری، جیسے مقابلے سے بھرپور کھیلوں کا ماہر بنا دیا تھا اس نے سکندر کی جلد غصے میں آ جانے والی عادت، کیفیت پر کنٹرول کرنا سکھایا، بچپن میں ہی سکندر نے حوصلے مندی اور مشاہدے کی بہترین طاقتوں کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

سیاہ گھوڑے کو نکیل ڈالنا

مورخ لکھتے ہیں کہ ایک واقعہ میں سکندر نے 12 برس کی عمر میں سیاہ برق رفتار منہ زور گھوڑے بوسیفلیس کو قابو کیا۔ فلپ نے اس گھوڑے کو خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن خیال ترک کر دیا تھا کیونکہ جانور بہت منہ زور، خطرناک

اور نا قابل کنٹرول تھا جب بوسیفلیس کو لے جایا جا رہا تھا تو فلپ نے اپنے بیٹے کے خیالات سنے کہ ایک شاندار گھوڑے کو تربیت کے فقدان اور جذبے میں کمی کے سبب ضائع کیا جا رہا ہے۔ یہ سن کر فلپ نے طنزیہ دریافت کیا کہ کیا سکندر یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی نسبت گھوڑوں کو سنبھالنے کا کام بہتر کر سکتا ہے؟ اس کے جواب میں شہزادے نے کہا وہ گھوڑوں کو دوسروں کی نسبت بہتر سنبھال سکتا ہے۔ فلپ نے بیٹے کے اس فقرے کو چیلنج کے طور پر قبول کیا اور گھوڑے کی قیمت ادا کر دی کیونکہ اسے اندازہ تھا یہ کام خاصا مشکل ہے اور دیوانہ اپنی بات پر پورا نہیں اتر سکے گا۔ بادی النظر میں فلپ کا دوسرا مقصد اپنے بیٹے کی صلاحیتوں کو جانچنا تھا۔

بوسیفلیس گھوڑے کی باگ سکندر کے ہاتھ میں دے دی گئی، اس نے باگ نہایت محتاط طریقے سے پکڑی اور اس طاقتور جانور کو سورج کی طرف گھمایا، درحقیقت اس نے دیکھ لیا تھا کہ بوسیفلیس اپنے سائے کی حرکات سے خوف زدہ تھا اب چونکہ سایہ اس کے پیچھے تھا، گھوڑا پرسکون ہو گیا سکندر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور آہستہ آہستہ اس کی باگیں کھینچ لیں۔ جب گھوڑا مکمل طور پر اس کے کنٹرول میں آ گیا تو سکندر نے اس میں اڑنے کی کیفیت پیدا کر دی۔

تاریخ دان پلوٹارچ لکھتا ہے جب سکندر نے گھوڑے کو روکا اور اس سے اترا تو باپ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے، فلپ نے اسی وقت گھوڑا سکندر

کے حوالے کر دیا، اس دن کے بعد سکندر وہ واحد شخص تھا جس نے اس جانور پر سواری کی۔ اس عمر میں جب کوئی صرف اچھا گھڑسوار ہوتا ہے، سکندر واقعتاً زبردست ہو چکا تھا۔

سکندر چیریٹ چلانے کا ماہر تھا اور اکثر انتہائی تیز رفتار پر اپنی چیریٹ سے جھکنے کی مشق کیا کرتا تھا اگرچہ فلپ سکندر کی جسمانی طاقت اور بہادری سے خاصا خوش تھا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ حوصلہ مندی کے ساتھ ساتھ عقل، دانش کا ہونا بھی اتنا ہی اہم ہے خاص طور پر مستقبل کے بادشاہ کے لیے چنانچہ جب سکندر 13 سال کا ہوا تو فلپ نے اس کے لیے ایک نئے استاد کا انتخاب کیا۔ بادشاہ کبھی بھی اس کے لیے کسی عام استاد کا خواہش مند نہیں تھا۔ بعض تاریخ دان رقم طراز ہیں کہ فلپ نے لیونا یڈس کے بڑھتے ہوئے اثر، نفوذ کو کم کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا لیونا یڈس بہر حال ملکہ اولیمپیس کا رشتہ دار تھا فلپ نے یونان کے ایک مفکر اور عقل و دانش کے لحاظ سے ایک بڑے نام ارسطو کو کسی بھی تنخواہ پر سکندر کا استاد مقرر کیا اپنے شاہی شاگرد کی طرح ارسطو کی شہرت دنیا کے ایک باوصف انسان کی حیثیت سے پھیل چکی تھی۔

ارسطو بحیثیت استاد

ارسطو عظیم فلسفی (Plato) کا ہونہار شاگرد تھا، اس وقت ارسطو 400 سے لے کر 1000 کتابیں لکھ چکا تھا۔ بظاہر وہ دوسروں سے مختلف نظر نہیں آتا تھا، اس کی پیشانی پر لاتعداد جھریاں جھلکتی تھیں جن کے پیچھے سے اس کی گہری

آنکھیں باریک بینی سے گہرا مشاہدہ کرتی تھیں آنکھیں نسبتاً چہرے پر چھوٹی تھیں اپنی تحریروں میں ارسطو نے قدرتی عوامل اور انسانی تجربات سے گہرا اور وسیع ادراک حاصل کیا تھا اپنی گہری سوچ بچار کے ذریعے اس نے منطق کی نئی سائنس کی بنیاد رکھی وہ دنیا کا پہلا طبیعاتی سائنس دان تھا۔ طبیعات اور بائیولوجی میں اس کے تجربات اور نتائج ہزاروں سال تک غیر چیلنج شدہ رہے۔

سکندر کے استاد کی حیثیت سے ارسطو کا سب سے اہم کارنامہ سکندر کو منطق کا علم پڑھانا تھا۔ اس نے دنیا اور اس کی جغرافیائی وسعتوں کے بارے میں سکندر کے ذہن میں اٹھنے والے لاتعداد سوالات کے مدلل جوابات دیئے اور اس کے ذہنی قیاس کو حقیقت کا روپ دیا ارسطو نے سکندر کو یونانی شاعر اور فلسفی ہومر کے فلسفہ ذہن سے آگاہ کیا نتیجتاً سکندر تمام زندگی ہومر کا دیوانہ رہا، البتہ ارسطو سکندر کے ذہن سے اولیمپیس کا اثر ختم نہیں کر پایا اور سکندر میں جذباتی پن، توہام پرستی اور ذہنی کھردراپن موجود رہا۔

ارسطو صرف تین سال کے عرصے تک سکندر کا استاد رہا۔ اس وقت سکندر کی عمر 16 برس کی ہو چکی تھی، ماحول میں جنگی نعروں کی گونج، مسلسل بے آرامی اور مستقبل کے مقاصد نے تاریخ کے اس موڑ پر فلپ کو یہ خواہش دی کہ سکندر فن سپاہ گری سیکھے اور فوج میں خدمات سرانجام دے۔ جواں ہمت شہزادے نے سپاہیانہ صلاحیتوں کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اب فلپ نے اس کو مقدونیا کے انتظامی امور سکھانے کی طرف توجہ دی اس مقصد کے لیے وہ سکندر کو

دارالحکومت پیلے میں ہی چھوڑ گیا جب وہ بائیزنٹائن کے ساتھ معرکہ آرائی کی غرض سے مقدونیہ سے باہر گیا تو سکندر نے باپ کی عدم موجودگی میں بہت اچھا کام کیا حتی کہ تھریسین (Thracins) کی طرف سے کی جانے والی بغاوت پر بھی قابو پایا۔ بعد میں وہ چیرونیا کی جنگ سے پہلے فلپ کی فوج میں شامل ہو گیا لیکن اس دفعہ اسے کمانڈر کی حیثیت دی گئی۔

مقدونیا کی عظیم فتح کے بعد جس میں سکندر کا کردار نہایت اہم رہا تھا، سکندر نے اپنی نوعمری کے باوجود اپنے آپ کو ایک مردِ آہن کی حیثیت سے منوا لیا اس کا کردار بہادری اور جادوئی کرشموں کا حسین امتزاج تھا۔ بہادری اسے اپنے باپ اور ڈپلومائی سوچ اپنی ماں سے ملی تھی۔ اس کی ذہنی تربیت میں سخت لیونائیڈس (Leonides) اور عقل مند، دانا ارسطو کی تعلیمات کا بھرپور کردار تھا چنانچہ جب وہ اپنے باپ کے سفیر کی حیثیت سے ایتھنز کے لیے روانہ ہوا تو اس کی ماں نے اس کے کان میں پھونک دیا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی اولاد ہے اور دوسرے انسانوں سے برتر اور مختلف ہے یہ بات کوئی بھی حتمی نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی ماں کے اس عقیدے سے کس حد تک متفق تھا۔ آیا سکندر نے کبھی اپنے آپ کو کوئی دیوتا تصور کیا تھا یا نہیں! لیکن جس طریقے سے وہ اپنے سیاہ گھوڑے بوسفیلیس پر سوار کر گیا تو جیسے اس نے محسوس کیا کہ اسے ایک عظیم کام کے لیے منتخب کر لیا گیا ہو اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا۔

* * *

مستقبل کا بادشاہ

جب سکندر سن 338 قبل از مسیح ایتھنز شہر پہنچا، شہر ثقافتی، تمدنی اور سیاسی اعتبار سے اپنے عروج پر تھا۔ امیر امیر تر ہو رہا تھا۔ غریب غربت کے اندھیروں میں غرق ہو رہا تھا ان کے تنقید نگار برملا یہ کہتے تھے کہ تجارت ایتھنز والوں کے ہر شعبے میں گھس گئی ہے، وہ جنگیں لڑنے کی بجائے کھیلوں میں حصہ لینے کو ترجیح دیتے تھے۔

سکندر پہاڑی ریاست مقدونیا کا ایک کھرا نوجوان تھا جب اس نے اس زمانے میں اتنا بڑا شہر دیکھا تو حیرانی، مسرت کے ملے جلے جذبات کا اظہار کیا۔ ایتھنز ایک ایسی ثقافت کا امین تھا جس میں خوبصورت مندر اور پرشکوہ سرکاری عمارتیں اس زمانے کی ترقی کے اعتبار سے جدید تھے بلکہ زنگ آلود مقدونیہ کے مقابلے میں تو خاصے ترقی یافتہ تھے۔

اگرچہ شکست خوردہ ایتھنز کے باسیوں نے سکندر اور اس کے شاہی وفد کو خوش آمدید کہا لیکن کئی ایک نے مقدونیوں کو خطرناک دشمن کی حیثیت سے دیکھا۔ ایسے لوگوں کا لیڈر ڈیموستھنیز تھا جو زور خطابت میں لاجواب اور ایک ایسا عیار قسم کا سیاست دان تھا جو اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے اور اپنے مخالفین کو انجام تک پہنچانے کے لیے بے دریغ قتل و غارت کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔

فلپ یورپ اور ایشیا کے یونانیوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک کنفیڈریسی قائم کرنا چاہتا تھا تا کہ دیرپا امن قائم رہ سکے۔ اس نقطۂ نظر سے وہ اپنے آپ کو یونانیوں کا نجات دہندہ تصور کرتا تھا۔ لیکن ڈیموستھینز اسے جمہوریت کا قاتل اور انسانوں کو غلام بنانے والا کہتا تھا۔ چیرونیہ کی جنگ کے کچھ عرصے بعد، ایتھنز والوں نے ڈیموستھینز کی طرف کم ہی توجہ دی، ایتھنز بھی دوسرے یونانی شہروں کی طرح متحارب گروپوں کے درمیان مسلسل لڑائیوں سے تنگ آ گیا تھا ڈیموستھینز نے متحارب یونانی راستوں کو یکجا کرنے کی بھرپور کوشش کی جیسے اس نے سپارٹا اور تھیبز کی ریاستوں کے سلسلے میں کی تھی، لیکن ایسی کوشش بار آور ثابت نہیں ہوئی اسی طرح کی ایک کوشش فلپ نے مقدونیہ کی حاکمیت اعلی کی چھتری تلے کی تھی۔ لیکن اس مرتبہ شخصیت بلند و بالا تھی۔

سکندر اور اس کے باپ کے نمائندے امن کی پیش کش لے کر ایتھنز آئے تھے، اس پیش کش میں ایک چبھتی شرط یہ بھی کہ فلپ کو یونان اور مقدونیہ کے مشترکہ دشمن ایران کے خلاف جنگ میں سارے یونان کا سپہ سالار مانا جائے۔ اس وقت کا ورلڈ آرڈر یونان کے علاوہ ایران، مصر، بابل اور انڈس (ہندوستان) پر مشتمل تھا۔ ایتھنز والے اس تجویز پر حیران تو ہوئے لیکن انہوں نے اس تجویز پر غور کرنے کے بعد سکھ کا سانس لیا حالانکہ اس شرط کے پس پردہ تمام علاقے کا یکتا حاکم اور فاتح بن چکا تھا۔ ان کی خوشی اس بات میں پوشیدہ تھی کہ فلپ نے ان کے لیے آزادی کی کافی گنجائش رکھی تھی، گنجائش کے

اس نقطہ پر پہاڑ کی تعمیر انہوں نے کر ڈالی۔ انہوں نے سکندر کی مثالی خاطر تواضع کی اور فلپ کے لیے ہدیہ تشکر کے طور پر تحائف بھیجے۔

دوسری طرف فلپ سال کے ایک اچھے موسم میں یونان کے ایک اہم دورے پر نکلا، تمام جگہوں پر اس کا شاندار استقبال ہوا ماسوائے سپارٹنز کے، جنہوں نے اسے اپنا رہنما ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے حتیٰ کہ اسے اپنے شہر میں مہمان کے طور پر بھی لینے سے انکار کر دیا، جب فلپ نے ان سے وعدہ کیا کہ سپارٹا کی فتح کی صورت میں وہ ان پر رحم کرے گا، انہوں نے بڑی رعونت سے جواب دیا ''اگر ایسا ہو سکا تو'' یہ سن کر فلپ واپس آ گیا۔ چونکہ یونان میں سپارٹنز کے کوئی اتحادی نہ تھے، فلپ کو یقین تھا کہ سپارٹنز اتنے طاقتور نہیں ہیں کہ اسے نقصان پہنچا سکیں۔

سن 338 قبل مسیح کے اختتام پر کورینت میں، فلپ نے سپارٹا کے سوا، ہر یونانی ریاست سے نمائندوں کی اسمبلی کا اہتمام کیا۔ فلپ نے ان کو ایک فیڈریشن بنانے کے ارادے سے اپنے منصوبوں کی وضاحت کی، یہ وضاحت اس نے عظیم ایرانی بادشاہ ڈیریَس دوُم کی ایمپائر پر حملہ کرنے سے پہلے کی۔ فلپ کی خواہش تھی کہ وہ جغرافیائی اعتبار سے ایرانی ریاست کے اندر موجود یونانی شہروں کو آزاد کرائے اور ان کو فیڈریشن میں لائے۔ (یہ شہر موجودہ ترکی میں شامل ہیں) اس نے برملا کہا کہ وہ ایران فتح کرنے کی کوئی خواہش ہرگز نہیں رکھتا تھا لیکن اس کا مصمم ارادہ تھا کہ وہ ڈیڑھ صدی پہلے یونان پر ایران

کے حملہ کا انتقام لے گا۔

فلپ کی بنائی ہوئی فیڈریشن نے تمام ممبر ریاستوں کو مکمل طاقت فراہم نہیں کی بلکہ آرگنائزیشن کے ڈھانچے کے اندر رہتے ہوئے ہر ریاست کو اپنے آئین پر عمل پیرا رہنے اور ایک حد تک خودمختاری (Autonomy) کی اجازت دی تھی (لیکن وہ اس آئین میں تبدیلی نہیں کر سکتے تھے) اس نرمی اور حسن سلوک نے کورینیت میں موجود تمام نمائندوں کے دل جیت لیے انہوں نے دل کھول کر فلپ کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا انہوں نے ایران کے خلاف لڑنے کے لیے دستوں کی پیش کش کی اور وعدہ کیا کہ کوئی یونانی اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائے گا۔

اس اجلاس کے اختتام پر فلپ نے 10 ہزار جراروں پر مشتمل ایک ہراول دستہ ایران کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں جا کر سروں کا پل بنائیں اور ایشیا کے یونانیوں کو آمادہ کریں کہ وہ ایرانی سلطنت سے علیحدہ اختیار کریں۔

بڑھاپے میں جوانی

اس حکمت عملی کے بعد فلپ ایک ذاتی مشن پر روانہ ہو گیا، مقدونیہ کا 45 سالہ حکمران دوبارہ محبت میں مبتلا ہو گیا، اوائل جوانی کے ماہ و سال سے وہ پیار کے ایک ہی طرح کے تار چھیڑ رہا تھا۔ اس مرتبہ یہ محبت ایک جواں سال خوبرو دوشیزہ سے ہوئی۔ ملکہ مصر کی طرح اس لڑکی کا نام بھی قلوپطرہ تھا اور وہ فلپ کے جرنیلوں میں سے ایک کی بھتیجی تھی سکندر اپنے باپ کے ساتھ ناراض ہوا اور

اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر فلپ کا قلوپطرہ سے کوئی بیٹا پیدا ہو گیا۔ تو تاج، تخت پر اس کا حق متاثر ہو گا۔ اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا، فلپ کے دربار میں سرگوشیاں جاری تھیں بادشاہ کے قریبی مشیر اس بات پر متفق تھے کہ اپنی نئی شادی کے بعد بادشاہ شاید اپنے شاہی وارث میں تبدیلی کر دے وہ اپنے خیال کو اس بات سے تقویت دیتے تھے کہ ملکہ اولیمپیس اس بات پر مصر تھی کہ سکندر ایک دیوتا تھا، اس بات نے ایک طرف فلپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیا تھا کہ کیا شہزادہ واقعی اس کا بیٹا ہے؟ لیکن دوسری طرف فلپ کے مشیروں کو اس بات کا احساس تھا کہ فلپ نے سکندر کی زبردست تربیت کی تھی اور اسے بڑی اہم ذمہ داریاں سونپی تھی، چنانچہ ابھی تک بادشاہ اس کو اپنا قانونی وارث سمجھتا تھا اس واقعہ نے باپ اور بیٹے کے درمیان جھگڑے اور بداعتمادی کی فضا پیدا کر دی تھی، اس کی اکلوتی وجہ اولیمپیس تھی اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ سکندر کا رویہ فلپ کی طرف جارحانہ ہو جائے، اس کی شخصیت کا سکندر پر پہلے سے اثر اس سلسلے میں کافی معاون ثابت ہوا۔

باپ بیٹا آمنے سامنے

فوج میں موجود ہر جنگجو کی طرح فلپ کی گھنی داڑھی تھی یہ دستور زمانہ تھا جبکہ سکندر کا اصرار تھا کہ وہ داڑھی صاف کرے گا، اس وقت کے معیار (Standards) کے اعتبار سے، یہ حیران کن عمل تھا، سکندر کی طاقت اور جسمانی پھرتی کی صلاحیتوں نے اسے مقدونیہ کی فوج میں ہردلعزیز اور گرم اور

جوان خون والوں کی آنکھوں کا تارا بنا دیا تھا جبکہ فلپ جوانوں والی سوچ اور پھرتی کے فقدان کے سبب لڑائیوں اور جنگوں سے تنگ آچکا تھا فلپ ایک سماجی میل ملاپ والا شخص تھا اور شراب نوشی سے لطف اندوز ہوتا تھا، سکندر اس کے ساتھ ان فرصت کے مشاغل میں شریک نہیں ہوتا تھا اس بات سے بھی فلپ سکندر سے خفا تھا اس کے بیٹے کا الگ تھلگ رہنا فلپ کے غصے کو ہوا دیتا تھا اور اس سے فلپ کی اولیمپیس کی طرف سے نفرت بڑھتی تھی، شاہی محل میں چلنے والا تناؤ اپنے عروج پر پہنچ کر دب گیا جب فلپ نے اولیمپیس کو ملکہ کے منصب سے ہٹا دیا اور خوبرو قلوپطرہ سے شادی کر کے اسے اپنی نئی ملکہ بنانے کا اعلان کر دیا۔

اس زمانے کے دستور کے مطابق فلپ جیسے بادشاہ مطلق کو بہت سی بیویاں رکھنے کی اجازت تھی لیکن ملکہ صرف ایک ہی رکھ سکتے تھے پلوٹارچ کے تحریر کردہ واقعے کے مطابق چار صدیاں قبل سکندر اپنے باپ کی شادی پر خاموش بیٹھا تھا جبکہ دوسرے مہمان، معاشرتی دستور کے مطابق رات کے عشائیے میں شراب نوشی میں مشغول تھے اچانک اٹالیس نے فلپ کے بچے اور قلوپطرہ کے لیے ٹوسٹ تجویز کیا جو تخت کے قانونی وارث ہوں گے اٹالس کے ان الفاظ کا شاید یہ مطلب تھا کہ وہ بچہ مکمل طور پر مقدونیہ کا ہوگا اور کسی ایسی غیر ملکی عورت کا نہیں جیسے سکندر اپیرٹ سے آئی ہوئی اولیمپیس کے بطن سے تھا ان الفاظ کا سکندر نے الٹ مطلب لیا اس گستاخی پر غصے میں تیخ پا کر وہ ایک

غیر قانونی بیٹا ہے، وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا اور اپنے بھاری شراب کے پیالے کو اٹالیس کے سر کی طرف گھما دیا، اٹالیس نے نیچے بیٹھ کر اپنے آپ کو بچایا اور پھر اپنے پیالے کو سکندر کی طرف پھینکا۔

اس جھگڑے پر تیخ پا ہو کر فلپ نے اپنی نیام پر ہاتھ ڈالا اور تلوار سونت کر سکندر کی طرف بڑھا بظاہر وہ غصے میں جوان شہزادے کو قتل کر دینا چاہتا تھا۔ وہ نشے میں اس قدر مخمور تھا کہ بمشکل ہی چل پایا، لڑکھڑایا اور ضیافت کے لیے بنائے گئے شراب سے بھرے ہوئے چھوٹے تالاب میں گر کر بے ہوش ہو گیا۔

پلوٹارچ کے مطابق سکندر نے اپنے باپ کی طرف اشارہ کیا اور طنزیہ چلایا کہ دیکھو یہ وہ شخص ہے جو یورپ سے ایشیا تک کا سفر کرنے کی تیاری کر رہا ہے جبکہ وہ ایک نیام سے دوسری تک بحفاظت نہیں گزر سکتا، یہ کہہ کر وہ ہال سے چلا گیا۔

اگلی صبح سورج کے طلوع ہونے تک، وہ اور اس کی ماں اپنے چند دوستوں اور ملازموں کے ساتھ پیلے سے نکل گئے۔ وہ جتنا تیز سفر کر سکتے تھے انہوں نے کیا اولمپیس پیلے سے 120 میل ایپرس (Epirus) کے دارالحکومت میں اپنے بھائی کے پاس رک گئی جبکہ سکندر ایلیریا (Iiiyria) چلا گیا۔

خاندان میں جنم لینے والی نفرت کی خلیج مزید وسیع ہو جاتی اگر ایک پرانا خاندانی دوست ڈیمارٹس (Demaratus) مداخلت نہ کرتا۔ ڈیمارٹس

کورینت سے تعلق رکھتا تھا، یہ ڈیمارٹس ہی تھا جس نے فلپ کو یونان کے اتحاد کے حوالے سے برا بھلا کیا اور اسے یاد دلایا کہ جب اس کا اپنا گھر سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا گھر ہوگا تو وہ یونان کے اتحاد کی بات کیسے کر پائے گا ڈیمارٹس کی اس موثر دلیل سے فلپ لاجواب ہوگیا، اس نے اپنے بیٹے کو بلا بھیجا۔ اس لخراش واقعہ نے سیاسی منظر نامے کو اس طرح بنا دیا۔ ایک طرف بے چین شہزادہ تھا جو تاج کا خواہش مند تھا، اس کے ساتھ تخت و تاج سے ہٹائی گئی ملکہ اولمپئیس تھی جبکہ دوسری طرف نئی اور پرعزم ملکہ اور اس کا عیار اور طاقت ور جرنیل تھا ان دونوں کے درمیان میں بادشاہ تھا جو دونوں اطراف سے آنے والے دباؤ کا مقابلہ کرنے اور دونوں بیویوں کو راضی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا، وہ ساتھ ہی ساتھ ایشیا میں فوجی شان و شوکت کا خواب دیکھ رہا تھا۔

فلپ کا وقت پورا ہوگیا

جب اولمپئیس کو معلوم ہوا کہ قلوپطرہ فلپ کے بچے کو جنم دینے والی ہے تو وہ خوب چیخی چلائی اور اپنے خدشات کا اظہار کیا کہ سکندر کبھی مقدونیہ کے تاج کو نہیں پہن سکے گا وہ اس خوف کا شکار تھی کہ اگر قلوپطرہ نے فلپ کے بیٹے کو جنم دے دیا تو تخت، تاج کا وارث بدل جائے گا تاریخ دان پلوٹارچ کہتا ہے کہ جب اولمپئیس کو معلوم ہوا کہ پوسانیا (Pausanias) کا ایک جوان مرد فلپ کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے تو اس نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور انتقام لینے کے لیے اس کی کمر تھپکی اس ہلہ شیری ملنے پر اس نوجوان نے بادشاہ کو قتل

کرنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔

یہ ثابت نہیں ہوا کہ آیا سکندر کو قتل کی اس سازش کا علم تھا یا نہیں۔ لیکن یہ یقینی بات ہے کہ اپنے باپ کے خلاف نفرت کے لحاظ سے اور تاج پہننے کے لیے سکندر بھی اتنا ہی بے چین تھا جتنی اس کی ماں۔

سن 336 قبل از مسیح کے آخری موسم گرما میں، سکندر کی بہن کی شادی اس کے چچا اور ایپرس کے بادشاہ سے مقدونیہ کے سابقہ دارالحکومت آ جی (Aagea) میں ہوئی تقریب عروسی کے ٹھیک ایک دن بعد فلپ جیسے ہی آ جی کے تھیٹر میں داخل ہوا پوسانین نے اسے چھرا گھونپ دیا انتقام سے بھرپور اس قاتل کو فلپ کے حفاظتی دستوں نے راہ فرار کا موقع ہی نہیں دیا، اور موقع پر ڈھیر کر دیا۔

سکندر کی بادشاہت

سکندر نے جلد ہی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور مقدونیہ کے بادشاہ سکندر سوئم کی حیثیت سے تخت پر وارد ہوا جبکہ اولیمپیس پیلے کی طرف واپس چلی گئی بعض ذرائع کے مطابق اس نے قلوپطرہ کو حکم دیا کہ وہ خود پھانسی لے لے اور پھر خود اس کے دودھ پیتے بیٹے کو دیوتا کے لیے قربانی کی نیت سے جلائی ہوئی آگ میں جھونک دیا۔ یہ بھی قیاس ہے کہ جوان ملکہ قلوپطرہ اور اس کے بچے کو چند ہفتوں کے بعد انہی لوگوں کے ساتھ مار دیا گیا جنہوں نے سکندر کی حکمرانی کی مخالفت کی تھی۔

تخت وتاج پر اس قدر جلدی قبضے کے باوجود سکندر کی تخت نشینی کو چیلنج نہ کیا گیا مقدونیہ کے چند امراء نے دوسرے امیدواروں کی جو حمایت کی اس کی مخالفت کی وجہ سپہ سالار کی حیثیت سے سکندر کی ناتجربہ کاری کو ٹھہرایا پھر یہ افواہیں بھی خوب گردش میں تھیں کہ سکندر کا فلپ کا حقیقی بیٹا نہیں ہے اور فلپ کے قتل کی سازش میں سکندر کا ہاتھ ہے لیکن ان حالات میں بھی فلپ کے دو معتمد جرنیل انٹی پیٹر **Antipator** اور پارمینیو **Parmenio** سکندر کے وفادار رہے ان جرنیلوں کی مثال کو سامنے رکھ کر مقدونیہ کی سپاہ سکندر کی حکم عدولی کی جرأت نہ کی اور اطاعت پر رہے۔ اس طرح مشکل سے 20 سال کی عمر کا نوجوان سکندر ہنگامی آرائی کی اس فضا میں تخت پر جلوہ افروز ہوا جب تک وہ زندہ رہا امن، چین کم ہی میسر آیا۔

سکندر کی مخالفت

مقدونیہ کے شمالی سرحد، وادی تھریس اور وادیٔ ڈینوب میں جنجو اور جاہل اقوام آباد تھیں جن کو فیلقوس نے بزور شمشیر مطیع کر لیا تھا مگر جب ان کو فیلقوس کی موت اور سکندر کی تخت نشینی کی خبر ملی تو ان میں جوش اور مخالفت کا غلغلہ پیدا ہو گیا، اور انہوں نے اس موقع کو اپنی آزادی کے لیے مناسب خیال کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ جب سکندر نے سنا کہ وادی تھریس اور وادی ڈینوب کی جاہل اور اجڈ اقوام نے بغاوت ک دی ہے تو وہ ایک لشکر جرار کے ہمراہ ان کی سرکوبی کے لیے گیا۔ راستے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی، آخر کار وہ ان

پہاڑوں کے دروں میں جا پہنچا جن کی بابت اہل یورپ کا خیال تھا کہ ان میں ہوا کا دیوتا بوریلیس رہتا ہے۔ یہ کوہستانی درے تنگ اور تاریک تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ کوہستانی باشندے وقتاً فوقتاً حملہ کر کے پریشان کرتے رہتے تھے۔ مگر بہادر سکندر نے ان باتوں میں سے کسی ایک بھی پرواہ نہیں کی اور وہ گام درگام آگے ہی بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ وہ دریائے ڈینوب کے دہانے پر واقع جزیرہ پئس میں جا پہنچا، وہاں جاہل قوم مورچہ بند اور آمادۂ جنگ تھی۔ مگر سکندر نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے دریا کو عبور کیا اور جزیرے میں داخل ہونا مناسب خیال کیا، وہ نہایت ہوشیاری و چالاکی سے رات ہی رات میں معہ اپنی تمام کمال فوج کے دریا عبور کر گیا، ادھر سپیدہ سحر نمودار ہوا، ادھر سکندر نے بے خبر دشمنوں پر دھاوا بول دیا۔ عالم بے خبری میں حملہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ گھبرا گئے اور اس وقت سوائے فرار کے کچھ نہ بن پڑا۔ مگر ہوشیار اور دور اندیش سکندر نے ان کی اس شکست کو کافی نہ سمجھا اور ان کے فرار کو ناکافی قرار دیتے ہوئے ان کا تعاقب جاری رکھا، اس نے ان کی قوت نیست و نابود کر کے ان کی بستیوں کو روند ڈالا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری قوتیں ہیبت زدہ ہو گئیں اور وہ تمام شرائط جو سکندر کے حق میں تھیں منظور کر لیں۔

جب سکندر اس مہم سے حسب منشا فارغ ہو گیا تو اس نے اپنی دار السلطنت کو مراجعت کی، اس دوران سکندر دریائے ڈینوب کے دہانہ پر وحشی اقوام سے لڑتا رہا۔ جنوبی یونان میں بغاوت کا بازار گرم ہو گیا۔ یونان کے ایک مشہور

مصنف ڈیماستھنز نے سکندر کے برخلاف چند نظمیں لکھیں اور اپنی پر اثر اور جوش خیز تقریروں سے ملک میں بغاوت کی روح پھونک دی۔ اس بغاوت کی ابتدا شہر تھیبز سے ہوئی جہاں باغیوں نے سکندر کے عالم قلعہ دار کو قتل کر دیا اور خود اس شہر کے حاکم بن گئے۔ جن انہیں معلوم ہوا کہ سکندر مہم شمالی سے فارغ ہو کر کثیر التعداد فوج کے ساتھ یلغار کرتا ہوا ہماری جانب بڑھ رہا ہے تو وہ فوراً سکندر کے بہی خواہوں کو قلعے سے نکال کر خود قلعہ بند ہو گئے اور مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

کچھ دنوں تک تو وہ صرف شہر کا محاصرہ کیے ہوئے اس امید پر پڑا رہا کہ شاید اہل شہر صلح کے باب میں سلسلہ جنبانی کریں مگر جب اس طرف سے اس قسم کا کوئی واقعہ رونماہ ہوا تو سکندر نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم اپنی حرکات سے باز آ جاؤ، ناحق کشت و خون سے کیا حاصل مگر اس کا جواب خلاف توقع ملا، اہل شہر سکندر کے اس پیغام امن کو اس کی کمزوری سمجھ بیٹھے تھے، نتیجتاً بہت خونریزی کے بعد، سکندر شہر ایتھنز پر قابض ہو گیا، مگر لوگوں میں تا ہنوز بغاوت اور خود سری کا جذبہ کارفرما تھا، جس کے لیے اس زمانے کے دستور کے مطابق سکندر نے مناسب سمجھا کہ ان لوگوں کو کافی سزا دی جائے۔ مگر چونکہ طبعاً اور کریم النفس تھا، بڑی جرأت اور فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کو آزاد کر دیا، باوجود یہ کہ ایک کل خاندان اس کا دشمن اور باغی تھا، مگر ایک شخص ان میں اس کا طرف دار نکل جس کی بدولت، سکندر نے ان سب کو رہا کر دیا۔ ایک

شاعر کی بدولت جس کا تخلص ''پندار'' تھا، اس کے تمام قبیلے کو ار جس کسی کی اس نے سفارش کی، بخش دیا، اس کے بعد اور لوگ غلامی میں بیچ کر دیئے گئے اور مزید سزا کے لیے شہر کو بھی بالکل مسمار کر دیا، جب سکندر اعظم اس بغاوت کو فرو کر چکا تو وہ جنوب کی جانب روانہ ہوا، فتح مندی اور اقبال اس کا مقدر تھے، وہ جس شہر کے قریب پہنچتا، لوگ جوق در جوق اس کے پاس آتے اور اس کو اس کی عظیم فتوحات پر مبارک باد دیتے، ہر طرف سے اظہار اطاعت ہونے لگا اور جب اس نے دیکھ لیا کہ میرا سکہ خوب بیٹھ گیا ہے اور اب کسی میں سرتابی کی مجال نہیں تو اپنے دارالسلطنت مقدونیہ واپس چلا آیا اور یہاں آ کر ان فتوحات کی خوشی میں ایک جلسۂ جمشیدی منعقد کیا، جس کی تعریف کرنا مزید از امکان ہے مگر اس قدر بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ عقل مند اور دور اندیش سکندر اس قسم کے جلسوں اور تفریحوں میں بھی سیاسی مقاصد کو ملحوظ خاطر رکھتا تھا، وہ لوگوں کی طبع سے بھر واقف تھا اور ہمیشہ اپنی رعایا اور اپنی افواج کی تالیف قلوب کرتا رہتا تھا۔

اس جلسۂ جمشیدی میں اس نے لوگوں کو مذہب پسند اور جوشیلے کام کرتا دیکھ کر بہت سے ایسے کام کیے جن کا تعلق نہ صرف مذہب سے تھا بلکہ ان کاموں نے رعایا کی وفاداری پر خاطر خواہ اثر چھوڑا۔ مثلاً اس نے بہت سے دیوتاؤں کے آگے قربانیاں پیش کیں۔ چند عابد بنائے اور ان مذہبی پیشواؤں کے وظیفے مقرر کیے۔ ان جلسوں سے فارغ ہو کر سکندر نے جب اپنے **ملک** کا

انتظام بحسن وجوہ کر لیا تو اس نے ایشیائی مہم کی تیاریاں شروع کر دی جو اتنی مدت سے ان خانگی بغاوتوں کی وجہ سے معرض التوا میں پڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

نہ مرنے والا دیوتا

قدیم زمانوں میں لوگ بڑی عقیدت سے اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ ان کا مستقبل دیوتاؤں کے ہاتھوں میں ہے فلسفیوں اور شاعروں نے ان دیوی دیوتاؤں کے بارے میں کہا ہے کہ وہ قدرت اور زندگی کے ہر پہلو پر حکومت کرتے تھے ان میں موسم کے دیوتا، سمندر کے دیوتا، عقل کے دیوتا محبت اور شادی کی دیویاں، مختلف لوگوں نے اپنے تخیل سے ان کی مختلف شکلیں پیش کی ہیں، ان دیوی دیوتاؤں کا ذکر اس قدر ہورہا ہے کہ موجودہ عہد کا انسان ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکا ہے۔ انگریزی کیلنڈر کے بارہ مہینوں کے نام انہی ناموں کی پیداوار ہیں۔ اسی عقیدت کے تحت کہا جاتا ہے کہ (زیوس) Zeus یونانی دنیا کا سب سے بڑا دیوتا تھا جو اولمپس (Olympus) پہاڑ پر واقع ایک محل سے حکومت کرتا تھا، جب دیوتا ناراض ہوتا تھا تو عقیدہ یہ تھا کہ گرج چمک کے ساتھ موسلا دھار بارش ہوتی تھی اس زمانے کے آرٹ کے فن پاروں میں اس دیوتا کو دیوتاؤں کی اسمبلی کی صدارت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے پرانی کہانیوں کے مطابق سکندر آمون کا پیروکار تھا، آمون کا بڑا مصری دیوتا تا۔ یونانی اسے زیوس آمون کے نام سے پکارتے تھے۔

جو فوج سکندر کے باپ نے اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے تیار کی تھی اسے

سکندر نے اپنی کامیابی کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کیا لیکن وہ اس فوج کی حفاظت نہ کر سکا اور اس کو ایسی ایسی مہمات اور کٹھن منزلوں کی طرف دھکیل دیا کہ دریائے دجلہ سے روانہ ہونے کے بعد مقدونوی کسی میدان جنگ میں نہ اتری۔ کچھ مقدونوی عظمت رفتہ کی نشانی کے طور پر رہ گئے تھے۔

ایشیا کی طرف روانگی

سن 334 قبل مسیح میں اپریل کی ایک صبح مقدونیہ کا سکندر اپنی فوج لے کر پہلے سے کبھی نہ واپس آنے کے چل پڑا ایک رات پہلے 22 سالہ حکمران نے ایک الوداعی شام کے ڈھلتے سائے تلے منعقد ایک عشائیے میں اولمپیس کو خدا حافظ کہا تھا اور اپنے وفادار جرنیل اینٹی پیٹر کو اپنی غیر حاضری میں مقدونیہ کا وائسرائے مقرر کیا تھا۔

فوج جو 30 ہزار پیدل نفوس اور 5 ہزار گھڑ سوار دستوں پر مشتمل تھی درہ دانیال کے راستے مغرب کی طرف چل پڑی اس کا پہلا واسطہ ایرانیوں سے پڑنے جا رہا تھا جو ایک اندازے کے مطابق 10 لاکھ اسپ بردار فوج پر مشتمل تھے اس وقت کسی نے سکندر کے اس قدم کو بے وقوفی اور لاپرواہی سے تعبیر کیا ہوگا۔ سکندر نے انتظار کرنے کی ہر تجویز / مشورے نظر انداز کر دیئے اسے شادی کرنے کا مشورہ دیا گیا تا کہ حملہ شروع کرنے سے پہلے ایک وارث کا انتظام ہو جائے لیکن اس نے شادی کرنے سے انکار کر دیا، خزانہ چونکہ خالی تھا اس لیے یہ حملہ کرنے سے پہلے اسے کچھ پیسہ ادھار لینا پڑا۔ اس کی فوج کے

پاس ایک ماہ کا راشن موجود تھا۔ ان حالات میں اس کی فوج بڑے بامقصد طریقے سے آگے بڑھتی گئی 20 دن میں سیسٹوز کی بندرگاہ کی طرف 350 میل کا فاصلہ طے کیا گیا راستے کے درمیان میں پہنچ کر ایک بھینسے کی قربانی کی گئی۔ یہ قربانی سمندری دیوتا پوسائیڈون (Poseidon) کو خوش کرنے کے لیے کی گئی۔ سکندر نے سونے کے برتن سے شراب سمندر کی لہروں میں الٹائی اور پھر عزت کے طور پر یہ برتن سمندر کی طرف اچھال دیا، کنارے پر اترنے کے فوراً بعد سکندر کی فوجوں کو راستے میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے سے واسطہ پڑا، یہ ٹیلے ساخت میں نرم نہیں تھے بلکہ ایسے تھے کہ جب ان پر پاؤں پڑ جائے تو ایسا لگے جیسے کیچڑ میں یا کچی برف میں پاؤں ڈال دیئے ہوں حکمت عملی یہ تھی کہ سفر مسافت کے لحاظ سے طے کیا جاتا تھا یا پانی کی قلت مجبور کر دیتی تھی کہ طویل سفر بھی کیا جائے۔ جب لشکر کر رات کے وقت کوچ کا حکم دیا جاتا تو پھر اسے رات ہی میں مکمل کر لیا جاتا، صبح کے وقت پانی میسر آ جاتا تھا اس طرح لشکریوں کو زیادہ مشکلات درپیش نہیں ہوتی تھیں لیکن دن کے سفر میں سورج کی تپش سب سے بڑا مسئلہ ہوتی تھی اور انہیں آگ اگلتے سورج کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس وقت پیاس سب سے بڑا مسئلہ ہوتی تھی۔

انسانوں کے ساتھ ساتھ گھوڑے اور خچر بھی متاثر ہوتے تھے خصوصاً پہاڑوں میں چڑھائی اور اترائی کے وقت اور سڑکوں کی ناہمواری اور ناپختگی کی وجہ سے ان بے چاروں پر ایک افتاد پڑی ہوئی تھی، اس پر بلائے ناگہانی

مزید یہ کہ چند سپاہیوں نے بھوک اور پیاس کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنے بوجھ اٹھانے والے لدو جانوروں کو مار ڈالا، یہ یونانی قانون کی صریحاً خلاف ورزی تھی، اپنے آپ کو قانونی کاروائی اور سزا سے بچانے کے لیے ان سب نے یکساں موقف اختیار کر لیا اور بہت سے گھوڑوں اور خچروں کا قتل عام کر کے ان کا گوشت کھا گئے ان سب کا مشترکہ بیان یہ تھا کہ وہ جانور پیاس، گرمی کی تپش اور لو سے ہلاک ہو گئے وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو ان کے بیان کی سچائی تلاش کرتا اور ان کی گوشمالی کرتا ان واقعات کی دو وجوہات بیان کی گئیں ہیں۔

۱: تمام افراد ایک جیسی مایوسی اور ذہنی دباؤ کی کیفیت کا شکار تھے۔

۲: تمام افراد ایک جیسے جرم کے مرتکب ہوئے تھے۔

انھوں نے ایسا کیوں کیا یہ سب کچھ سکندر کے علم میں تھا اور یہ ممکن بھی نہ تھا کہ ایسی خبر سکندر کے علم میں نہ آتی لیکن اس نے محسوس کیا کہ موجودہ حالات میں یہ بہترین علاج ہے کہ اپنے آپ کو لاعلم ہی باور کرایا جائے وگرنہ کچھ نہ کر سکنے کی صورت میں آئندہ کے لیے ایسا فعل اجازت تصور کیا جاتا اس بات کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ کوئی احکامات بھی ایسے فوجیوں تک پہنچانا آسان نہ تھا جو مختلف بیماریوں میں مبتلا تھے یا راستے میں گرمی کی وجہ سے، سامان اٹھانے والے جانوروں کی وجہ سے اور ریت میں سامان والی ویگنوں کو گھسیٹنے میں مشکل کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے، اس وقت کے ذرائع نقل و حمل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ایک صائب فیصلہ نظر آتا ہے۔ ریت کی گہرائی کی وجہ سے، ویگنوں کو

ساتھ لے کر چلنا نہایت دشوار کام تھا، جبکہ ان کے لیے راستے کا انتخاب مال بردار گاڑیوں کی آسانی کے لحاظ سے منتخب کیا گیا تھا۔ کچھ بیماری کی جوہ سے راستے میں ہی پیچھے رہ گئے، کچھ کمزوری کے سبب اور کچھ گرمی کی وجہ سے فاقہ کشی کا شکار ہو کر بھٹک گئے وہاں ایسا کوئی نہیں تھا انہیں راستہ دکھاتا یا ان کے ساتھ بیماری میں ہمدردی کرتا، چونکہ تمام مہم جوئی جلدی جلدی کے نظریئے کی بنیاد پر تھی اس لیے لشکر میں ہر فرد کی دیکھ بھال کا کوئی انتظام نہ تھا مجموعی طور پر تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام کیا گیا تھا لیکن فرداً فرداً توجہ کا کوئی نظام موجود نہ تھا۔ جیسا کہ لشکر کے کوچ کا پروگرام اکثر راتوں کو ہی تھا بہت سے افراد پر نیند کا غلبہ انہیں سڑک پر ہی آلیتا تھا، جاگنے پر وہ لشکر کے راستوں پر چلتے ہوئے جا ملتے تھے لیکن ان میں چند ہی پہنچ پاتے تھے اکثریت سمندر میں تباہ شدہ جہاز کی طرح ریت کے سمندر میں غرق ہو جاتے تھے۔

اُفتاد

فوج پر ایک دوسری افتاد یہ پڑی جس نے لشکریوں، گھوڑوں اور ان کے لدو جانوروں پر انتہائی مایوسی اور غم کے اثرات چھوڑے۔ ایک جگہ جس کا نام گدڑوسیز تھا وہاں کا موسم اس طرح کا تھا کہ کبھی کبھار چلنے والی تیز ہوائیں اپنے ساتھ بارش لے کر آتی تھیں لیکن یہ بارش میدانوں میں کم اور پہاڑوں پر زیادہ ہوتی تھی جہاں پر بارش سے بھرے بادل اٹک جاتے تھے اور آگے میدانوں تک کم ہی جاتے تھے، ایک موقع پر جب فوج نے پانی کے حصول کی

خاطر ایک چھوٹی سی ندی کے پاس پڑاؤ کیا، یہ جگہ جسے ٹوبہ کہنا مناسب ہوگا، سردیوں کے بارش کے پانی کا مسکن تھا اگلی ہی رات، پہاڑوں پر ہونے والی بارش نے اس ٹوبے کو بھر دیا، فوجیوں نے وہاں خیمے گاڑتے وقت اس نقطے کو نظر انداز کر دیا تھا اس سیلابی ندی میں اس حد تک ابال آیا کہ یہ ایک عظیم سیلاب کا روپ دھارتے ہوئے خیموں میں سوئے ہوئے سپاہیوں کے بیوی بچوں کو بہا کر لے گیا، ان قیمتی جانوروں کے ساتھ ساتھ شاہی مال و اسباب اور سامان اٹھانے والے جانوروں کی ایک کثیر تعداد بھی اس بلائے ناگہانی کی نظر ہوگئی ان سب کو بچانے کی تگ و دو اور بھگدڑ نے سپاہیوں کو اتنا حواس باختہ کر دیا کہ بڑی مشکل سے انہوں نے اپنا آپ اور اپنے ہتھیار بچائے۔

دھوپ کی شدید تپش اور پھر پیاس نے لشکر جرار کو اس قدر ادھ موا کر دیا کہ جب بھی انہیں پینے کے لیے وافر پانی کثرت سے دستیاب ہوا تو انہوں نے اپنی بھوک کو نظر انداز کر کے صرف پانی پر ہی اکتفا کیا، نتیجے کے طور پر پانی کی زیادتی کی وجہ سے لشکر کی ایک کثیر تعداد بیماریوں کا شکار ہو کر ضائع ہوگئی۔ یہی وجہ تھی کہ سکندر اپنا کیمپ پانی کے اتنا نزدیک نہیں رکھتا تھا اور کم از کم Stades 20 کا فاصلہ رکھتا تھا تا کہ انسان اور جانور ایک ہجوم کی شکل میں دریا میں نہ گھس جائیں اور دوسروں کے حصے کا پانی بھی چشموں یا ندیوں سے نہ پی جائیں کیونکہ پیاس کی حالت میں انہیں اپنے آپ پر کنٹرول نہیں ہوتا تھا۔

سکندر کا شاندار طرزِ عمل

میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے سکندر کے ان نیک کاموں پر صرف نظر کر جاؤں جو اس نے کسی بھی سرزمین پر اپنے دشمنوں کی تلاش کا کام کرتے ہوئے سر انجام دیئے۔ چاہے وہ بیسوس (Bessus) کا دریائے Oxus کے صحرا میں پیچھا ہو یا افریقہ کے صحرا میں دارا کا تعاقب۔

لشکر ریت سے اَٹے راستے پر صحرا میں چلتے ہوئے اپنی راہ گزر تلاش کر رہا تھا، سروں پر سورج آگ برسا رہا تھا لیکن لشکر کے رکنے کے ابھی کوئی آثار نہیں تھے کیونکہ وہ پانی کے کسی مقام پر پہنچ کر ہی دم لینا چاہتا تھا، سکندر بھی حالات کی سختی کا شکار تھا، اسے لشکر کو پیدل چلانے میں شدید دشواری پیش آ رہی تھی، اسے اندازہ تھا کہ سفر کی سختیوں کے علاوہ اس کے سپاہیوں کو مایوسیوں نے آن گھیرا ہے۔ ان حالات میں کچھ سرپھرے پانی کی تلاش میں لشکر سے دور چلے جاتے اور کہیں نہ کہیں سے اگر انہیں پانی کا کوئی چھوٹا بڑا ذخیرہ مل بھی جاتا تو سیدھے سکندر کے پاس اس طرح واپس آتے جیسے انہیں کوئی مفید چیز یا خزانہ مل گیا ہو جیسے ہی وہ بادشاہ تک پہنچتے، پانی کو ایک ہیلمٹ میں ڈال لیتے اور اس تک لے کر جاتے، بادشاہ اسے لیتا، پانی لانے والے کی تعریف کرتا اور سب کے سامنے فوراً اس پانی کو زمین پر پھینک دیتا بادشاہ کے اس عمل کے نتیجے میں سب لشکریوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی اور انہیں ایسا محسوس ہوتا جیسے بادشاہ کے زمین پر پانی گرا دینے سے سب کی پیاس بجھ گئی ہے۔ اس واقع سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ سکندر میں برداشت کی صلاحیت، ضبط اور لیڈر

شپ کی صلاحیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دوران سفر پیش آنے والا ایک واقعہ سکندر کی شاندار قیادت کی روشن مثال ہے لشکر کے آگے آگے چلنے والے فوجی گائیڈز نے اپنے طور پر کوشش کرنے کے بعد بالآخر اعلان کیا کہ ریت پر چلنے والی ہواؤں نے ریت پر سے راستے کے نشان مٹا دیئے ہیں جس سے انہیں ٹھیک سمت میں آگے بڑھنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ عام طور پر راستے میں پائے جانے والے درخت جو رہنمائی کا کام کرتے ہیں یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی نظر نہیں آ رہیں، رات کے وقت ستاروں کی مدد سے سفر کرنے یا دن کے وقت سورج کی مدد سے سفر کرنے کی انہیں کوئی مشق نہیں تھی جیسا کہ سمندر میں سفر کرنے والے ملاح یہ حکمت عملی اپناتے رہے ہیں یہ سن کر سکندر نے خود فوج کو راستہ دکھانے کا بیڑا اٹھایا، اپنی سوچ سے فوج کو دائیں طرف موڑا اور چند گھڑسواروں کے ساتھ فوج کے آگے آگے چلتا رہا، جب گھوڑے سورج کی تمازت اور تپش سے نڈھال ہو رہے تھے اور اس کے آدمیوں کی کثیر تعداد پیچھے رہ گئی تھی، وہ آگے بڑھتا چلا گیا جبکہ اس کے ساتھ صرف پانچ افراد رہ گئے تھے آخر کار وہ سمندر تک جا پہنچا۔ سمندر کے کنارے کے ساتھ چلتے ہوئے، اس نے تازہ اور صاف پانی تلاش کرلیا، واپس پلٹا اور تمام لشکر کو پانی مہیا کیا، سات دنوں تک لشکر نے سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے، اپنے آپ کو پانی سے خوب سیراب کیا، اس کے بعد سکندر ایک اندرونی مہم کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ اس مقام سے گائیڈ آگے جانے کا راستہ

جانتے تھے۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

کارمانیا کی طرف مارچ

گورنروں کی سرزنش

سکندر جب گڈروسیہ کے دارالحکومت پہنچا تو اس نے اپنی فوج کو آرام دیا۔ اس نے ایکوفینز کو گورنری سے سبکدوش کر دیا کیونکہ اسے پتہ چلا تھا کہ اس نے بادشاہ کی ہدایات کو نظر انداز کیا تھا، اس کی جگہ تھواس کو اس ضلع کا گورنر مقرر کیا گیا لیکن وہ بیمار پڑا اور مر گیا، ساپرٹیس نے اس کی جگہ لی یہی وہ شخصیت تھی جسے بعد میں سکندر نے کارمانیا کا گورنر مقرر کیا اور اراچوٹیز اور گڈروسیہ کا اقتدار بھی نواز گیا کچھ عرصہ بعد فائیڈوفینز کے بیٹے لیپولس کا کارمانیا دے دیا گیا جب بادشاہ کو خبر ملیں کہ انڈیز کے گورنر فلپ کے خلاف سازشیں عروج پر ہیں اور اس کو قتل کر دیا گیا ہے، تو بادشاہ نے امانیا کی طرف بڑھنے کا قصد کیا لیکن فلپ کے مقدونیہ نژاد محافظوں نے گورنر فلپ کے قاتلین کو پکڑ لیا تھا اور تختہ دار پر لٹکا دیا تھا جب اسے اس بات کا پتہ چلا تو اس نے انڈیا سے لے کر یوڈیمس اور ٹیکسائیلو تک ایک حکمنامہ جاری کیا کہ وہ فلپ کی زیرِ سرکردگی آنے والے علاقے کے نظم و نسق پر نظر رکھیں اس دوران وہ ان علاقوں کے لیے ایک گورنر تعینات کرے گا۔

جب بادشاہ کارمانیا پہنچا، کرٹیس (Curtius) فوج اور ہاتھیوں کے ایک

لشکر جرار کے ساتھ ملنے آیا، وہ اپنے ساتھ ایک ایسے باغی کو لے کر آیا جس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت اور انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی تھی اس باغی کا نام آرڈینز تھا وھدر (Thither)، زار تجینز اور نامور جرنیل سائیٹیکلز کے خلاف بہت سی شکایات سامنے لائیں گئیں جیسے مندر لوٹے گئے، پرانے مقبروں کو تاراج کیا گیا، رعایا کو ظلم، استبداد کا نشانہ بنایا اس کے علاوہ بے شمار ظلم کی داستانیں بیان کی گئیں۔ الزامات ثابت ہونے پر ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کریٹس کے مطابق کلینڈر اور اس کے قریبی ساتھیوں کو قتل کرنے کی بجائے پابند سلاسل کر دیا گیا جبکہ چھ سو کے قریب سپاہی جنہوں نے ظلم و زیادتی کا بازار گرم کرنے میں احکام پر عمل درآمد کیا تھا، قتل کر دیئے گئے، کریٹس لکھتا ہے کہ سمینڈر کی جاں بخشی کر دی گئی تا کہ وہ پرمینیو (Permenio) کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے بہر حال ان تاریخی واقعات کے پیچھے حقیقت کچھ بھی ہو، سزا، جزا کے اس عمل میں ایک حکمت کارفرما نظر آتی ہے کہ گورنر اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر سرانجام دیں اور فرائض سے غافل نہ ہوں۔

ان انتظامی اقدامات سے سکندر نے اپنے مفتوحہ علاقوں یا ان قوموں پر جنہوں نے اپنی مرضی سے اطاعت قبول کی تھی، اپنی حاکمیت اعلیٰ احسن طریقے سے برقرار رکھی اور مقدونیوں کو ایرانیوں کے درمیان تعلقات اور اقتدار میں شرکت کا ایک مشترکہ احساس پیدا کیا۔

ایک عام اندازے کے مطابق بادشاہ کی طرف سے دیئے گئے ایک عشائیے میں شرکت کرنے والوں کی تعداد 9000 سے زیادہ تھی وہ تمام ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے اس کے بعد انہوں نے اپالو کے لیے شکریہ کا نغمہ گایا یا اس زمانے کی روایات کے مطابق، ایسا گانا جنگوں سے پہلے اور بعد میں اور عشائیے کے بعد اجتماعی طور پر گایا جاتا تھا۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

سکندر کے اہم احکام

اینٹی پیٹر اور اولیمپئیس کریٹس کے ساتھ دس ہزار مقدونیوں کی واپسی

جو مقدونی عمر کے سبب یا کسی دوسری وجہ سے فوجی ذمہ داری کے قابل نہیں رہے تھے ان کو ان کی مرضی سے واپس بھیج دیا گیا ایسے افراد کی تعداد دس ہزار تھی بقول ان کے سکندر نے ان کو اس عرصے کی تنخواہ دی جس کے دوران انہوں نے فوجی خدمات سرانجام دی تھیں اور مستقبل کے لیے گزارہ دیا تاکہ وہ اس رقم کو خرچ کر کے باحفاظت گھر واپس پہنچ کر عزت کی زندگی گزار سکیں۔ تنخواہ کی یہ رقم آج کے برطانوی سکۂ رائج الوقت کے مطابق 240پاؤنڈ بنتی تھی۔

سکندر کے لازوال احکام میں سے ایک حکم ایسا تھا جو اس کی دوراندیشی کا مظہر تھا اس کا حکم یہ تھا کہ لشکریوں میں سے جن افراد کے ایشیائی خواتین میں سے بچے ہیں وہ ان بچوں کو ان کی ماؤں کے پاس پیچھے چھوڑ جائیں اور نہ ان کے غیر ملکی بچے مقدونیہ پہنچ کر مقامی عورتوں کے بطن سے پیدا کیے ہوئے بچوں کے ساتھ نسلی اختلاف کا باعث بنیں گے ان بچوں کو جن کو ان کی ماؤں کے پاس چھوڑا جائے گا، بہتر تعلیم سے آراستہ کیا جائے گا بلکہ ان کو جنگی تربیت بھی دی جائے گی، سکندر نے اپنے حکم میں ان بچوں سے وعدہ کیا کہ سن

بلوغت کو پہنچنے پر انہیں مقدونیہ میں ان کے باپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اگر چہ اس کے حکم میں کیے گئے اکثر وعدوں کی تکمیل غیر یقینی تھی کیونکہ وہ اپنی اگلی مہمات پر روانہ ہو رہا تھا لیکن اس کے سکندری فرمان میں سے ایک قسم کی شفقت پوشیدہ تھی اور ان لوگوں سے اپنی دوستی کے اظہار کے طور پر، سکندر نے ان کے ساتھ اپنا سب سے معتمد جرنیل کریٹرس سرپرست کے طور پر بھیجا، ان لوگوں کو (الوداعی سیلوٹ) کرتے وقت اس کی آنکھیں آبدیدہ تھیں اس نے کریٹس کو حکم دیا کہ ان دس ہزار افراد کو واپس لے کر جائے اور انہیں چھوڑنے کے بعد مقدونیہ، تھریس اور تھیبیس کی حکومت سنبھال کر یونانیوں کی آزادی کو یقینی بنائے اس کا دوسرا حکم اینٹی پیٹر کو تھا کہ وہ مقدونیہ سے فارغ کیے گئے دس ہزار افراد کے متبادل کے طور پر جوان اور مردانگی کی عمر تک پہنچنے والے افراد کو لے کر پہنچے اس نے پولی سپر چون (Polysperchon) کو کریٹرس (Craterus) کا نائب کمان بنا کر بھیجا تا کہ کسی مشکل کی صورت میں (کیونکہ کریٹرس خرابی صحت کا شکار رہتا تھا) بھیجے جانے والے افراد کو کسی جنرل کی ضرورت نہ پڑے۔ دوسری طرف مقدونیہ میں ایک خفیہ رپورٹ کے مطابق سکندر کے احکامات پر اس کا ماں کا اثر بڑھ رہا تھا کیونکہ اس کی ماں کا اینٹی پیٹر سے جھگڑا چل رہا تھا ان حالات میں سکندر اینٹی پیٹر کو مقدونیہ سے ہٹانا چاہتا تھا، اس میں سکندر کے لیے بے عزتی کا عنصر نہیں تھا بلکہ وہ اینٹی پیٹر کو کسی بھی ناخوشگوار صورت حال کے اثرات سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا سکندر

کے پاس اس کی ماں کی سرکاری امور میں مداخلت کی شکایات **مسلسل** آ رہی تھیں کہ وہ دس مہینوں سے مکان کے کرائے کے ضمن میں کثیر رقم لے رہی ہے ملکہ نے لکھا کہ اینٹی پیٹر اپنے خیالات اور رویئے میں لاپرواہی سے کام لیتا ہے اور وہ دربار میں بھول جاتا ہے کہ اسے کس نے اس عہدے پر بٹھایا ہے، وہ یونانیوں اور مقدونیوں میں نہایت اعلیٰ درجے کا خواہش مند ہے۔ شاہی وقار کے ضمن میں سکندر کے لیے ان رپورٹوں میں کافی وزن تھا۔ بہر حال اس پس منظر میں، بادشاہ کا کوئی بیان تاریخ میں نہیں ملتا جس سے اندازہ ہو کہ سکندر کی نظر میں اینٹی پیٹر کے مقام میں پہلے کی نسبت کوئی فرق آیا ہو۔

☆☆☆

عہد سکندر میں عربوں کی حالت

نیرکس کا سفر

اس زمانے کی مصدقہ رپورٹوں کے مطابق، سکندر نے سنا کہ عرب یورنیس اور ڈائیونیسس، دو خداؤں کی پوجا کرتے تھے یورنیس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ انسانی آنکھ کو دکھائی دیتا ہے اور اس میں سورج جیسی قدرتی چمک موجود ہے جس سے تمام انسانوں کو براہ راست فائدہ پہنچتا ہے سکندر جس کی وجہ شہرت، اس کی ہندوستان کی طرف مہم جوئی تھی۔ وہ اپنے بارے میں یہ رائے رکھتا تھا کہ عربوں کو اسے تیسرے خدا کی حیثیت سے مان لینا چاہیے کیونکہ اس کے کارنامے (بقول اس کے) کسی طرح ڈائیونیس سے کم نہ تھے اس کی خواہش تھی کہ عربوں کی سرزمین فتح کرنے کے بعد، وہ عربوں کو اس بات کی آزادی دے گا کہ وہ اپنی روایات کے مطابق اپنی حکومت بنا سکتے ہیں یہی رعایت اس نے (ہندوستان میں) ہندوستانیوں کو دی تھی۔ زمین کی زرخیزی نے بھی سکندر کو حملہ کرنے کی کافی ترغیب دی کیونکہ اس نے سنا تھا کہ وہاں کے لوگ جھیلوں سے قیمتی جواہرات نکالتے ہیں، درختوں سے Frankincense اور Myrrl ملتا ہے، Cinnamor Sleeps سے نکالا جاتا ہے اور چراگاہیں کوئی بیج بوئے بغیر بہترین، گھنی اور سبز گھاس اگاتی ہیں

جہاں تک **ملک** کے رقبے کا تعلق تھا، اس کو بتایا گیا کہ عرب کا سمندری علاقہ ہندوستان سے کسی طور کم نہ تھا اس میں بہت سے جزیرے تھے **ملک** میں کئی بندرگاہیں تھیں جو پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کے بحری جہازوں کو لنگر اندازی کے لیے کافی تھیں سکندر کے پاس یہ اطلاع بھی تھی کہ دریائے فرات کے دہانے پر سمندر میں دو جزیرے واقع ہیں۔ ایک جزیرہ اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں سے دریا کا پانی سمندر میں گرتا تھا یہ جگہ کنارے سے اور دریا کے دہانے سے 120 سٹیڈز (17 میل تقریباً) کے فاصلے پر تھی۔ یہ جگہ ہر قسم کی عمارتی لکڑی کے کاٹھ کباڑ سے بھری ہوئی تھی یہاں پر آرٹیمز کا مندر بھی تھا جس کے اردگرد رہنے والوں نے یہاں پر زندگیاں گزاردیں اس جزیرے کے بارے میں ایک دلچسپ بات بیان کی جاتی ہے کہ اس جگہ جنگل بکریوں اور بھیڑوں کو امان تھی، آرٹیمز کے مندر جتنا علاقہ اس جنگلی حیات کے لیے مخصوص کر دیا گیا تھا اس علاقے کے اندر ان جانوروں کا پیچھا کرنا اور ان کا شکار کرنا غیر قانونی تھا اگر کوئی دیوی کے لیے قربانی پیش کرنا چاہتا تھا تو اسے اجازت تھی کہ وہ ان میں سے کسی کا شکار کر سکتا تھا۔ ارسٹوبولس (Aristobulus) لکھتا ہے کہ سکندر نے حکم دیا کہ اس جزیرے کو ایکارس (Icarus) کے نام سے پکارا جائے۔ اسی نام کا جزیرہ ایگائل کے سمندر میں واقع تھا۔

ٹائلس کا تاریخی جزیرہ

دوسرا جزیرہ دریائے فرات کے دہانے سے ایک بحری جہاز کے ذریعے ایک دن اور رات کی مسافت پر تھا، اس کا نام ٹائلس تھا یہ نسبتاً ایک بڑا جزیرہ تھا جس میں جنگل یا لکڑی کی موجودگی کا ماحول نہ تھا، اس کی فضا مناسب موسم میں پھلوں کی کاشت کے لیے موزوں تھی یہ اطلاعات سکندر کو آرکیبا س کی طرف سے فراہم کی گئی تھیں جسے عرب کی طرف جانے والے سمندر راستے کی تحقیق کے لیے بھیجا گیا تھا وہ ٹائیلس کے جزیرے تک گیا لیکن اس سے آگے نہیں جا سکا۔ اس کے بعد وہ علیحدہ علیحدہ مہمات روانہ کی گئیں جن کو سارے جزیرہ عرب بشمول مصر تک کے حالات، واقعات کی تفصیلات بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا یہ مہمات ان مقامات تک تو نہ جا سکیں لیکن انہوں نے طویل مسافتیں طے کیں اور واپسی پر سکندر کو بتایا کہ جزیرہ نما عرب رقبے میں بڑا ہے اور ہندوستانیوں کے ملک سے رقبے میں تھوڑا ہی کم ہے، اس کا رقبہ عظیم سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔

نیرکس نے ہندوستان سے واپسی پر اپنے سمندری سفر کی تفصیلات بیان کی ہیں اور لکھتا ہے کہ اس کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے یہ دیکھے کہ علاقے کیسے ہیں، کون لوگ آباد ہیں، ان کی سماجی رسومات اور روایات کیا ہیں، کون کون سے دریا بہتے ہیں موسمی حالات کس حد تک موزوں ہیں، زرخیزی کیسی ہے؟

سکندر کی بھیجی ہوئی سمندری مہمات بحفاظت لوٹ آئیں کیونکہ انہوں

نے عرب کے صحراؤں سے ہٹ کر سفر کیا تھا۔

فیثا غورث اور موت کی پیشین گوئی

سکندر کے عہد کا مورخ ارسطوبولس واقعہ یوں لکھتا ہے کہ آپا لوڈوڑس جو سکندر کے ان جرنیلوں میں سے ایک تھا جس کو بابی لون کے گورنر مزائیس کے ساتھ چھوڑا گیا تھا جب اس نے بادشاہ کی ہندوستان سے واپسی پر اس کی فوجوں میں شمولیت کی تو اس نے دیکھا کہ بادشاہ اپنے گورنروں کے ساتھ جو مختلف ملکوں میں لگائے گئے تھے، انتہائی درشت طریقے سے پیش آتا تھا۔ ان حالات میں میں آپا لوڈوڑس نے اپنے بھائی فیثا غورث کو لکھا کہ وہ حساب لگائے اور دیکھے کہ آیا وہ محفوظ ہے اور اس کے مستقبل کو کوئی اندیشہ تو لاحق نہیں فیثا غورث نے جواب میں لکھا کہ کسی خاص شخص سے اندیشہ ہے تو اس کا نام لکھیں پھر مستقبل بتایا جا سکتا ہے، آپا لوڈوڑس نے جوابی خط میں ہیفا شن اور بارشاہ کا نام لکھ دیا۔

فیثا غورث اس زمانے کا بہترین مستقبل شناس مانا جاتا تھا وہ مستقبل کا علم جانوروں کے اندرونی اجزاء کے معائنے سے اخذ کیا کرتا تھا فیثا غورث نے ہیفا شن کے مستقبل کا معاملہ اٹھایا اور قربانی کی رسم ادا کی۔ قربان کیے جانے والے جانور کے جگر پر لوب نہیں تھا اس نے یہ حقیقت ایک سیل شدہ (Sealed) خط میں لکھ کر، اپنے بھائی کو بابی بون سے بٹانا بھیج دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ ڈالا کہ ہیفا شن کے لیے گھبرانے کی ہرگز کوئی بات نہیں، وہ جلد ہی

مصیبتوں سے باہر نکل آئے گا۔

ارسٹوبولس رقم طراز ہے کہ آپالوڈورس کو یہ خط ہیفاشن کی موت سے اک دن پہلے وصول ہوا۔

فیثاغورث نے سکندر کے مستقبل کا حال جاننے کے لیے قربانی کی رسم ادا کی اور جب حسب طریقہ قربانی کے جانوروں کا جگر دیکھا تو اس کے جگر پر لوب نہیں تھا اس نے اپنی پیشین گوئی اسی طرح اپنے بھائی اپالوڈورس کو بھیج دی اپالو نے یہ اطلاع سکندر سے نہیں چھپائی بلکہ اس کے ساتھ تعلقات کے کھچاؤ کو کم کرنے کے لیے اس کو من وعن سنا دی، بادشاہ نے اس کی تعریف کی اور جب وہ بابلی لون میں داخل ہوا تو اس نے فیثاغورث سے دریافت کیا کہ اس نے کون سا ایسا اشارہ دیکھا تھا جس کی بنیاد پر اس نے یہ نتیجہ نکالا تو اس نے جواب دیا کہ اس کے قربان کیے جانور کے جگر اوپر لوب نہیں تھا، سکندر نے پوچھا اس کا کیا مطلب بنتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ خطرناک انجام کی طرف اشارہ ہے۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس بنا پر اس کا احترام کیا کہ اس نے سچ کو جھوٹ کا پردہ نہیں پہنایا اور اسے سچائی صاف صاف بتادی۔

ارسٹوبولس لکھتا ہے کہ سکندر نے یہ کہانی خود فیثاغورث سے سنی اور یہ بھی بتایا کہ یہی وہ قسمت کا حال بتانے والا شخص ہے جس نے پرڈیکاس اور اس کے بعد اینٹی گونس کے لیے اسی اشارے کی بنیاد پر فیصلہ دیا تھا پرڈیکاس ٹولمی

(Tolmy) کی فوجوں سے لڑتا ہوا مارا گیا اور انٹی گونس اپسس کے مقام پر سیلوکس اور لیسیماکس کے خلاف جنگ میں کام آیا۔

* * *

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ایرانی ایمپائر

گاگامیلا کی جنگ کے بارے میں ڈبلیو ڈبلیو ٹارن ہمیں بتاتا ہے کہ آرئین کی بیان کردہ تفصیلات یا واقعات کی ترتیب ہمیشہ سے واضح نہیں رہی ہے، وہ ٹولمی کے بیان کردہ واقعات پر انحصار کرتا ہے اور کئی مواقع پر واقعات کے تناظر میں جانے کے لیے کرٹیس سے بھی مدد لیتا ہے جبکہ کرٹیس کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ ٹولمی اور تاجروں سے واقعات کے ضمن میں مکمل تفصیلات حاصل کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ کرٹیس کے بیان کردہ کئی سچے واقعات پڑھنے کے بعد ہی آرئین کی رقم کردہ تاریخ ہضم ہوتی ہے۔ ڈیوڈورس کا تجربہ بیان کی چاشنی اور لفاظی تک محدود ہے وہ ٹولمی پر انحصار نہیں کرتا بلکہ تاجروں کے سطور تاریخی ماخذ کو نظر انداز نہیں کرتا۔ بہرحال کرٹیس، ڈیوڈورس اور پلوٹارچ کی رقم کردہ تاریخ میں تضادات پائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ڈیوڈورس سکندر اور ڈیریس کے درمیان جنگ کا واقعہ بیان کرتا ہے جس میں دونوں فریقوں کے درمیان شش و پنج پایا جاتا تھا۔ میزائس ایک ہزار گھڑسوار سکندر کا کیمپ تباہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے ڈیوڈورس لکھتا ہے کہ کیمپ میں لوٹ مار کے ذمہ دار سیکتینز اور کیڈوسینز تھے جبکہ کرٹیس اسے ایک موقع پر سیکتینز (Scathians) اور دوسری جگہ پر بکٹریز (Bactarians) کا کام قرار دیتا ہے۔

ایرانیوں نے الیسوس کی جنگ میں پیدل فوج کی بنیاد پر جنگ لڑنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ گاگامیلہ کی جنگ میں انہوں نے گھڑسواروں اور چیریٹ کی مدد سے جنگ کرنے کی ٹھانی۔

آرئین لکھتا ہے کہ ان کی فوج نشیب کی طرف تھی لیکن ان کی صف بندی سکندر سے زیادہ تھی اور دائیں طرف آگے بڑھنے کی صورت میں وہ بائیں طرف کے لشکر سے آگے نکل جائیں گے آرئین کے بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایرانیوں کی دو صفیں تھی اور بادشاہ وسط میں تھا جس کے اردگرد بے شمار پیدل فوج تھی۔ ڈریئس کی فوج کی پہلی صف گھڑسواروں اور دوسری صف ان کی پشت پر تھی اور وہ پیدل فوج تھی اس بات کا خدشہ تھا کہ اس پیدل فوج کی اکثریت جو غیر تربیت یافتہ پہاڑیوں پر مشتمل تھی۔ عین جنگ کے عروج پر حوصلہ نہ ہار دے۔

جب سکندر کے حملے نے پہلی صف کو بے ترتیب کیا تو تربیت یافتہ افراد نے اپنی بہترین کوشش کی کہ وہ فلینکس کو قابو میں رکھ کر ڈریئس کو موقع دیں کہ وہ فرار ہو جائے۔ اس مساعی نے یونانیوں کی ایک تہائی قوت کا صفائی کر دیا اور صرف چند ہی زندہ بچ سکے۔ فلینکس کی اس ردوبدل نے دائیں ونگ کو بائیں کی نسبت زیادہ مضبوط بنا دیا اور ایرانیوں نے سکندر کے پہلے حملے کو اپنے دونوں بازوؤں میں جھپٹنا اور پلٹنا اور پلٹ کر پھر جھپٹنا کے ذریعے روک لیا لیکن اس حملے کو مسلسل روکنے اور دفاع مستحکم کرنے کے لیے کافی آدمی درکار

تھے وقت دونوں کے لیے نازک تھا، اس سے پہلے کہ سکندر ان کی صفوں کو منتشر کرتا انہیں اپنے طاقتور گھڑ سوار دستوں کی مدد سے یہ جنگ جیتنا تھی دوسری طرف سکندر کو ان کی صف کو توڑنا تھا قبل اس کے اس کا بایاں ونگ کمزور پڑ جائے۔

گا گا میلہ کی جنگ کی مخصوص جگہ کی تلاش کے سلسلے میں ہرزفیلڈ کی یہ تجویز منظر عام پر آئی کہ اس جگہ پر ڈیریس کا کیمپ تھا جو دریائے (Khazir) پر ٹل گومل پہاڑ کے ساتھ ہی تھا۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ڈیریس کے ساتھ آخری جنگ اربیلا کے نزدیک لڑی گئی جس میں وہ فرار ہوا اور اس کی دوڑ کا اختتام بیسوس کے ہاتھوں گرفتاری سے ہوا، بعد میں سکندر کی آمد پر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اس سے پہلے جنگ ایسوس کے مقام پر اور گھڑ سوار فوج کے ساتھ جنگ گرینیکس کے نزدیک لڑی گئی لیکن مورخین کے اس مقام کو جہاں سکندر اور ڈیریس کی آخری جنگ لڑی گئی، اربیلا سے 600 سٹیڈز دور قرار دیتے ہیں جبکہ بعض اس فاصلے کو 500 سٹیڈز کہتے ہیں لیکن ٹولمی اور ارسٹو بولس کہتے ہیں کہ جنگ دریائے بوموڈس کے نزدیک گا گا میلہ کے مقام پر لڑی گئی۔

گا گا میلہ کوئی شہر نہ تھا بلکہ ایک بڑے قصبے کا نام تھا، اس نام نے شہرت کمائی اور نہ کانوں کو بھلا لگتا ہے بلکہ اربیلا نے بڑا شہر ہونے کی حیثیت سے، اس عظیم جنگ کی شہرت کو گا گا میلہ کی بجائے اپنی جھولی میں ڈال لیا۔ لیکن یہ

جاننا اشد ضروری ہے کہ مذکورہ جنگ اربیلا کے نزدیک وقوع پذیر ہوئی جبکہ سمندری جنگ کورتھینز کے پل کے نزدیک سلامیس کے مقام پر لڑی گئی۔

ٹرائے کی سیر

جب سکندر نے اپنے سپاہیوں کو ہر طرح مستعد بجنگ بلکہ دست بقبضہ دیکھ لیا تو کوچ کی تیاریاں کیں۔ ابتدائے ہسپانٹ پر جو آج کل آبنائے ڈارڈنلزم کے نام سے مشہور ہے سکندر نے ڈیڑھ سو جہازوں کا بیڑہ بھیجا تا کہ وہ وہاں پر مکمل فوج کی آمد کا انتظار کرے غرض یہ کہ جب آبنائے ڈراڈنلزم (Dardanellas) پر سب جہاز پہنچ گئے تو یہ بھی اپنی کل فوج کے ہمراہ کوچ کر کے وہاں پہنچا۔ مگر اس نے اپنی تمام فوج، لشکر کو تو روانہ کر دیا اور خود چند مصاحبان خاص کے میدان ٹرائے (Troy) کی سیر کو گیا جو اس جگہ سے زیادہ دور نہ تھا اور جس کا ذکر یونان کے مشہور شاعر ہومر (Homer) نے اپنی نظم میں کیا ہے۔ یہ ایک کشتی میں بیٹھ کر وہاں پہنچا اور جب کشتی وسط سمندر میں پہنچی تو ایک سانڈ جو اسی غرض سے اپنے ہمراہ لے گیا تھا، وسط بحر میں دیوتا کی نظر چڑھایا اور جب کنارے کے قریب پہنچا تو کشتی پر سے ایک برچھی خشکی پر پھینکی جو وہاں جا کر گر پڑی۔

یہ علامت تھی کہ وہ ایشیائی قوموں کو دعوت جنگ دیتا ہے، اس کے بعد وہ اترا اور تمام میدان ٹرائے کی سیر کی۔ اس سیر و سیاحت سے فارغ ہو کر وہ اپنی فوج سے جا ملا جو شمال مشرق کی طرف سلامتی سے عبور کر گئی تھی، اب اس نے

ایران کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

ایرانی ایمپائر مصر سے لے کر بلیک اور کیپسین (Caspian) سمندروں اور Mediterrean سے لے کر دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی یہ سکندر کی پیدائش سے ڈیڑھ صدی پہلے کی بات ہے۔ ایرانی بادشاہ ڈیئیریس (دارا) نے لاکھوں لوگوں اور بہت سی اقوام کو ملا کر ایک ایمپائر بنائی تھی یہ لوگ مشترکہ زبان، مشترکہ نسل اور مشترکہ مذہب کی بنیاد پر متحد نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ یہ ڈیئیریس (دارا) کی شاندار انتظامی صلاحیت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت تھا کہ اس نے مختلف ثقافتوں اور لوگوں کو ایک آمیزے میں پرو دیا تھا۔

سب سے پہلے اس نے اپنے عوام کی وفاداری کو جیتنا تھا، اس نے اس مقصد کے لیے برداشت کی پالیسی کی حوصلہ افزائی کی۔ اس نے ہر رنگ، نسل اور اپنی سلطنت میں موجودہ قومیت کے حقوق کا احترام کیا اور ان کی رسومات اور روایات کو عزت دی، اس نے اپنے لوگوں پر ایک روایتی رہنما کے محور کے طور پر حکومت کی جیسے مصریوں کے لیے فرعون۔

دارا کا انتظام سلطنت

دارا کا دور حکومت انتظامی لحاظ سے نمایاں تھا اس نے اپنی ایمپائر کو 20 صوبوں میں تقسیم کیا ہر صوبے کا اپنا گورنر تھا جس کا بنیادی کام خراج اکٹھا کرنا اور امن و امان کا قیام تھا وہ ہر گورنر پر کڑی نظر رکھتا اس نے ایک مضبوط فوج تیار کر رکھی ہوئی تھی اس کی فوج کا ہر اول دستہ دس ہزار پیدل فوج پر مشتمل تھا جو

''لافانی'' کہلاتے تھے، دارا اول کے بعد اس کے جانشین دوئم اور سوئم اس جیسی قابلیت نہیں رکھتے تھے ہر وال دستے ''لافانی'' کا شیرازہ بکھر چکا تھا، اگر چہ ایران ابھی تک سمندروں پر کنٹرول رکھتا تھا لیکن اس کی فوج زیادہ تر یونانی تاجروں پر انحصار کرتی تھی۔

کہنے کو تو دارا کے پاس ہر گورنر کی فوجیں موجود تھیں لیکن عملی طور پر ان گورنروں کی اکثریت نا قابل اعتماد اور کرپٹ تھی۔

کہنے کو تو دارا کے پاس ہر گورنر کی فوجیں موجود تھیں لیکن عملی طور پر ان گورنروں کی اکثریت نا قابل اعتماد اور کرپٹ تھی۔

یہ سچ ہے کہ ایمپائر اس دور کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے، اچھی سڑکوں کا معیار رکھتی تھی اور اس کی انتظامی مشینری کافی چست تھی لیکن یہ ذرائع دفاعی نقطہ نظر سے حملہ آور کے لیے دفاع کرنے والے کی نسبت زیادہ مفید تھے۔

اگر چہ ایرانی ایمپائر کمزور پڑ چکی تھی لیکن اس کے نظام میں ابھی بھی کافی جان تھی، یہی وجہ ہے کہ جب سکندر نے حملے کا چیلنج دیا تو اس نے فوراً اپنا ردعمل ظاہر کیا سپیتر یڈیٹس، لڈیا کے گورنر آئی اور آرسائیٹس کی سرکردگی میں ایرانی فوج نے سکندر کے کیمپ کے مشرق میں ستر میل پیچھے گرینیکس دریا کے پاس دفاعی پوزیشن لی۔

آرئین (Arrian) کے مطابق ایرانی فوج بیس ہزار پیدل فوج اور تقریباً اتنے ہی یونانی پیادہ افراد پر مشتمل تھی، ان کی قیادت میمن، یونانی جنرل

اوڈین کر رہے تھے۔ یہی وہ جنرل تھا جو ایرانی بحری جہازوں کے فلیٹ کی بھی کمانڈ کر رہا تھا۔

جدید مورخ اس خیال پر متفق ہیں کہ ان تاجروں میں سے زیادہ تر کو پیادہ فوج کی بجائے جہازوں کی ڈیوٹیاں تفویض کی گئی تھیں چنانچہ یہ ممکن ہے کہ ایرانی زمینی فوج سکندر کی فوج سے چھوٹی ہو۔ میمن نے ایرانیوں پر زور دیا کہ وہ سکندر کے آنے سے پہلے پیچھے ہٹ جائیں اور اس کو یہاں الجھائے رکھیں۔ اس دوران وہ سمندر کی جانب بڑھیں اور اپنے طاقتور بحری جہازوں کے ساتھ مقدونیہ پر حملہ کر دیں۔ لیکن آرسائیٹ اور سپیریڈیٹس نے میمن کے اس مفید مشورے کو مسترد کر دیا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ ایرانیوں کے لڑنے کی قابلیت سکندر اور مقدونیوں سے بہتر تھی۔

ایرانی اتنے ہی بہادر اور قابل فخر تھے جتنے مقدومی ان کے روایتی ہتھیار کمان، ان کے کار ضرب لگانے والے گھڑ سوار اور ان کے رہنما شخص لڑائی میں بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے۔ لیکن گرینیکس کی لڑائی میں ان کی شخصی بہادری اور فخر کسی کام نہ آئے۔

جب سکندر موسم بہار کی ایک بعد دوپہر اپنی فوج کو دریا کے کنارے پر لایا، اس کا اعتماد ٹھنڈا پڑ گیا، اس نے دیکھا کہ ایرانیوں نے ایک سنگین غلطی کی ہے انہوں نے اپنے رسالہ دستوں کو ہموار مشرقی کنارے پر جمع کیا تھا جہاں سے حملہ کرنا ممکن نہ تھا اور انہوں نے طاقتور یونانی پیدل فوج کو پیچھے رکھا تھا۔

دوسری طرف ایرانیوں نے سکندر کا راستہ کاٹنے اور اس کی حواس باختہ فوج کو نکال باہر کرنے کی سکیم بنائی تھی جبکہ انہوں نے اپنی سرزمین کا دفاع کرنے کی منصوبہ بندی کو کم وقت دیا یقیناً ایرانی فوج ناقابل تسخیر نظر آتے تھے اور وہ موثر اسلحے سے لیس تھے۔

ان کے پاس گھڑسواروں کی عظیم تعداد تھی اور ان کے اسلحے کی چمک حملہ آوروں کی آنکھیں چندھا سکتی تھی لیکن عملی طور پر ایسا کچھ ہوا نہیں سکندر جنگ فوراً شروع کرنا چاہتا تھا اور ایرانی دستوں کی تقسیم میں ہونے والی غلطیوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ سکندر اس لیے حملہ فوراً شروع کرنا چاہتا تھا کیونکہ ڈھلتی دوپہر میں ڈوبتا سورج دشمن آنکھوں کے اوپر تھا۔ ایک دفعہ پھر فتح حاصل کرنے کے لیے سکندر حملہ کرنے کا ایک غیر متوقع منصوبہ بنا رہا تھا۔

ایرانی رہنماؤں نے اس کے اسلحے کی غیر معمولی چمک کی وجہ سے سکندر کو آسانی سے پہچان لیا اور وہ اسے آگے پیش قدمی کرتے ہوئے دیکھتے رہے جو ٹرمپ کارڈ سکندر نے گرینیکس کی جنگ میں چلا وہ اس کی طبیعت کے رجحان پر روشنی ڈالتا ہے، اس طبیعت اور رویے میں شفقت اور سفاکیت کا ایک خاص امتزاج نظر آتا ہے۔

سکندر نے سرڈیماس کے بیٹے مینن (Menon) کو ملک شام، کوئلے (Coele) کا حاکم مقرر کیا اور گریسین اتحادیوں کا ایک گھڑسوار دستہ

ملک کے دفاع کے لیے دیا، بعد میں سکندر خود بھی فینوشیا کی طرف روانہ ہوا، مارچ کے دوران اس کی ملاقات اَراڈنیز کے بادشاہ جیروسٹریٹس (Gerostratus) کے بیٹے سٹریٹو (Strato) اور اراڈس شہر کے نواح میں رہنے والی آبادی سے ہوئی، سٹریٹو نے سکندر کے سر پر سونے کا ایک تاج رکھا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ مراتھس کا متمدن، خوشحال شہر (جو اراڈس شہر کے سامنے واقع تھا)، اَراڈس کا جزیرہ، میریامے (Mariamme) کا شہر سائیگون اور اس کے اور اس کے باپ کی سلطنت کی دوسری کوئی جگہیں سکندر کے حوالے کردے گا۔

دارا کا خط

جب سکندر ابھی مراتھس میں ہی تھا۔ سفیر دارا کا ایک خط لے کر سکندر کے دربار میں آئے، انہوں نے ان کے بادشاہ کی ماں، بیوی اور بچوں کو چھوڑنے کی استدعا کی۔ انہیں ہدایت تھی کہ وہ اس کام کی بھرپور پیروی کریں گے۔ دارا نے لکھا تھا کہ دوستی اور تعاون کا معاہدہ فلپ اور آرٹیکسیر یکس (338-359 قبل از مسیح دور حکومت) کے درمیان موجود تھا جب آرٹیکسیر یکس کا بیٹا آرسیس (Arses) تخت پر بیٹھا تو فلپ وہ پہلا حکمران تھا جس نے اس کے ساتھ ناانصافی کی حالانکہ اسے ایرانیوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ سکندر نے بھی ڈیریس کے ساتھ جب سے وہ ایرانیوں کا حاکم بنا، دوستی اور تعاون کے معاہدے کی تصدیق نہیں کی تھی جبکہ وہ

ایک طویل عرصے سے موجود تھا۔ اس کی بجائے انیشیا کی طرف فوج کشی کی اور ایرانیوں کو بھاری نقصان پہنچایا، یہی وجہ تھی کہ اسے خود اپنے ملک اور اپنے بزرگوں کی ایمپائر بچانے کے لیے آنا پڑا۔ جنگ کا فیصلہ جو دیوتاؤں کو منظور تھا، وہی ہونا تھا۔ اب ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے اپنی ماں، بیوی اور بچوں کی رہائی مانگ رہا ہے، وہ (ڈیریئیس) سکندر سے دوستی کا خواہش مند ہے اور اتحادی بننا چاہتا ہے، اس مقصد کے لیے اس نے درخواست کی کہ وہ (سکندر) اس کے پاس اپنے آدمی بھیجے جن کے ساتھ ایران سے آئے مذکورہ سفیران مینسکس (Manicus) اور آرسائیمس (Arsimas) ہوں۔ جو اس سے وفاداری کے اظہار کے طور پر تحائف سکندر کو پہنچائیں گے۔

اس خط کے جواب میں سکندر نے تھرسیپس (Thersippus) کو دارا کی طرف سے آئے ہوئے افراد کے ساتھ اس (دارا) کی طرف بھیجا اور ہدایات دیں کہ وہ اس سے کوئی بات نہیں کریں گے۔ سکندر نے خط میں لکھا ”کہ تمہارے آباؤاجداد مقدونیہ اور باقی یونان میں آئے اور ہم سے برا سلوک کیا حالانکہ اس سے پہلے ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی مجھے یونانیوں کا سپہ سالار بنایا گیا ہے تاکہ میں ایرانیوں سے اس جارحیت کا بدلہ لوں جو تم نے شروع کی تھی، تم نے پیرنتھیز کی مدد کی جو میرے والد کے ساتھ غلط رویے کا مظاہرہ کر رہا تھا اور اوکس (Ochus) نے تھریس میں فوج کشی کی جو ہماری سلطنت میں تھا۔ میرا والد سازشیوں کے ہاتھوں قتل ہوا اور یہ سازش

تمہارے طرف سے تیار کردہ تھی جیسا کہ تم نے خود اپنے خطوط میں اقرار کیا ہے اور ارسس اور گوآس کو قتل کرنے کے بعد، تم نے تخت پر قبضہ ایرانی قانون کے خلاف کیا اور اپنی رعایا کے ساتھ ناانصافیاں کیں۔ تم نے یونانیوں کو میرے متعلق غیر دوستانہ خطوط بھیجے جن میں انہیں میرے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اس کام کے لیے تم نے کیڈا مونیس (Lacedaemonians) اور دوسرے چند یونانیوں کو رقم بھی بھیجی چونکہ تمہارے اریجنٹوں نے میرے دوستوں کو نقصان پہنچایا اور یونانیوں کے ساتھ میری پرانی ہم آہنگی خراب کرنے کی کوشش کر رہے تھے، اس لیے میں تمہارے خلاف میدان میں آ گیا کیونکہ تم ہی وہ پارٹی ہو جس نے جارحیت کا آغاز کیا، کیونکہ میں نے پچھلی جنگ میں تمہارے جنرل اور گورنر ختم کر دیئے تھے اور دیوتاؤں کی مہربانی سے تمہارے زمین میرے قبضے میں ہے، تمہارے بہت سے فوجی جو جنگ میں بچ گئے انہوں نے بھاگ کر میرے پاس پناہ لی، میں ان کی حفاظت کر رہا ہوں۔ اب وہ میرے ساتھ ہیں اور اپنی رضامندی سے اور رضاکارانہ طور پر میری خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ ان حالات میں تم میری طرف آ جاؤ کیونکہ میں ایشیا کا حاکم ہوں، لیکن اگر تم ڈرتے ہو کہ تمہیں مجھ سے نقصان پہنچ جائے گا تو اپنے چند دوست میرے پاس بھیج دو میں ان کو تمہاری حفاظت کا وعدہ دوں گا۔ میرے پاس آؤ اور جو چاہیے وہ مانگ لو چاہے وہ تمہاری ماں، بیوی اور بچے ہوں، تمہیں کسی چیز سے انکار

نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مستقبل میں جب بھی مجھے مخاطب کرو، اپنے برابر کے بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ تمام ایشیا کے حاکم کی اور اور تمہارے تمام علاقوں کے فرمازوا کی حیثیت سے، اگر تم اس مشورے پر عمل نہیں کرتے تو میں تمہیں تمام خرابیوں کی جڑ اور شیطان سمجھنے میں حق بجانب ہوں گا۔ اگر تمہیں میری بادشاہت پر اعتراض ہے تو میرے ساتھ ایک اور جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور بھاگنا نہیں، تم جہاں بھی ہو گے میں پہنچ جاؤ گا۔ یہ وہ تاریخی خط تھا جو اس نے دارا کو بھیجا۔

جب سکندر کو پتہ چلا کہ دارا کی طرف سے آرٹابیز کے بیٹے کوفن کے ہاتھ بھیجی جانے والی تمام رقم قبضے میں لے لی گئی ہے اور ایرانی جنہیں اس رقم کا اور باقی شاہی خزانے کا انچارج بنایا گیا تھا، قیدی بنا لیا گیا ہے ، اس نے پارمینیوں (Parmenio) کو حکم دیا کہ وہ تمام خزانے کو واپس ڈمشق لے جائے اور اس کی حفاظت کرے۔ سکندر کو اطلاع ملی کہ وہ گریسین باشندے جو جنگ سے پہلے ڈیریس کے پاس پہنچے تھے، انہیں قیدی بنالیا گیا ہے، اس نے حکم دیا کہ ان کو فی الفور رہا کر کے اس کے پاس بھیج دیا جائے، وہ قیدی یوسیلیکس (Euthycles)۔ ایک سپارٹن، ازمینائیس کا بیٹا تھیسلیکس (Thessaliscus) اور ڈائیفینسو ڈورس جو اولمپک کھیلوں کا فاتح بھی تھا، کچھ تھیبز اور ایک ایتھنین جنرل افیکریٹس کا بیٹا انیکرلیٹس تھے۔ سکندر کے حکم کی تعمیل کی گئی اور ایرانیوں نے ان افراد کو رہا کر دیا۔ جب یہ افراد سکندر کے

سامنے لائے گئے تو اس نے تھیسلیکس اور ڈائینسوڈورس کو فوراً رہا کرنے کا حکم دیا اگرچہ وہ تھیبز تھے، ان پر رحم کھانے کی وجہ یہ تھی کہ ان کا آبائی شہر پہلے ہی مقدونیوں کی زیر غلامی تھا اور یہ افراد اپنے اور اپنے شہر کے لیے چند رعائتوں کے حصول کے لیے دارا اور ایرانیوں کے پاس گئے تھے چنانچہ سکندر نے تھیسلیکس کو تھیبز کے ممتاز افراد میں سے ایک اور ڈائینسوڈورس کو اولمپک کا فاتح گردانتے ہوئے رہا کرنے کے احکام دیئے۔ انکریٹس کو اس نے تاحیات اپنے سامنے رہنے کا حکم دیا۔ اس کو ایتھنز شہر کے حوالے سے اور اپنے باپ کی عظمت کے تعلق سے شاندار عزت عطا کی گئی۔ جب وہ بیماری سے انتقال کر دیا تو اس کی ہڈیاں واپس اس کے رشتہ داروں کو ایتھنز بھجوا دی گئیں۔ یوسیلیکس نے چونکہ ایک مرتبہ اس کے خلاف کھلی جارحیت کا حصہ لیا تھا، اسے حراست میں ہی رکھا گیا لیکن کچھ عرصے کے بعد ایک جگہ سے شاندار کامیابی ملنے کے بعد اسے بھی رہا کر دیا گیا۔

جنگ کے بعد اسے ہر سپاہی کے ساتھ فرداً فرداً ملاقات کی اور روائیوں کی فراہمی میں ان کی مدد کی اگر اسے جنگی آرٹ میں کمال حاصل تھا تو معاملات صحیح کرنے کے آرٹ میں کافی دلچسپی لیتا تھا اس نے گرفتار شدہ یونانی تاجروں کی طرف کوئی توجہ نہ دی، انہیں اکٹھے ہی گروہ کی شکل میں رکھا گیا تھا اور پابہ زنجیر کر کے مقدونیہ پہنچا دیا گیا کیونکہ انہوں نے سکندر کو تمام یونان کا حاکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان یونانی تاجروں میں سے تھیبز کو رہا کر دیا گیا

البتہ سکندر تھیبز کی تباہی پر خفگی کا اظہار کرتا تھا۔

ایرانی جنگ کے نتیجے میں حاصل ہونے والا کثیر مال غنیمت سکندر کے آدمیوں میں تقسیم کر دیا حالانکہ وہ مکمل طور پر منظم تھے لیکن وہ ایشیا کی طرف کوچ کے بدلے میں انعام کے طور پر کافی دولت کی توقع کر سکتے تھے سکندر نے مال غنیمت میں سے کم حصہ لیا اس کی ذاتی خواہشات سادہ اور محدود تھیں جبکہ کچھ خاص چیزیں اولمپیس کو بھیج دی گئیں۔

جنگ کے بعد سکندر کا سب سے اہم کام ایتھنز کے شہریوں کے لیے ایک تحفے کی شکل میں تھا یہ تحفہ ایرانی فوجیوں کے 300 کے قریب زرہ بکتر پر مشتمل تھا۔ اس تحفے پر یہ الفاظ کنندہ تھے۔ ''فلپ کا بیٹا سکندر'' سپارٹز کے سوا تمام یونانیوں نے مال غنیمت پر مشتمل اس تحفے کو قبول کیا۔ مورخین کے مطابق ، عوامی سطح پر یہ آخری موقع تھا کہ سکندر نے اپنے باپ کا نام استعمال کیا کیونکہ وہ اپنے باپ کے سائے کے نیچے کھڑا رہنے کا خواہش مند نہیں تھا۔

ایتھنز کے باسیوں کے لیے تحفہ اور اس پر کنندہ الفاظ اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ وہ ایتھنز کے انتظامی امور میں دلچسپی رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے ایک یونانی کے طور پر لیا جائے ، وہ جانتا تھا کہ زیادہ تر ایتھنز والے اسے مقدونیا سے نکل کر زمین ہتھیانے والا سمجھتے تھے۔

اب چونکہ سکندر نے اپنا منہ ایشیا کی طرف کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا ، اس نے اس خیال کو تقویت پہنچانے کے لیے ضروری اقدامات کیے اور سمندر تک

رسائی کے لیے آسان راستہ اختیار کیا، اسے نہ صرف ایشیا کے مغربی ساحل پر قبضہ کرنا پڑا بلکہ جیسے ہی وہ آگے بڑھا اس نے کئی پر امن اور دوست ممالک کو پیچھے چھوڑ دیا۔

ٹائر کی طرف پیش قدمی

سکندر مراتھس سے نکلا اور بائیبلس پر قبضہ کر لیا، یہ قبضہ ہتھیار ڈالنے کی شرائط پر ہوا۔ اس سے پہلے سیدون شہر میں بھی ایسا ہی ہوا تھا جہاں کے باشندوں نے ایرانیوں اور دارا سے نفرت کی بنا پر اس کو دعوت دی تھی، تب سکندر ٹائر کی طرف بڑھا، پیش قدمی کے دوران، دولت مشترکہ کی طرف سے بھیجے گئے سفیر ملے جنہوں نے اس تک پیغام پہنچایا اور اعلان کیا کہ ٹائر والوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ جو چاہے حکم دے، مانا جائے گا، سکندر نے حکم دیا کہ سفیر واپس لوٹ جائیں اور ٹائر کے باسیوں کو بتا دیں کہ وہ ان کے شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اور ہیریکلز کے نام کی قربانی دینے کا خواہش مند ہے۔ ان سفیروں میں ٹائر کے بادشاہ کا بیٹا ھ تھا، اور دوسرے افراد ٹائر میں ممتاز درجوں کے حامل تھے لیکن بادشاہ ازمائیلس آٹوفریڈیٹس کے ساتھ پینگیں بڑھا رہا تھا۔

سکندر کے اس مطالبے کی وجہ یہ تھی کہ ٹائر میں تاریخی حیثیت کا حامل ہیریکلز کا ایک قدیم مندر موجود تھا۔ یہ مندر ایلیمینا کے بیٹے آرگیو ہیریکلز کے نام سے منسوب نہیں تھا کیونکہ ہیریکلز کو چند نسلیں پہلے ٹائر میں عزت بخشی گئی جب کیڈمس فینوشیا سے روانہ ہوا اور تھیبز پر قبضہ کر لیا اور سیمیل سے پہلے کیڈمس

کی بیٹی نے جنم لیا جس سے زیوس کا بیٹا ڈینیسس پیدا ہوا، یہ ڈینیسس کیڈمس سے تیسرا تھا جو کیڈمس کا بیٹا، پولی ڈورس کے بیٹے لیبڈاکس کا ہم عصر تھا۔ آرگیو ہیریکلز لائیس کے بیٹے ایڈیپس کے وقت تک زندہ رہا۔ مصری بھی ایک دوسرے ہیریکلز کی پوجا کرتے تھے، یہ وہ نہیں تھا جس کی پوجا مصری یا یونانی کرتے تھے، لیکن ہیروڈوٹس کہتا ہے کہ مصری ہیریکلز کو بارہ خداؤں میں سے ایک کا درجہ دیتے تھے جس طرح ایتھنز کے لوگ ایک مختلف ڈینیسس کی پوجا کرتے تھے جو زیوس اور کور کا بیٹا تھا، چنانچہ ہیروڈوٹس کے خیال میں آئبیر نیز تاریٹسس میں ہیریکلز کا احترام کرتے تھے۔ جہاں چند پلرز کا نام ہیریکلز کے نام پر تھا۔ اسے ٹائر کا ہیریکلز کہتے تھے کیونکہ ٹاریٹسس فینوشین کی ایک کالونی تھا اور ہیریکلز کا مندر وہاں تعمیر کیا گیا تھا تاکہ فینوشین کے استعمال کے بعد قربانیاں پیش کی جاسکیں اسی مندر کے بارے میں سکندر نے قربانی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ لیکن سفیر جب یہ پیغام لے کر ٹائر پہنچے، تو لوگوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ وہ سکندر کا کوئی دوسرا حکم مان سکتے ہیں لیکن کسی ایرانی یا مقدونی کو شہر میں آنے کی اجازت نہیں دیں گے، ان حالات میں ان لوگوں نے ایک محفوظ راستہ چنا تھا کیونکہ حالات غیر یقینی ہو رہے تھے اور جنگ کے بادل چھا رہے تھے، جب ٹائر والوں کا جواب سکندر تک پہنچا تو اس نے غصے میں سفیروں کو واپس بھیج دیا۔ اس نے فوج کے سپہ سالاروں اور ساتھیوں کی کونسل کا اجلاس طلب کیا، اس اجلاس میں پیدل اور گھڑسوار فوج دونوں کے

کپتان بھی اکٹھے شامل تھے، سکندر نے مذکورہ اجلاس سے درج ذیل الفاظ میں خطاب کیا:

یہ خطاب سکندر کا سیاسی روڈ میپ تھا۔

سکندر کا تاریخی خطاب اور سیاسی روڈ میپ

”دوستو اور اتحادیو، میں دیکھ رہا ہوں کہ مصر پر چڑھائی ہمارے لیے اس وقت تک محفوظ نہیں ہوگی جب تک ایرانیوں کی سمندر میں حاکمیت اعلیٰ برقرار ہے، دوسری وجوہات کی بناء پر بھی یہ سفر محفوظ نہیں ہے جن میں یونان کے اپنے اندرونی حالات شامل ہیں۔ یہ بھی کوئی محفوظ بات نہیں ہوگی اگر ہم شورش زدہ ٹائر شہر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر ڈیریس کا تعاقب کرنے نکل پڑیں جبکہ مصر اور قبرص، ایرانیوں کے زیر نگیں ہوں مجھے خطرہ ہے کہ ہم جیسے ہی اپنی فوجوں کے ساتھ بابی لون کی طرف بڑھتے ہیں اور دارا کا پیچھا کرتے ہیں، ایرانی کئی ساحلی علاقوں کو فتح کر کے جنگ کو یونان لا سکتے ہیں، اس کے لیے ان کے پاس ایک بہت بڑی فوج اور لاکیڈا مونیسس کی کھلم کھلا سپورٹ ہوگی جبکہ ایتھنز شہر کا بھی رویہ بدلا بدلا ہے لیکن اگر ٹائر پر قبضہ کرلیا جائے تو تمام فینوشیا اور اس کا بحری بیڑا ہمارے قدموں تلے ہوگا جو ایرانی بحری فوج کا بہترین ہتھیار ہے، فینوشین بحری ملاح اور فوجی کبھی اپنی زندگیوں کو سمندر کی نذر نہیں کریں گے جب ان کے شہر ہمارے قبضے میں ہوں اس کے بعد قبرص کو نہایت آسانی سے ایک بحری فوج کے ذریعے جھکا کر انہی جہازوں کے ساتھ مقدونیہ سے سمندر

میں نئے راستے تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ قبرص کے ہمارے قبضے میں آ جانے کے بعد، ہم سمندر پر مکمل حاکمیت اعلیٰ قائم کریں گے اور ساتھ مصر پر چڑھائی کر دیں گے۔ مصر فتح کرنے کے بعد یونان اور اس کے ارد گرد کی زمین پر سکون اور محفوظ ہو جائے گی، اس کے بعد ہم بابی لون کی طرف مہم جوئی کر سکتے ہیں کیونکہ گھر کی طرف سے فکر نہیں ہو گی۔ اس مہم جوئی کے نتیجے میں تمام ساحلی علاقے اور دریائے فرات کے اس سمت والی زمین ایرانی ایمپائر سے کٹ جائے گی"۔

سکندر کا خواب

اس تقریر کے ذریعے اس نے اپنے افسروں کو ٹائر پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کر لیا مزید براں ایک قدرتی اشارے نے اس کی حوصلہ افزائی کی جب اس نے خواب دیکھا کہ وہ ٹائر شہر کی دیواروں کی طرف بڑھ رہا ہے اور ہیریکلز نے اس کو اپنے دائیں ہاتھ کے اشارے سے شہر کی طرف رہنمائی کی ہے۔ ارسٹینڈر نے اس خواب کی تعبیر اس طرح کی کہ اس خواب کا مطلب یہ ہے کہ ٹائر پر قبضہ محنت سے کیا جائے گا کیونکہ ہیریکلز کے تمام کام محنت سے سر انجام ہوتے تھے۔

ٹائر کا پہاڑ

یقیناً ٹائر کا محاصرہ ایک زبردست مہم جوئی نظر آتی تھی کیونکہ شہر جغرافیائی اعتبار سے ایک جزیرہ تھا اور چاروں اطراف سے بلند و بالا دیواروں نے اسے

ایک حصار فراہم کیا ہوا تھا، ٹائر کے شہریوں کے لیے بحری مہمات زیادہ سود مند تھیں کیونکہ ان کے تصرف میں ابھی بہت سے جہاز تھے جن کی وجہ سے ایرانیوں کو سمندر پر بحری برتری حاصل تھی۔ اس پس منظر میں سکندر نے شہر کے نزدیک مٹی کا پہاڑ کھڑا کر کے، ایک زیر زمین کمین گاہ بنانے کا فیصلہ کیا، اس جگہ کے نزدیک پانی اور کیچڑ بکثرت موجود تھا، اس جگہ پر سمندر کی گہرائی ۳ فیدم (تقریباً 200 فٹ) تھی۔ یہاں پر چونکہ پتھر اور لکڑی کی بہتات تھی جسے وہ لوگ پتھروں کے اوپر رکھتے تھے کیچڑ میں میخیں آسانی اور مضبوطی سے گاڑ دی جاتی تھیں جنہوں نے پتھروں کو مضبوطی سے قابو میں رکھنے میں سیمنٹ کا کام کیا، مقدونیوں کا جوش و خروش دیدنی تھا، پھر سکندر کی ان کی صفوں میں موجودگی نے اس جذبے میں مزید اضافہ کر دیا سکندر خود بھی ہر بازی جیت رہا تھا، اپنی تقریر سے لے کر انعامی رقوم کی تقسیم تک سکندر اپنے لوگوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا، اس نے دن رات خون پسینہ ایک کرنے والوں کی محنت میں کمی کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس سے پہلے صرف خوشامدی ہی تمام فائدے لے جاتے تھے۔ جب تک زیر زمین کمین گاہ تیار ہوتی رہی، کام آسانی اور تیزی سے ہوتا گیا، یہ کام جزیرے کی زمین سے ہٹ کر کھلی جگہ پر کیا جا رہا تھا، میٹریل کو کم گہرائی والے پانی میں ڈالا جا رہا تھا اور ان کے کام میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ تھی، لیکن جب وہ گہرے پانی کی طرف بڑھے اور شہر کے نزدیک ہوئے، تو دیواروں سے ان پر میزائلوں کی بارش کی گئی۔ ان تیروں کا مقابلہ وہ

بھرپور تیاری کے ساتھ کر سکتے تھے۔ لیکن اس وقت وہ لڑائی کے لیے نہیں بلکہ کام کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ کیونکہ ٹائر والوں کا سمندر پر مکمل کنٹرول تھا اس لیے انہوں نے بہت سی جگہوں پر مقدونیوں کے لیے اپنی کمین گاہوں میں میٹریل بھرنا ناممکن بنا دیا لیکن مقدونیوں نے اس خفیہ کمین گاہوں میں سے دو پر مضبوط مینار بنا ڈالے اور ان میں جنگی مشینوں اور آلات کو رکھ دیا اس کے علاوہ سامنے سے آنے والے تیروں اور آگ کے گولوں کی بوچھاڑ سے بچنے کے لیے محفوظ پناہ گاہیں بھی بنائی گئیں، اس بات کا بھرپور خیال رکھا گیا کہ ٹائر کے باشندے سمندر کی طرف سے زیادہ نزدیک ہو کر کمین گاہیں بنانے والوں پر حملہ کر کے ان کو نقصان نہ پہنچا دیں، حملے کی صورت میں ان کو اپنی جگہ آسانی سے نہ چھوڑنے کی ہدایات تھیں۔

ٹائر کا محاصرہ

سکندر کی اس حکمت عملی کے جواب میں ٹائر والوں نے ایک انوکھی چال چلی ان کی سکیم یہ تھی کہ سکندر کے بنائے ہوئے ٹاور اور کمین گاہ تباہ کر دیئے جائیں اس مقصد کے لیے انہیں آگ لگا دی جائے۔ اس کام کی تکمیل کے لیے لوہے کا ایک بڑا ڈرم لیا گیا جس میں خشک گھاس پھوس، آسانی سے جلنے والی لکڑی کو مضبوط تار سے باندھ کر بنڈل بنا کر رکھے گئے تھے، اس بنڈل میں زیادہ سے زیادہ دیر جلنے والا مادہ تھا۔ ان بنڈلوں میں لوہے کے دو پول گاڑھے ہوئے تھے، ان پولوں کے اوپر ایک گز سے دو گنا لمبا بازو جس کے

ہاتھ پر بالٹی نما برتن بنا ہوا تھا، جب بھی آگ لگانا مقصود ہوتا تھا، آگ لگانے والے میٹریل کو اس میں ڈال دیا جاتا، اس عمل سے آگ بھڑک کر ایک بڑے فاصلے تک مار کر کے اپنے سامنے آنے والی ہر چیز کو خاکستر کر سکتی تھی۔

ٹائر والوں نے حملے کی غرض سے ہوا کے رخ کے بدلنے کا انتظار کیا اس دوران انہوں نے ڈرموں کو سکندر کی کمین گاہوں اور میناروں کی سمت میں رکھ کر اندر رکھی لکڑیوں کو آگ دکھا کر ڈرموں کو ایک آواز کے ساتھ کمین گاہوں کی طرف لڑھکا دیا، ڈرم کے ساتھ منسلک افراد بڑی آسانی سے ڈرموں سے الگ ہوتے گئے جیسے جیسے وہ آگ پکڑتے گئے۔ ایک بہت بڑے شعلے نے میناروں کو گھیر لیا، ساتھ لپٹے اسلحے نے آگ بھڑکانے والے میٹریل کو آگ پر انڈیل دیا جس سے آگ کا ایک آلاؤ بن گیا، اس دوران ٹائر کے محافظین اس آگ لگے میناروں پر تیروں کی مسلسل بوچھاڑ کرتے رہے تاکہ آگ بجھانے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو۔ اسی اثنا میں کچھ مزید افراد فصیل کے اندر سے بھاگتے ہوئے آئے اور ہلکے اسلحے کے ساتھ کمین گاہ کو تباہ کر ڈالا سکندری فوج کی تمام مشینیں جل کر خاکستر ہو گئیں، ٹائر والوں کا دشمن کی کمین گاہوں کو دھماکے سے اڑانے اور جلانے کا پلان کامیاب ہو چکا تھا اب سکندر کی باری تھی، سکندر نے حکمت عملی تبدیل کی اور کھلی زمین پر زیادہ بڑی کمین گاہ کی تعمیر کا حکم دیا، جس میں بہت سے مینار بنائے جا سکیں، اس نے نئے انجن تیار کروانے کا حکم دیا، یہ کام بھی زیر تکمیل تھا جب سکندر نے ڈھال بردار محافظوں اور

اگریانیز (Agrianians) کو ساتھ لیا اور سڈون کی طرف روانہ ہو گیا تا کہ ٹائر کے جنگی جہازوں کو قابو کیا جائے کیونکہ یہ بات طے تھی کہ ٹائر کا کامیاب محاصرہ تب ہی ممکن تھا جب ان کی سمندری برتری ختم کی جائے۔

ٹائر کی سمندر ناکہ بندی اور زمینی محاصرہ!

بائبلس کے بادشاہ نائیلس نے محسوس کیا کہ ان کے شہر تو سکندر کے قبضے میں ہیں، وہ اپنی زیر کمان بحری بیڑے اور آٹو فریڈز لے کر سکندر کی بحری فوج میں جا ملا ان کے ساتھ سیڈونین ٹائریز کے 80 فینوشین جہاز بھی تھے۔ قبرص کے حکمرانوں نے جب یہ سنا کہ ایسوس کے مقام پر دارا کو سکندر کے ہاتھوں حزیمت اٹھانا پڑی ہے تو وہ خوف زدہ ہو گئے (کیونکہ تقریباً سارا فینوشیا تو سکندر کے قبضے میں تھا) چنانچہ انہوں نے 120 جہاز سڈون بھیج دیئے۔

یہ عمل سکندر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تھا۔ سکندر نے بھی ان کے سابقہ طرز عمل کو معاف کر دیا کیونکہ انہوں نے ماضی میں ایرانی بحری بیڑے میں جو شمولیت اختیار کی تھی وہ ان کی مرضی سے زیادہ ان کی مجبوری تھی۔ (یہی سیاسی عمل بش کی عالمگیریت کے منصوبے کو بھانپتے ہوئے اقوام عالم آج اپنا رہی ہے یعنی سپر پاور کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جائز و ناجائز مراعات دی جا رہی ہیں۔)

ابھی چونکہ جنگی انجن، کمین گاہیں اور ڈھال کے لیے بنائے گئے مینار زیر تکمیل تھے اور جنگی بحری بیڑا بھی (زوردار حملے کے لیے) زور پکڑ رہا تھا،

سکندر نے پینترا بدلا اور سمندری جنگ کی مشق کے لیے، اس نے گھڑ سواروں کے چند سکوڈران، ایگریرینز اور ماہر تیر انداز لیے اور ان کو لے کر اینٹی لبانس کے نام سے مشہور پہاڑی سلسلے کی طرف نکل گیا۔ کئی پہاڑی جنگجوؤں کو (طاقت کے زور پر) زیر کرنے کے بعد اور کئی نے شرائط پر ہتھیار ڈال دیئے، اس مشن کے دس دنوں میں وہ سڈون واپس آ گیا، جب اس کے بحری جہازوں کا فلیٹ مناسب نظم سے تیار ہو گیا تو وہ بندرگاہوں کی طرف بڑھا، اس کی مہم کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے حفاظتی دستوں نے بڑی ڈھال فراہم کی، دشمن کی صفوں کو چیرنے کے لیے کسی معمولی مڈبھیڑ کی بجائے مکمل جنگ لڑی جاتی تھی، وہ سڈون سے نکلا اور ٹائر کی طرف لنگر انداز ہوا، اس کے جنگی جہاز ایک صف کی شکل میں اس کے ہمراہ تھے، وہ ان کی دائیں ہاتھ پر تھا، ساتھ میں اس کے اتحادی تھے، اگر سکندر براہ راست سمندر کی طرف سے پیش قدمی کرتا۔ ٹائر شہر والے بہت پہلے سے سمندری جنگ کے لیے تیار تھے۔ اسی خیال کے تحت، انہوں نے اپنے جہازوں کی اکثریت کو بندرگاہوں میں ہی لنگر انداز کر رکھا تھا اور کوئی جنگی پوزیشن بنانے کو نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ بھی شاید ان کے علم میں نہیں تھا کہ قبرصیوں اور فینوشینز کے تمام جنگی جہاز سکندر کے بحری بیڑے میں شامل ہو چکے ہیں، یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے سکندر کو اپنے سمندروں میں اپنے بیڑے کے ساتھ ایک نظم میں دیکھا تو حیران رہ گئے، اس سے قبل سکندر کا بیڑا ٹائر شہر کے انتہائی قریب جا کر کھلے سمندر میں واپس چلا

گیا، یہ کھلی آنکھوں سے ٹائر والوں کو ایک قسم کی للکار تھی کہ آؤ جنگ کریں۔

سکندر کی تیاریوں اور جوش، خروش کو دیکھتے ہوئے ٹائر والوں نے کھلے سمندر میں جنگ نہ کرنے کا فیصلہ کیا بلکہ اپنی بندرگاہ کو اپنے جہازوں سے اس طرح ڈھانپ دیا کہ دشمن کے کسی جہاز کو اس کی بندرگاہ میں لنگر انداز نہ ہونے دیا جائے۔

دوسری طرف سکندر نے شہر کے نزدیک ہی لنگر ڈالا لیکن بندرگاہ کی طرف سے شہر میں بزور قوت داخلے کو ترجیح نہ دی کیونکہ بندرگاہ کا منہ کافی کھلا نہ تھا بلکہ تنگ تھا۔ اس کے علاوہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ داخلے کے راستے جہازوں کی مدد سے بلاک ہیں۔ ایک مڈبھیڑ میں فینوشینز نے ٹائر کے تین جہاز ڈبو دیئے البتہ ان جہازوں کے افراد نے تیر کر جانیں بچائیں اور زمین تک پہنچے۔ اگلے ہی روز سکندر نے ٹائر شہر کی ناکہ بندی کا حکم دے دیا، اس نے ایڈمیرل اینڈ رومیکس کو حکم دیا کہ وہ قبرص جہازوں کو بندرگاہ کے مخالف شہر کے نزدیک لے جائے، اس کی پوزیشن سیڈون کی طرف ہوگی جبکہ فینوشینز کا رخ مصر کی طرف ہوگا اور وہ بنائی جانے والی کمین گاہ کی دوسری طرف ہوں گے۔

جنگی چال

سکندر کا اگلا قدم ماہرین فنون حرب کو ایک جگہ اکٹھا کرنا تھا۔ اس نے قبرص اور فینوشیا سے ماہرین کو بلوایا اور جنگی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والے انجن تیار کروائے، البتہ کچھ انجن زمین میں کھودے گئے گھڑوں میں

نصب کیے گئے اور کچھ گھوڑوں کو لانے لے جانے والی گاڑیوں میں لگائے گئے، یہ گاڑیاں وہ (سکندر) اپنے ساتھ ملڈون سے لایا تھا۔ جب تمام تیاریاں مکمل ہوگئیں تو ان انجنوں کو ان گھڑوں کے قریب لا کر ان کی مدد سے دشمن کے جہازوں کو نشانہ بنایا گیا، اس طرح ان کی طاقت کا مظاہرہ کیا گیا۔ ٹائر والے اپنا دفاع میزائلوں اور آگ کے گولوں سے کر رہے تھے، انہوں نے لکڑی کے مینار تعمیر کیے تھے جن سے وہ اپنے دشمن کو زچ کر سکتے تھے، انہوں نے جو دیواریں بنا رکھیں تھیں وہ ایک سو پچاس فٹ اونچی تھیں اور ان میں بڑے پتھروں کے ساتھ جپسم کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سکندر کے لیے کسی طرح یہ آسان نہ تھا کہ وہ اپنے اسلحے کے ساتھ ٹائر کی ان حفاظتی دیواروں کو بآسانی تسخیر کر سکے۔ سکندر کے جنگی انجنوں نے جو بڑے پتھر ان دیواروں پر فائر کئے، وہ فاصلہ نزدیک ہونے کی وجہ سے سمندر میں جا گرے جن کو سکندر نے جہازوں کی مدد سے سمندر سے نکلوایا لیکن یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا کیونکہ زمین پر ایسی کھینچا تانی سے تو ممکن ہے لیکن سمندر میں نہیں، مزید براں ٹائر فوجی دشمن کے جہازوں کے لنگروں کی کیبلوں کو پانی کے اندر جا کر کاٹ دیتے تھے جس سے جہازوں کی لنگر اندازی متاثر ہوتی تھی۔ سکندر نے اس جنگی چال کا جواب اس طرح دیا کہ تمام جہازوں کو اس طرح کھڑا کیا کہ ان کے لنگر ایک دوسرے کے سامنے آ جائیں تا کہ جہازوں پر ہونے والا حملہ پسپا کیا جا سکے، اس حکمت عملی کے باوجود ٹائر کے غوطہ خوروں نے سمندر کے اندر رازداری

سے کئی جہازوں کے کیبل کاٹ دیئے، مقدونیوں نے جواباً اپنے لنگروں کے لیے زنجیریں استعمال کرنا شروع کر دیں اور ان کو نیچے ہی رہنے دیتے تھے تا کہ غوطہ خور انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس طرح سمندری محاصرے کے دوران، دونوں اطراف سے مختلف جنگی چالیں آزمائی جاتی رہیں۔ سکندر کی فوجیں دیواروں میں شگاف ڈالنے کے لیے سرگرداں تھیں۔ ایک دفعہ ایسی کوشش عملی طور پر بھی کی گئی لیکن ٹائر والوں نے مقدونیوں کو کسی خاص مشکل کے بغیر پیچھے دھکیل دیا۔

اس کشمکش کے تیسرے دن، سکندر نے سمندر کے پرسکون ہونے کا انتظار کیا اور اپنی رجمنٹوں کے سپہ سالاروں کو عملی ایکشن کے لیے تیار کر کے، جنگی انجنوں کی مدد سے جہازوں کے ذریعے شہر کی طرف مارچ شروع کیا پہلے ہی حملے میں، حفاظتی دیوار کا ایک بڑا حصہ ہلا دیا گیا، جب شگاف کافی چوڑا نظر آنا شروع ہو گیا، تو اس نے جنگی انجن والے جہازوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور دو دوسرے جہازوں کو آگے بڑھایا، ان جہازوں پر دو عارضی پل موجود تھے، یہ پل وہ دیوار کے شگاف پر پھینکنا چاہتا تھا ڈھال بردار حفاظتی دستے ان میں سے ایک جہاز پر سوار تھے۔ یہ جہاز ایڈمیٹن کی زیر کمان تھے جبکہ دوسرے جہاز پر کوئینس کی رجمنٹ سوار تھی اسے ’’فٹ کمپینین‘‘ (Foot Companion) کہتے تھے۔

سکندر نے اپنے کئی ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے جہازوں کے ساتھ دونوں

بندرگاہوں کے درمیان حرکت کریں اور دیکھیں کہ کہیں سے شہر میں داخلے کی کوئی جگہ مل سکے۔ جب سکندر کے جہاز شہر کی طرف بڑھے اور دیوار پر پل پھینکے گئے، حفاظتی دستے بڑی بہادری سے ان پلوں کے ذریعے دیوار پر چڑھ گئے ایڈمیٹن نے اس موقع پر بہادری کی داستان رقم کی سکندر نے بذات خود ان سب کا بھرپور ساتھ دیا۔ سکندر کا میدان جنگ میں خود موجود ہونا اس کے ساتھیوں کی بہادری کی ضمانت تھا۔ دیوار کا پہلا حصہ جو قبضے میں کیا گیا وہی تھا جہاں سکندر کھڑا جنگ کی مسلسل نگرانی کر رہا تھا اس مقام سے ٹائر والوں نے بڑی آسانی سے شکست کھائی شاید ان کے مورال سکندر کی اعلیٰ قیادت کے بوجھ تلے دب گئے تھے جونہی مقدونیوں نے اپنا قبضہ کیا، ایڈمیٹن پہلا شخص تھا جو دیوار پر چڑھا لیکن جب وہ دیوار پر کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کا دیوار پر چڑھنے کے لیے حوصلہ بڑھا رہا تھا ، ایک نیزہ کہیں سے آ کر اسے لگا اور وہ موقع پر ہی دم توڑ گیا۔

دیوار پر قبضہ پکا کرنے کے بعد، سکندر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شاہی محل کی طرف روانہ ہوا، کیونکہ شہر کی طرح اترائی آسان نظر آتی تھی۔

آگے بڑھنے سے پہلے سکندر کے بحری بیڑے کا ایک جائزہ لیتے ہیں، فینوشیئز جنہیں ٹائر کی بندرگاہ کی مخالف سمت میں متعین کیا گیا تھا ان کا منہ مصر کی طرف تھا، یہ بحری دستہ بھی بڑے زور شور سے آگے بڑھتا جا رہا تھا اور اپنے راستے میں آنی والی ہر رکاوٹ کو گراتا جا رہا تھا۔ اس نے کھلے سمندر میں اور

ساحل پر کھڑے ٹائر جہازوں پر بھرپور حملے کیے۔ قبرصی بھی دوسری بندرگاہ پر لنگر انداز ہو چکے تھے، ان کا رخ سڈون کی طرف تھا، ان کے راستے میں کوئی خاص رکاوٹ نہ تھی اور اس سمت سے اس نے شہر پر تیز رفتار سے قبضہ کیا۔ ٹائر کے باشندوں نے جب دیوار کو دشمن کے قبضہ میں دیکھا تو ان کی فوج کا بڑا حصہ دیوار سے ہٹ گیا، ان لوگوں نے پلٹ کر ایک اجتماع کی شکل اختیار کر لی، جسے ''چیپل آف اگینر'' کہا گیا، اکٹھے ہو کر انہوں نے مقدونیوں کو روکنے کی از سر نو ایک کوشش کی، سکندر ان افراد کو روکنے کے لیے خود اپنے ڈھال بردار حفاظتی دستے کے ساتھ آگے بڑھا اور ایسے لوگوں کو تباہ کر دیا جو مقابلے پر آئے اور ایسے لوگوں کا بھرپور پیچھا کیا گیا جنہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

قتل عام

اس جگہ پر ایک بڑا قتل عام وقوع پذیر ہوا۔ بندرگاہ کی طرف سے داخل ہونے والوں نے اور کوئینس کی رجمنٹ نے شہر میں داخل ہو کر خوب قتل، غارت کی مقدونیوں کو ٹائر والوں پر غصے، نفرت اور انتقام کے جذبات محاصرے کے طول پکڑنے اور مقدونی قیدیوں کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھے جانے کی وجہ سے تھے۔ واقعہ کے مطابق، ٹائر والوں نے سڈون سے کچھ مقدونیوں کو قیدی بنایا تھا، ان قیدیوں کو دیوار کے اوپر پہنچا دیا گیا تھا تا کہ ان کی حالت سکندر کے کیمپ سے صاف نظر آئے، بعد میں ان کو قتل کرنے کے بعد، ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دی گئیں۔ اس بہیمانہ اقدام پر تمام لشکر میں

غم، غصہ کی لہر دوڑ گئی اس کا نتیجہ ٹائر شہر میں قتل عام کی صورت میں نکلا۔ تقریباً 8000 ٹائر باشندے تہہ تیغ کر دیئے گئے جبکہ مقدونیوں میں سے ایڈمیٹن کے علاوہ جس نے ایک بہادر انسان ہونے کا ثبوت دیا تھا، 20 ڈھال بردار محافظ کام آئے، محاصرے کے دوران، 400 مقدونیوں نے موت کا جام پیا، سکندر نے ایسے تمام افراد کو عام معافی دے دی جنہوں نے بھاگ کر ہیریکلز کے مندر میں پناہ لی تھی۔ ان افراد میں سے اکثریت ٹائر کے مجسٹریٹوں کی تھی، بادشاہ ازمیلکس اور چند، بیرونی ممالک کے سفیر جو اپنے آبائی شہر میں ایک پرانی روایت کے مطابق ہیریکلز کی شان میں پیش کی جانے والی قربانیوں میں حصہ لینے وہاں پہنچے تھے، بھی ان افراد میں شامل تھے۔ باقی جنگی قیدیوں کو غلام بنالیا گیا۔

پکڑے جانے والے ٹائر اور سوداگر دستوں کو جن کی تعداد تقریباً 3000 تھی، بیچ دیا گیا، سکندر نے شکرانے کے طور پر ہیریکلز کے لیے قربانی کی رسم ادا کی اور دیوی کی خدمت میں اپنے اسلحہ بردار سپاہیوں کے ساتھ جلوس نکالا، اس جلوس میں جہازوں نے بھی حصہ لیا۔ اس نے بعد بھی مندر میں ایک جمناسٹک پروگرام منعقد کروایا اور مشعل روشن کر کے اس کی دوڑ منعقد کروائی۔

وہ جنگی انجن جس کی مدد سے دیوار میں شگاف ڈالا گیا تھا، مندر میں لایا گیا اور شکرانے کے طور پر مندر کی نذر کر دیا گیا، ایک ٹائر جہاز جو ہیریکلز کے حوالے سے مقدس تھا، بحری حملے میں پکڑے جانے پر ہیریکلز کے مندر میں

چڑھاوا چڑھا دیا گیا، اس جہاز پر ایک عبارت کندہ کروائی گئی، کوئی نہیں جانتا وہ سکندر نے خود کروائی یا کسی دوسرے شخص نے، بہرحال مؤرخ نے اس عبارت کو احاطۂ تحریر میں لانا مناسب نہیں سمجھا، اس طرح ہیکاٹومباین کے مہینے میں ٹائر قبضے میں آ گیا۔

دارا کی دلچسپ پیش کش

جب سکندر ٹائر کے محاصرے میں مصروف تھا، ڈریئیس کے سفیر اس کے پاس آئے اور دارا کی طرف سے اعلان کیا کہ وہ اسے (سکندر کو) اپنی ماں، بیوی اور بچوں کی رہائی کے بدلے 10 ہزار ٹیلنٹ سکہ رائج وقت دے سکتا ہے، دریائے فرات کا گریسین سمندر تک پھیلا مغربی علاقہ سکندر کا ہوگا، سکندر دارا کی بیٹی سے شادی کرکے اس کا دوست اور اتحادی بن سکتا ہے۔ جب یہ تجاویز سکندر کے ساتھیوں کی کانفرنس میں بتائی گئیں، پارمینیو نے سکندر کو مخاطب کرکے کہا اگر میں سکندر ہوتا تو ان شرائط کی بنیاد پر جنگ کے خاتمے کو ترجیح دیتا اور کامیابی کے برعکس مزید کوئی کام نہ کرتا۔ سکندر کے بارے میں کہا جاتا ہے اس نے کہا کہ وہ سکندر ہے پارمینیو نہیں، سکندر نے ایک مرتبہ پھر وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا، اس نے کہا کہ اسے دارا کی دولت کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی وہ تمام کی بجائے، اس کی سلطنت کا ایک حصہ لے گا کیونکہ اس کا تمام علاقہ اور مال و دولت سکندر کا ہے۔ اگر وہ اپنی بیٹی کی شادی سکندر سے کرنا چاہتا ہے تو وہ ضرور کرے گا اگر دارا اس شادی سے انکار بھی کر دے اس نے

دارا کو حکم دیا کہ وہ اگر اس کی انصاف پسندی اور صلۂ رحمی کو دیکھنا چاہتا ہے تو خود اس کے پاس آئے۔"

جب دارا نے سکندر کا جواب سنا تو اسے مایوسی ہوئی کہ سکندر کے ساتھ معاملات کسی شرائط کے ساتھ نہیں ہو سکتے اس کے ہی اس نے سکندر کے ساتھ نئی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

دوسری طرف سکندر مصر کی مہم جوئی کے لیے پر تول رہا تھا، دنیا کے جس حصے کو فلسطین، شام کہا جاتا تھا، وہ پکے ہوئے پھل کی طرح سکندر کی گود میں آن گرا تھا لیکن ایک مخصوص قطعہ جس کا نام باطس (Batis) تھا اور غزہ (Gaza) کے شہر کے زیر قبضہ تھا، نے سکندر کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ عرب سوداگروں سے خوراک حاصل کر کے ایک لمبے محاصرے کی نیت کرتا رہا تھا، اس نے سکندر کو شہر میں داخلے کی اجازت نہ دی بلکہ اس کا دعویٰ تھا کہ کوئی طوفان بھی اس جگہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔

غزہ Gaza کا محاصرہ اور پیشین گوئی کا پورا ہونا

غزہ سمندر سے 20 سٹیڈز (2 1/2) کی مسافت پر تھا، ریتلی اور بھاری زمین غزہ تک پہنچنے کا راستہ تھا، یہ ایک بڑا شہر تھا جو ایک بلند پہاڑی پر تعمیر کیا گیا تھا اس کے اردگرد ایک مضبوط دیوار یا فصیل بنائی گئی تھی۔ فینوشیا سے مصر جاتے وقت، سیاوح کو ملنے والا یہ آخری شہر تھا جو صحرا کے کنارے واقع تھا، جب سکندر پہلے دن اس شہر میں پہنچا، اس نے ایسی جگہ کیمپ لگوایا جہاں سے

دیوارا سے چڑھائی کے لحاظ سے واضح نظر آتی تھی، اس نے دیوار پر قبضے کی نیت سے جنگی انجن بنانے کا حکم دیا، ماہرین حرب نے اسے بتایا کہ عملی طور پر یہ ناممکن ہے کہ دیوار کو بزور قوت فتح کرلیا جائے کیونکہ پہاڑی کی بلندی بہت زیادہ ہے، لیکن کام جتنا زیادہ مشکل اور ناممکن ہوتا تھا، سکندر کا جذبہ اسی قدر زیادہ ہو جاتا تھا اس کا کہنا تھا کہ حملہ اتنا شدید ہو کہ دشمن کی توقعات کے الٹ ہو اور اسے ہلا دے، سکندر کا منصوبہ یہ تھا کہ شہر کے اردگرد ایک مصنوعی پہاڑ بنایا جائے جن پر جنگی انجن رکھ کر دیوار کے برابر لائیں جائیں، چنانچہ پلان کے مطابق، مصنوعی پہاڑ شہر کی جنوبی دیوار کی مخالف سمت میں تعمیر کیا گیا جہاں سے حملہ کرنا آسان نظر آتا تھا، جب مصنوعی پہاڑ کو دیواروں کی سطح کے برابر اٹھالیا گیا تو مقدونیوں نے اپنے جنگی انجن اس پر رکھ دیئے اور ان کو غزہ کی دیوار کے قریب لایا گیا۔ ٹھیک اسی وقت جب سکندر قربانی کی رسم ادا کر رہا تھا اور اس نے گلے میں پھولوں اور پتوں سے مزین دائرے کی شکل والا ہار پہن رکھا تھا۔ مقدس رسم کی پہلی ہی منزل پر ایک گوشت خور پرندہ مہربان گاہ کے اوپر اڑتا ہوا آیا اور اپنے پنجوں میں دبا ہوا ایک پتھر اس کے سر گرا دیا۔ سکندر نے مستقبل شناس ارسٹینڈر سے دریافت کیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: ”اے بادشاہ، آپ بلاشبہ شہر کو فتح کرلیں لیکن آپ اس دن اپنا خصوصی خیال رکھیں“۔

جب سکندر نے یہ سنا تو تھوڑی دیر کے لیے اپنے آپ کو جنگی انجنوں کے

نزدیک دشمن کے میزائلوں کی پہنچ سے دور کر دیا لیکن جب یہ افواہ پھیلی کہ عرب میزائل داغنے کی اپنی اونچی جگہوں سے نیچے آگ کی شمعیں لے کر مقدونیوں کے انجنوں کو آگ لگانے کی کوشش کریں گے، مقدونی چونکہ پہاڑ کی نچلی ڈھلوان پر تھا چنانچہ سکندر خطرے کو بھانپ کر فوراً حرکت میں آ گیا، حرکت اس جوش اور گرمی میں اس نے مستقبل شناس کی رائے کو بھلا دیا۔ وہ اپنے ڈھال بردار دستوں کو لے کر فوراً ان جگہوں پر پہنچا جہاں مقدونی خاص طور پر مشکل میں تھے، اس نے ان کو پہاڑ سے نیچے دھکیلنے کی کوششوں کو نا کام بنا دیا، لیکن ایک گولے سے نکلنے والے چھروں نے اس کی ڈھال کے اندر گھس کر اس کو زخمی کر دیا اور اس کا کندھا خون میں لہولہان ہو گیا۔ اسے فوراً خیال آیا کہ ارسٹینڈر نے زخم کے بارے میں سچ کہا تھا، لیکن وہ بے ساختہ ہنس پڑا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے آئندہ فتوحات میں مستقبل شناس کی مدد لینا چاہیے۔ (اس واقعے سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ سکندر توہم پرتی اور مستقبل شناسی پر مکمل یقین رکھتا تھا۔)

سکندر کا یہ زخم بڑی مشکل سے صحیح ہوا۔ اسی اثناء میں جنگی انجن جن کی مدد سے اس نے ٹائر پر قبضہ کیا تھا، سمندر کے ذریعے بھیجے جا رہے تھے۔ اس نے حکم دیا کہ مصنوعی پہاڑ شہر کی تمام سمتوں میں شہر کے ارد گرد تعمیر کیا جائے یہ مٹی کا پہاڑ چوڑائی میں دو سٹینڈز اور اونچائی میں 250 فٹ تھا جب یہ انجن تیار ہو گئے اور ان کو مصنوعی پہاڑ میں لگا دیا گیا تو انہوں نے دیوار کا ایک بڑا حصہ ہلا

دیا اور اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر کھدی ہوئی خندقوں کو تباہ کر دیا۔ اس حملے نے دیوار کا ایک بڑا حصہ جگہ جگہ سے تباہ کر کے ایک وسیع خلا پیدا کر دیا تھا، مقدونیوں نے میزائلوں کی بارش کر کے فصیلوں کا دفاع کرنے والوں کو میناروں سے پیچھے دھکیل دیا۔ شہر والوں نے تین بھرپور حملوں کا سامنا کیا، اس دوران انہیں کافی اموات اور زخمی برداشت کرنا پڑے۔ لیکن چوتھے حملے میں سکندر کا تمام اطراف سے مقدونیوں کو لے کر حملہ آور ہوا اور اپنے انجنوں کی مدد سے کمزور دیوار کو ہلا کر اس کا بڑا حصہ گرا دیا۔ اس کے بعد سیڑھیاں دیوار سے لگا دی گئیں اب مقدونیوں کو اپنی بہادری کا ثبوت دینا تھا کہ کون دیوار پر پہلے چڑھتا ہے۔ سب سے پہلے سکندر کے نزدیکی ساتھیوں میں سے ایک آسایئڈا خاندان کا چشم، چراغ نیوٹولیمس سیڑھی پر چڑھا اس کے بعد ہر درجے کا افسر اوپر چڑھتا چلا گیا، دیوار سے اتر کر مقدونیوں نے دروازے کھول دیئے اور تمام فوج شہر میں داخل ہو گئی غزہ کا شہر اب اس کے دشمنوں کے ہاتھ میں تھا، غزائن متحد رہے اور خوب جم کر لڑے حتیٰ کہ وہ تمام وہاں لڑتے ہوئے مارے گئے کیونکہ ان میں کسی نے فرار کو ترجیح نہیں دی تھی۔ سکندر نے ان کے بیوی اور بچوں کو غلام بنا کر بیچ ڈالا اور ہمسایہ ریاستوں سے لوگ دوبارہ وہاں آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ اس نے اس جنگ کے لیے ایک قلعہ بند پوسٹ کے طور پر استعمال کیا۔

☆ ☆ ☆

ایران کی مہم کے لیے جنگی تیاری

سکندر پر اس بات کا شدید دباؤ تھا کہ وہ ان کی قیادت کرے اور یہ کام بغیر کسی وقت کے ضائع کیے بغیر کیا جائے، سکندر نے ان کے پچھلے رویئے کی مذمت کی اور کانفرنس ختم کر دی لیکن اگلے ہی دن، اس نے ڈاریئس اور ایرانیوں کے خلاف قیادت کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ دوسرے دن وہ شہر کے دروازوں میں سے گزرتا ہوا مائیر سینڈرس شہر کے نزدیک خیمہ زن ہوگیا لیکن رات کے وقت ایک افتاد آن پڑی، آندھی اور بارش کے ایک طوفان عظیم نے اس کو کیمپ میں محصور کر کے رکھ دیا جبکہ دوسری طرف ڈیریس نے اپنی فوج کے ساتھ موجودہ شام کی سرزمین میں ایک میدان کا انتخاب کیا تھا، یہ میدان حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا تھا اور ایک لشکر جرار کو اپنے اندر سمو لینے کے لیے کافی تھا۔ مزید براں اس میدان پر رسالہ دستوں کی جنگی مشق کرنے کے وسیع مواقع موجود تھے۔ اینٹی کس کے بیٹے مائنٹس نے جو سکندر کو چھوڑ کر چلا گیا تھا اپنے تجربے کی بنا پر ڈیریس کو اپنی جنگی پوزیشن پر ڈٹے رہنے کا مشورہ دیا تھا کیونکہ یہاں ایرانیوں کے اجتماع عظیم اور ان کے بہت بڑے مال، اسباب کے لیے کافی جگہ تھی، ڈیریس نے اس مشورے کو مان کر اس پر عمل کیا۔

لیکن سکندر کو ٹارسس میں قیام میں اپنی بیماری کے سبب طویل کرنا پڑا، سولی میں بھی وہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے قربانی میں مصروف رہا اور سیلیسن

کے پہاڑوں کے مکینوں کے خلاف فوج کشی کے لیے اپنی فوج کو تیار کرتا رہا۔ دارا بھی اپنے سابقہ فیصلے سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ وہ کسی دوسرے کے مسلط کیے ہوئے فیصلے کے تابع رہنے والا نہیں تھا چاہے وہ فیصلہ کتنا بھی اس کے مفاد میں کیوں نہ ہو، بہر حال یہ بادشاہوں کی شان تھی کہ ان کے پاس اچھا یا برا مشورہ دینے والوں کی ایک کثیر تعداد ہوا کرتی تھی، آخر کار دارا اس نتیجے پر پہنچا کہ سکندر کا آگے پیش قدمی کرنے کا فوری ارادہ نہیں بلکہ یہ سن کر کہ بقول اس کے (ڈریئس) کے خلاف فوجیں آگے بڑھا رہا ہے، سکندر نے اپنی مہم جوئی میں تبدیلی کر لی ہے۔ ڈریئس ہر طرف سے مشوروں کی زد میں تھا کہ اس کی فوج اور رسالہ مقدونیوں کو کچل کر رکھ دے گا۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر، امائینٹس کو یقین تھا کہ سکندر ہر اس جگہ پہنچے گا جہاں دارا ہو گا، لیکن تمام مشورے اور تدبیریں الٹ پڑ گئیں، مشیت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا، ڈریئس اپنی فوج، ماہر نشانہ بازوں، تیر اندازوں اور اپنے گھڑ سوار دستے سمیت سکندر کے سامنے ڈھیر ہو گیا اور ہتھیار ڈال دیئے کیونکہ یہ قدرت کا فیصلہ تھا کہ مقدونی ویسے ہی ایرانیوں کو اقتدار سے محروم کریں گے جیسے ایرانیوں نے میڈیسن کو اور اس نے پہلے میڈیسن نے Assyrians کو اقتدار سے علیحدہ کیا تھا۔

اسوس میں، سکندر کا اپنی فوج سے خطاب

ڈریئس نے پہاڑی سلسلے کو عبور کیا جسے عام طور پر آمانک دروازہ کہا جاتا

تھا، وہ اسوس کی طرف بڑھا اس نے اس پہلو پر بالکل توجہ نہ دی کہ وہ سکندر کے بغل میں پہنچ چکا ہے، اسوس پہنچ کر اس نے بہت سے مقدونیوں کو جو اپنی جسمانی وجوہات کے سبب باقی لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے، گرفتار کر لیا۔ آگے بڑھنے سے پہلے علاقے کی پرانی تاریخ پر نظر دوڑانا قابل فہم ہوگا۔

سیلیسا میں داخلے کے لیے مشرقی ممالک کے پاس دو راستے تھے، ایک جنوب کی طرف سے سمندر کے نزدک ملک شام کی طرف جاتا تھا جبکہ دوسرا شمال کی طرف سے وادیٔ فرات میں نکلتا تھا۔ سکندر نے اس شامی دروازے کی طرف سے درہ عبور کیا تاکہ وہ دارا کے خلاف پیش قدمی جاری رکھ سکے۔ ٹھیک اسی وقت دارا آمانک اپنے ہروال دستے کے ساتھ دروازے سے سیلیسا میں داخل ہو کر اسوس پر قابض ہو رہا تھا سکندر ملک شام میں مائیریںڈرس تک پہنچ گیا تھا، دارا سے مقابلے کے لیے مسلسل پیش قدمی کر رہا تھا، پلوٹارچ لکھتا ہے کہ وہ دونوں رات کے وقت ایک دوسرے کو جانہ سکے جو ایک جنگی غلطی تھی۔

دارا نے گرفتار شدگان کو تہہ تیغ کر دیا، اگلے روز وہ دریائے پینارس (Pinarus) کی طرف مڑ گیا۔ جونہی سکندر کے علم میں آیا کہ دارا اس کی بغل میں موجود ہے لیکن کسی حتمی اقدام سے پہلے سکندر نے ان خبروں کی جانچ ضروری سمجھی اس نے ایک بحری جہاز میں اپنے 30 معتمد ساتھیوں کو ان خبروں کی تصدیق کے لیے روانہ کیا۔ ان افراد نے سمندر کے ساتھ ساتھ سفر میں اس

بات کا کھوج لگا لیا کہ سمندر کے اس حصے میں جہاں سمندر ایک خلیج کی شکل اختیار کر لیتا ہے، ایرانیوں نے کیمپ لگا رکھے ہیں۔ چنانچہ وہ سرعت سے سکندر کے پاس پلٹے اور یہ خبر لائے کہ دارا تو ان کے قبضے میں آیا چاہتا ہے سکندر نے اپنے فوجی جرنیلوں، رسالہ دستوں کے کمانڈروں اور گریسئین اتحادیوں کا ایک اجلاس بلایا جس میں اس نے ان پر منڈلانے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے، دشمن کو جا لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے کہا کہ انہیں دیوی دیوتاؤں کی آشیرباد حاصل ہے، دشمنوں کی طاقت ان سے کئی گنا زیادہ سہی لیکن ان کا حوصلہ ہمارے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتا، سکندر نے بتایا کہ دشمن نے اپنے آپ کو ہماری پشت پر لا کر میدان ہمارے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے، دشمن کی کثیر تعداد میدان جنگ میں اس کے کسی کام نہ آئے گی، اس نے یاد دلایا کہ اس کے دشمن طاقت اور جوانمردی میں سکندر کا چنداں مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ مقدونی ایک عرصے سے جنگ میں مشغول رہنے کے سبب خطرات سے کھیلنے کے عادی ہو چکے تھے۔ اب وہ ایرانیوں اور میڈیسیوں کے ساتھ جنگ کے دہانے پر تھے جو ایک عرصے سے آرام و آسائش کے عادی ہو چکے تھے اور اپنی خواہشات کے غلام بن کر رہ گئے تھے، اب ان کا مقابلہ آزادی پسند انسانوں سے تھا۔ سکندر نے مزید کہا کہ دونوں اطراف کی افواج میں موجود یونانی ایک ہی مقصد کے لیے نہیں لڑیں گے کیونکہ جو یونانی دارا کے ساتھ خطرہ مول لے رہے ہیں وہ ایسا پیسے کے لالچ میں کر رہے ہیں جبکہ پیسہ بھی زیادہ نہیں ہے جبکہ دوسری

طرف کے یونانی یونان کے مفادات کے دفاع رضا کارانہ طور پر کر رہے تھے، تھریسیز، فونیئیز اور الیریئیز اور اگریئینز جیسی غیر ملکی قومیں جو یورپ میں جنگجو کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، ایشیا کے سست اور فاقہ مست لوگوں کے خلاف صف آرا ہو رہے تھے۔ سکندر اپنی افواج کی میدان جنگ میں دارا کے خلاف کمان کر رہا تھا۔ ان تمام باتوں کے تذکرے کا مقصد سکندر کا جدوجہد کے اس عمل میں اپنی برتری کے ثبوت پیش کرنا تھا، اور وہ اپنی فوج کو ان خطرات کو مول لینے کے بدلے میں عظیم انعامات کی نوید سنا رہا تھا۔

سکندر نے فوجوں کو گرماتے ہوئے کہا کہ ان کے لیے دارا کے گورنر کوئی چیز نہیں اور نہ ہی بیس ہزار افراد پر مشتمل گریسین رسالہ دستہ ان کا کچھ بگاڑ سکتا ہے بلکہ وہ ایرانیوں، میڈیسن اور ایشیا میں بسنے والی تمام اقوام پر قابو پا لیں گے اس کے بعد ان کے لیے کوئی معرکہ نہیں بچے گا بلکہ تمام ایشیا کے مقبوضات ان کے قدموں تلے ہوں گے اور سختیوں اور محنتوں کے طویل سلسلے کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سکندر نے انہیں عہد رفتہ کے ان کے شاندار کارناموں کی یاد دلاتے ہوئے کہا کہ ان میں سے اگر کسی نے بہادری کا کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے تو وہ اسے اس کے نام سے یاد رکھے گا اس کے بعد اس نے بڑی عاجزی سے سابقہ جنگوں میں اپنے چند کارناموں کا ذکر کیا۔ اس نے زینوفون (Xenophon) کے واقعہ کو یاد کرتے ہوئے بتایا کہ اس کے پاس صرف

دس ہزار افراد رہ گئے تھے، انہوں نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا، ان افراد کا موازنہ تعداد یا صلاحیت کے لحاظ سے کسی سے بھی نہیں کیا جا سکتا، ان کی لازوال بہادری نے بادشاہ اور اس کی طاقتوں کو بابی لون کے نزدیک راستے پر جاڈالا، جہاں سے انہوں نے اپنے راستے میں آنے والی تمام قوموں کو شکست فاش دی اور ریکزن سمندر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس تقریر میں سکندر نے ہر چند وہ الفاظ استعمال کیے جو ایک کمانڈر جنگ کے منڈلاتے بادلوں میں اپنی فوجوں کا لہو گرم رکھنے کے لیے استعمال کر سکتا تھا، اس تقریر کا فوری ردعمل یہ تھا کہ اس کے بہادروں اور لشکریوں نے اس کو کسی تاخیر کے بغیر اپنے دشمن کے خلاف پیش قدمی کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ وہ چاروں اطراف سے بادشاہ کی طرف امڈ رہے تھے اور بادشاہ کے دائیں ہاتھ کو تھام کر اپنے وعدے سے بادشاہ کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔

فوج کی صف بندی

سکندر نے اس کے بعد اپنے فوجیوں کو رات کا طعام کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اپنے چند گھڑ سواروں اور ماہر نشانہ بازوں کو دروازوں کی طرف بھیجا تا کہ وہ پشت کی جانب سے سڑک کی حفاظت کریں۔ جبکہ وہ خود رات کے وقت فوج کو لے کر درے پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ تقریباً آدھی رات کے وقت اس نے دوبارہ درے پر قبضہ کر کے تمام لشکر کر باقی رات آرام کرنے کا حکم دیا، اس دوران اردگرد کی پہاڑیوں پر سنتری پہرہ

دیتے رہے، طلوع آفتاب کے وقت، وہ سڑک کے ساتھ ساتھ درے سے نیچے اترنا شروع ہوا، جگہ کی تنگی کے پیش نظر اس نے اپنی فوج کو قطاروں میں چلایا جوں جوں پہاڑوں کی بلندی بڑھتی گئی، میدانی علاقہ بڑھتا گیا اور اس نے فوج کو قطاروں کی بجائے فلینکس میں تبدیل کر دیا، پہلی قطار میں پیدل دستہ بھاری اسلحے کے ساتھ، اس کے بعد دوسری لائن تھی جبکہ دائیں طرف پہاڑ اور بائیں طرف سمندر تھا، یہاں تک اس کا رسالہ پیدل دستوں کی پشت پر تھا لیکن جیسے ہی وہ کھلے میدانوں کی طرف بڑھے اس نے اپنی فوج کو میدان جنگ کی طرز پر تشکیل دیا، سب سے پہلے اس نے پہاڑ کے نزدیک دائیں بازو پر اپنا پیدل حفاظتی دستہ متعین کیا جو ڈھالوں سے لیس تھا۔ وہ پارمینیو کے بیٹے نکانور کی زیر کمان تھا، ان کے بعد کوئینس کا دستہ تھا اور ان کے نزدیک پرڈیکاس کا دستہ تھا، یہ دستے بھاری اسلحے سے لیس پیدل دستوں کے قلب سے دور دور متعین تھے۔ بائیں سمت میں، امائینٹس کا دستہ مستعد کھڑا تھا، اس کے بعد ٹولمے کا اور اس کے نزدیک میلیاگر کا دستہ تھا۔ بائیں طرف والی پیدل فوج کریٹرس کی زیر کمان تھی جبکہ پارمینیو بائیں ہاتھ والے ونگ کا سپہ سالار تھا، اس سپہ سالار کو یہ ہدایت تھی کہ وہ سمندر کے پاس کے علاقے کو نہیں چھوڑیں گے تاکہ وہ چاروں اطراف سے غیر ملکیوں کے نرغے میں نہ آ جائیں جو عددی اعتبار سے ان سے کافی زیادہ تھے۔

دوسری طرف جیسے ہی دارا کو سکندر کی آمد کی اطلاع ملی کہ وہ جنگ کی

نیت سے آیا ہے، تو اس نے اپنے رسالے دستوں کے 30,000 مشاقوں کو ہلکے ہتھیاروں سے لیس پیدل فوج کے بیس ہزار جوانون کی معیب میں دریائے پیناریس کے پار بھیجا تا کہ وہ سکندر کو آسانی کے ساتھ گھیرے میں لے سکے۔ جنگی حکمت عملی کے تحت دارا نے بھاری ہتھیاروں سے لیس پیدل فوج کے بعد 30,000 یونانی تاجروں کو سب سے پہلی صف میں مقدونیوں کے مدمقابل کھڑا کر کے، ان کے دونوں اطراف اپنے 60,000 افراد کھڑے کر دیئے تھے، انہیں کارڈیسیز کہا جاتا تھا یہ بھاری ہتھیاروں سے لیس پیدل فوج تھی، جس جگہ انہیں متعین کیا گیا تھا، وہ جگہ اتنی بڑی تعداد کے ایک فلینک کو سمو سکتی تھی، دارا نے ایک کثیر تعداد اپنے بائیں طرف پہاڑی کے نزدیک متعین کی تھی جو سکندر کے دائیں ہاتھ پر پڑتی تھی، ان میں سے کچھ دستے سکندر کی فوج کی پشت پر تھے، نزدیکی پہاڑ جس کے ایک حصے کی طرف وہ متعین تھے، گہرائی کی طرف جا کر سمندر میں ایک ساحل کے نزدیک سمندر کی پٹی بنتی تھی، اس کے پاؤں پر متعین دستے سکندر کی فوج کے دائیں ہاتھ کے پیچھے تھے، دارا کی فوج کا باقی جم غفیر ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے لیس پیدل فوج گریسیین سوداگروں اور ایرانی فوج کے فلینک کے پیچھے حرکت پذیر تھا، کہا جاتا ہے کہ دارا کے ساتھ موجود تمام فوج کی تعداد چھ لاکھ لشکر جرار تھی۔

جیسے سکندر نے پیش قدمی کی، اس نے محسوس کیا کہ میدان چوڑا ہو گیا ہے وہ اپنے شاہی گھڑ سوار دستوں کو آگے لایا، ان دستوں کو وہ ساتھی

(Companions) کہہ کر بلاتے تھے ان ساتھی دستوں کے ہمراہ تھیسلیز اور مقدونی دائیں ونگ پر متعین تھے پیلو پونیز اور یونانیوں کے باقی متحدہ افواج کو سکندر نے بائیں ہاتھ پر پارمینیو کی طرف بھیج دیا۔

دوسری طرف دارا نے اپنے ایک فلینک کو پہلے سے طے شدہ ایک اشارے کی مدد سے آگے بڑھایا اور اپنے گھڑسوار دستے کو یاد کیا، اس دستے کو اس نے دریا کے سامنے اس نیت سے متعین کیا تھا کہ اسے بوقت ضرورت اپنی افواج کو تیز رفتاری سے حرکت دینے میں استعمال کر سکے۔ ان میں سے اکثریت کو اس نے پارمینیو کی طرف سمندر کے نزدیک دائیں ونگ پر رکھا تھا کیونکہ یہاں کی زمین گھڑسواروں کے لیے نسبتاً مفید تھی، لشکر کے ایک حصے کو وہ بائیں طرف پہاڑی کی طرف لے گیا لیکن جب وہ زمین کی تنگی کے سبب غیر متحرک نظر آتے تھے، اس ان کو دائیں ونگ پر موجود جاں نثار ساتھیوں میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ دارا خود فوج کے قلب میں موجود رہا کیونکہ ایرانیوں میں ایسا ایک روایت کے تحت کیا جاتا تھا جس کے تحت ایران کے بادشاہ زیادے سے زیادہ وقت اس مقام پر گزارتے تھے، یہی وجہ تھی کہ فوجی انتظامات کی تفصیل گرائیلس کے بیٹے زینوفون نے لکھی۔

سکندر اپنی فوجوں کی ترتیب بدلتا ہے

جب دارا اپنی فوجوں کی جنگی ترتیب دے رہا تھا، سکندر نے محسوس کیا کہ تمام ایرانی گھڑسوار دستوں نے اپنی جگہ تبدیل کر ڈالی ہے اور اس کے

بائیں طرف ہٹ کر سمندر کی طرف چلے گئے ہیں اور اس کی سمت میں صرف پیلوپیشینز اور باقی گریسین گھڑ سوار متعین ہیں سکندر نے تھیسلین رسالے کو سرعت کے ساتھ وہاں جانے کا حکم دیا اور تاکید کی کہ دشمن کی فوجوں کے سامنے گھوڑے پر سواری نہ کریں جب تک دشمن ان کو جگہ بدلتے ہوئے دیکھ نہ لے اور ان کی فوجوں کے سامنے سے خاموشی اور رازداری سے گزر جائیں۔ دائیں طرف گھڑ سوار رسالہ کے سامنے، اس نے پروٹومارکس کی زیر کمان تیر انداز متعین کیے اور پھر نیز کوارسٹو کے ماتحت، پیدل دستوں اور تیر اندازوں کو اینٹی اوکس اور اگریرنیز کو اٹلس کی زیر کمان متعین کیا۔ کچھ تیر اندازوں اور گھڑ سواروں کو اس نے اس انداز سے ترتیب دیا کہ وہ پہاڑوں کی طرف مرکز کے ساتھ ایک مخصوص زاویہ بنا سکیں پھر بائیں طرف اس کے لشکر کا جم غفیر دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ ڈریکس کے آمنے سامنے تھا، دوسرا حصہ اس لشکر کے سامنے تھا جو پہاڑی پر ان کے سامنے جنگی حالت میں تیار بیٹھا تھا۔ بائیں طرف، پیدل فوج کریٹن اور تھرلیینز نشانہ بازوں پر مشتمل تھی اور سیٹالکس کی زیر کمان اگلے مورچوں پر متعین تھی جبکہ ایرانیوں کے لشکر کا بڑا حصہ دریا کے پار تھا۔

ان سے پہلے بائیں طرف رسالہ دستہ متعین تھا، جبکہ گریسین سوداگروں پر مشتمل دستے ان تمام دستوں کی بوقت ضرورت مدد کے لیے جنگی حالت میں تیار کھڑے تھے جب اس نے محسوس کیا کہ دائیں ہاتھ والی فوج کا حصہ اتنا

موثر نہیں ہے اور یہ ممکن ہے کہ ایرانی اس کو روند کر رکھ دیں تو سکندر نے ساتھی گھڑسواروں کے دو سکواڈران کو فوج کے قلب سے دائیں طرف سرک جانے کا اشارہ دیا۔ یہ کام بڑی راز داری سے کیا گیا، اس کے بعد پہلے سے متعین ایگریزیز اور گرسین تیر اندازوں کو دائیں ہاتھ پر آگے کی طرف بڑھایا اس طرح فوج کی دائیں سمت کو محفوظ کیا گیا، ان اقدامات کے علاوہ سکندر اپنے ذاتی محافظ دستوں کو ایرانیوں کی پہنچ سے کافی دور کھینچ کر لے گیا۔ اس دوران ایک واقعہ رونما ہوا، جن چند دستوں کو پہاڑ پر متعین کیا گیا تھا، جنگی پوزیشنوں کی تبدیلی کے باوجود، حکم کی تعمیل میں پہاڑ سے نیچے نہیں اترے، سکندر کے حکم پر ان پر حملہ بولا گیا اور ایگریزیز کے تیر اندازوں کی بوچھاڑ نے ان کو پہاڑ کے منہ سے ہٹا کر تتر بتر کر دیا، اس اقدام سے سکندر کی جارحانہ فطرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے جیسے ہی وہ نیچے کی طرف بھاگے سکندر نے اپنی حکمت عملی تبدیل کی اور یہ سوچ کر کہ ان افراد کو فوجیوں کی مختلف ٹکڑیوں میں پڑنے والے ممکنہ خلا کو پر کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، اس نے 300 گھڑسواروں کو پہاڑ پر موجود ان افراد پر نظر رکھنے کی ہدایت کرنا ہی کافی سمجھا تا کہ انہیں بوقت ضرورت استعمال کیا جا سکے۔

ایسوس کی جنگ

اپنی افواج کو مختلف جنگی پوزیشنوں پر متعین کرنے کے بعد آگے بڑھنے سے پہلے اس نے فوج کو آرام کا حکم دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ دشمن کی پیش قدمی

اتنی تیز رفتار نہیں بلکہ سست ہے جبکہ دوسری طرف دارا نے اپنی فوجوں کو مختلف انتظامات کے تحت آگے بڑھا دیا تھا لیکن خود اس نے دریا کے کنارے اپنی پوزیشن نہیں چھوڑی تھی۔ اس نے بذات خود کمان نہیں کی۔ جنگی اعتبار سے اس کی پوزیشن مختلف اطراف سے بلند اور خطرناک تھی بلکہ کئی مقامات پر جہاں سے اوپر چڑھنا نسبتاً آسان نظر آتا تھا، دارا نے وہاں دفاعی باڑ لگوا رکھی تھی، سکندر کے آدمیوں نے اس کی کمزوری کو بھانپ لیا کہ دارا نے اپنے آپ کو اپنے لشکر میں ایک مقدس گائے بنا رکھا ہے۔ اس بات کا اندازہ تب ہوا جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، تو سکندر گھوڑے پر سوار لشکر کی ہر سمت میں دوڑتا نظر آتا تھا اور اپنی سپاہ کا حوصلہ بڑھاتا تھا، اسے اپنے کمانڈروں سے لے کر پیدل اور رسالہ دستوں کے کمانداروں کے نام تک یاد تھے سکندر اپنی متحرک شخصیت سے فوج میں توانائی اور ولولے کی روح پھونک دیتا تھا، ہر طرف سے، دشمن پر چڑھ دوڑنے کی آوازیں تھیں، سکندر اپنی فوج کے ہراول دستے کی قیادت خود کرتا تھا اگرچہ دارا کی تمام فوجیں اس کی نظر میں تھیں لیکن اس نے جلدی میں کوئی پیش قدمی کرنے کی بجائے اپنے آپ کو باقی فوج سے الگ کر لیا۔ اسی اثنا میں دارا کی فوجیں جب اس کے نوکیلے لوہے کے ہتھیاروں کی زد میں آ گئیں تو سکندر خود دائیں طرف سے بجلی کی سی تیزی سے دریا میں آگے بڑھا اور اس تیز رفتاری سے پیش قدمی کی کہ ایرانیوں کی عقل دنگ رہ گئی اور ایرانی تیر اندازوں کے تیروں کی بوچھاڑ نے مقدونیوں

کا کم سے کم نقصان کیا، جیسے ہی فوجیں آپس میں ٹکرائیں اور دست بدست لڑائی شروع ہوئی، نتیجہ سکندر کی سوچ کے عین مطابق تھا، بائیں ہاتھ پر تعینات ایرانی فوج کا حصہ تہس نہس کر دیا گیا اور سکندر اور اس کے لشکر کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ لیکن دارا کی فوج میں شامل گریسین سوداگروں کے دستے نے البتہ مقدونیوں پر اس وقت حملہ کیا جب ان کی صفوں میں نظم وضبط کا فقدان تھا۔ چونکہ سکندر نے ایرانیوں کو پیچھے دھکیلنے اور دست بدست جنگ میں جس سرعت سے ہلہ بولا تھا قلب میں موجود مقدونیوں نے اتنی تیز رفتاری اور مہارت سے اپنا کام سرانجام نہیں دیا جس کے نتیجے میں دائیں ونگ میں ابتری پھیلی، دریا کے کئی حصوں کی طرف سے کنارے نہایت سیدھے اور خطرناک تھے جس کی وجہ سے فوج کی پیش قدمی کے وقت، ان کی صف بندی برقرار نہ رہ سکی۔

کشمکش اپنے نقطہ عروج پر تھی دارا کے گریسین مقدونیوں کو واپس دریا میں دھکیلنا چاہتے تھے تاکہ فتح دوبارہ ان کا مقدر بن سکے کیونکہ اس وقت تک ان کی فوجیں راہ فرار اختیار کر رہی تھیں دوسری طرف مقدونی سکندر کی فتح کو یقینی بنانے پر تلے ہوئے تھے جو واضح نظر آرہی تھی، سکندر کی فوج کا بڑا حصہ اس وقت تک ناقابل تسخیر تھا اس کشمکش میں گریسین اور مقدونیوں کے درمیان تاریخی رقابت جھگڑے کی بنیادی وجہ تھی، جنگ کے اس منظر نامے پر سیلوکس کے بیٹے ٹولمے نے ایک سو بیس مقدونیوں کے ہمراہ موت کا جام پیا۔ ٹولمے کی

بہادری کے سب معترف تھے۔

دارا کی شکست اور فرار

میدان جنگ میں دائیں ونگ پر موجود فوج یہ محسوس کر رہی تھی کہ ان کے مخالف ایرانی پہلے ہی منتشر ہو چکے ہیں ان کی توجہ کا مرکز دارا کے گریسین سوداگر تھے اور ان کے اپنے دستے تھے جو جنگ کی مار دھاڑ میں اپنے لشکر سے علیحدہ ہو گئے تھے، دارا کے حلیف یونانیوں کو دریا سے دور دھکیلنے کے بعد، انہوں نے اپنے دستوں کو ایرانی فوج کی سمت میں آگے بڑھایا جہاں ان کی صفیں بے ترتیبی کا شکار تھیں اس کے بعد یونانیوں پر ایک سمت سے حملہ کر دیا اس حملے میں مخالف یونانیوں کو تسبیح کے دانوں کی مانند بکھیر دیا، ان کے جتھے کو دو حصوں میں کاٹ دیا گیا البتہ ایرانی گھڑسوار جنہیں دریا کے پار متعین کیا گیا تھا۔ وہ اس کشمکش کو خاموش تماشائی بن کر نہیں دیکھتے رہے بلکہ پانی کی لہروں کو چیرتے ہوئے تھیسلیز سکوڈران پر حملہ آور ہوئے اور بے جگری سے لڑے، عالم فلک نے گھڑسواروں کی ایک شدید جنگ کا چشم فلک سے نظارہ کیا۔ ایرانیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہمت نہیں ہاری جب تک انہیں اس بات کا پختہ یقین نہیں ہو گیا کہ ان کا بادشاہ دارا راہ فرار اختیار کر چکا ہے اور ان کے مضبوط حلیفوں میں سے گریسین سوداگروں کو زمین چٹا دی گئی ہے اور ان سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ مجبوراً ایرانیوں نے راہ فرار کے حق میں فیصلہ کیا، ان کا فرار اتنا واضح اور ایک اہم واقع تھا کہ آج تک تاریخ کی انمٹ سیاہی کے ساتھ محفوظ

ہے۔ پسپا ہوتے وقت، ان کے گھوڑوں کو مہلک زخم آئے، جان بچا کر بھاگنے کا یہ عمل اتنی جلد بازی میں ہوا کہ تنگ راستوں پر ہڑبونگ مچنے سے سوار گھوڑے سے گر کر اپنے ہی فوجیوں کے گھوڑوں تلے آ کر کچلے گئے، گھوڑوں کے جلد بے کار ہونے کے عمل کے پیچھے ان کے گھڑسوار تھے جو بھاری اسلحے سے لیس تھے۔ تھیسلینز نے بھاگتے ایرانیوں کا دلجمعی سے پیچھا کیا اور انہیں تہہ تیغ کر دیا مرنے والوں نے گھڑسوار اور پیدل دستوں کے لشکری شامل تھے ۔

جیسے ہی دارا کے لشکر کا بایاں حصہ مقدونیوں کے ہلے کی تاب نہ لا کر اپنے ہی خون میں نہا کر منتشر ہوا تو ایرانی بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہ کایا پلٹ ہو چکی ہے، اس کی فوج کا یہ حصہ باقی لشکر سے کٹ چکا تھا اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنی جان بچائے چنانچہ وہ اپنی چیریٹ میں بھاگ کھڑا ہوا، جب تک وہ ہموار سطح زمین پر بھاگتا رہا اس کا چیریٹ اس کا ساتھ دیتا رہا لیکن جیسے ہی ناہموار اور پتھریلی زمین آئی، اسے مجبوراً چیریٹ کو خیرباد کہنا پڑا۔ یہ کام اتنی جلد بازی میں ہوا کہ وہ اپنا تیر کمان بھی چیریٹ میں چھوڑ گیا۔

پہلی پناہ

دارا چیریٹ چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے فرار کا سفر جاری رکھا۔ جلد ہی رات کا اندھیرا چھا گیا جس نے دارا کو ان نامساعد حالات میں پہلی پناہ دی۔ دوسری طرف قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سکندر تمام دن دارا کا پیچھا

کرتا رہا تھا لیکن جیسے ہی دن نے تاریکی کا چادر اوڑھ لی اور ہاتھ بھر کے فاصلے سے کچھ بجھائی نہ دیتا تھا، وہ با دل نخواستہ اپنے کیمپ کی طرف لوٹ آیا لیکن اس دوران اس نے دارا کے چیریٹ، تیر کمان اور شاہی مہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ دارا کے تعاقب کا عمل دارا کے جنگجوؤں کے منتشر ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ قدرے سست عمل تھا، کیونکہ سکندر نے اس وقت تک دارا کا تعاقب نہیں کیا تھا جب تک اسے یقین نہ ہو گیا کہ ایرانی گھڑسواروں اور گریسیئن سوداگروں کے دستوں کو دریا کے پار دھکیل دیا گیا ہے۔

معرکے کے بعد

اس معرکے میں ایرانیوں کے نامی گرامی سپہ سالار آریمز، ریومیترس اور ایٹلرائیس کام آئے جنھوں نے گرینکس کی جنگ میں گھڑ سوار دستوں کی قیادت کی تھی والئی، سباکس، مصر اور مشہور ایرانی شخصیت بوباکس بھی ایک لاکھ سپاہیوں اور دس ہزار گھڑسواروں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ قتل عام اس قدر شدید تھا کہ لاگس کا بیٹا ٹولمس جو اس وقت سکندر کے ساتھ تھا، کہتا ہے کہ دارا کے اپنے افراد اس کو آمادہ کر رہے تھے کہ اسے ایک تنگ وادی کی طرف نکل جانا چاہیے جو پہلے ہی لاشوں سے اٹی ہوئی ہے دارا ان کے مشورے کے مطابق، اس وادی سے نکل گیا، اس کا کیمپ جس میں والدہ، اس کی بیوی، بہن اور شیر خوار بیٹا موجود تھے، پہلے ہی حملے کے بعد وہاں سے ہٹا لیا گیا تھا۔ اس بات پر مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے، جسٹن مورخ اریان سے متفق ہے

کہ دارا کی بیوی کی جگہ اس کی بہن تھی جبکہ گروٹ دارا کی ماں، بیوی اور بہن کی گرفتاری کا ذکر کرتا ہے جو ایک تاریخی غلطی ہے، ڈاؤڈوطس اور کریٹس لکھتے ہیں کہ دارا کا بیٹا چھ سال کا تھا۔ ڈیوریکیس کی دو بیٹیاں اور اس کے ایرانی دوستوں کی کئی بیگمات کو جو وہاں موجود تھے، گرفتار کرلیا گیا، کئی ایرانی پہلے ہی اپنی بیویوں کو اپنی جملہ جائیداد سمیت دمشق کی طرف روانہ کر چکے تھے، کیونکہ دارا نے دمشق کی طرف اپنی تمام تر دولت پہلے ہی منتقل کر دی تھی، بادشاہ کو آرام دہ زندگی گزارنے کا شوق تھا اور وہ اپنی اشیائے ضروریہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتا تھا چاہے وہ کسی جنگی مہم پر ہی کیوں نہ ہوتا۔ دارا کے کیمپ پر قبضے کے نتیجے میں، 3000 ٹیلینٹس مالیت (موجودہ تقریبا 7,30,000 برطانوی پاؤنڈز) قبضے میں لی گئی، اس کے فوراً بعد دمشق کا شہر بھی زیر نگیں آ گیا اور یہ کام پرمینیو کا تھا جسے اسی مقصد کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہ اس مشہور جنگ کا نتیجہ تھا، جو تاریخ کے اوراق پر سدا زندہ رہے گی۔ یہ جنگ یونانی کیلنڈر کے مہینے میں میامیکٹرین میں لڑی گئی جب نیکوسٹرس ایتھنز کا حکمران تھا۔

سکندر کا دارا کے خاندان سے اچھا سلوک

اگلے روز سکندر اپنی ٹانگ کے زخم کو سہلا رہا تھا، یہ زخم اسے جنگ کے دوران ایک تلوار نے دیا تھا، وہ بذات خود زخمیوں کی عیادت کے لیے گیا اور حکم دیا کہ جنگ کے میدان سے تمام لاشوں کو بڑے عزت و احترام سے سپرد خاک کیا جائے، جنگ میں بہادری کے کارنامے سرانجام دینے والوں سے وہ

خود ملا اور ان کی شجاعت اور وفاداری پر ان کی تعریف کی۔ اس نے فرداً فرداً ہر ایک کو اس کی کارکردگی کے اعتبار سے مالی انعام سے نوازا اس نے نکانور کے بیٹے بلاکریس کو سسلی کا حاکم بنایا اور شاہی محافظوں میں شامل کر لیا۔ اس کی جگہ حفاظتی دستوں میں ڈیوامیسیس کے بیٹے مینس کو منتخب کیا۔ سلوکس کے بیٹے ٹولمی کے کمرے میں جو اس وقت تک مر چکا تھا، اس نے پولی سپر چون کو منتخب کیا اور اسے ایک بریگیڈ کی کمان سونپی، سکندر نے سولینیز کو 50 ٹیلنٹ کی ادائیگی کر کے ان کے یرغمالی انہیں واپس کر دیئے، یہ رقم ان پر بطور جرمانہ عائد کی گئی تھی۔

اس نے دارا کی ماں، بیوی اور بچوں سے بڑا اچھا سلوک کیا اور ان کو نظر انداز نہیں کیا، سکندر کے عہد کے مورخین لکھتے ہیں کہ اس رات جب وہ دارا کے تعاقب سے واپس لوٹا تو اس نے ایرانی بادشاہ کے کیمپ کو اپنے استعمال کے لیے چنا تھا، اس نے اپنے کیمپ کے نزدیک شور، غوغا اور عورتوں کا واویلا سن کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیوں واویلا کر رہے ہیں؟ اس کا جواب دیا گیا کہ اے بادشاہ یہ لوگ دارا کے خاندان کے افراد ہیں اور آپ چونکہ دارا کا تیر کمان، اس کی ڈھال اور شاہی مہر لائے ہیں اس لیے وہ دارا کو مقتول سمجھ کر آہ، بکا کر رہے ہیں، یہ سن کر سکندر نے اپنے قریبی ساتھی لیوناٹس کو ان کی طرف یہ کہہ کر بھیجا کہ ان کو بتائیں کہ دارا ابھی زندہ ہے، اپنے فرار کے دوران، وہ اپنا اسلحہ اور شاہی مہر اپنے چیریٹ میں چھوڑ گیا تھا اور یہی

وہ اشیاء تھیں جو سکندر اپنے ساتھ لایا تھا، لیوناٹس نے انہیں ایک اور خبر سنائی کہ سکندر انہیں ان کی مملکت اور ان کا شاہی مرتبہ واپس کر دے گا کیونکہ یہ جنگ سکندر کے کسی نفرت کے جذبے کے تحت نہیں لڑی بلکہ ایشیا کو اپنی ایمپائر بنانے کے خواب کی تکمیل کے لیے کی تھی۔ یہ ٹولمی اور ارسٹو بولس کے بیانات تھے۔

ایک دوسری رپورٹ کے مطابق، سکندر دوسرے دن خود ان کے خیمے میں گیا اس وقت اس کے ساتھ صرف ہفاشن تھا، دارا کی ماں کو شک تھا کہ ان دونوں میں سے بادشاہ کون تھا کیونکہ دونوں نے ایک جیسا لباس پہن رکھا تھا اور ہفاشن قد میں سکندر سے بڑا تھا، اس کو سکندر سمجھ کر، دارا کی ماں ہفاشن کی طرف بڑھی اور اپنے آپ کو اس کے سامنے جھکا دیا، لیکن جب وہ پیچھے ہٹا تو وہاں موجود ملازمین نے توجہ دلائی کہ سکندر کہہ رہا تھا کہ وہ بادشاہ ہے، دارا کی ماں اپنی حرکت اور غلطی پر نادم ہوئی، اسی پریشانی میں پیچھے ہٹ رہی تھی، ’’فضا میں سکندر کی آواز گونجی تم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے کیونکہ ہفاشن بھی ایک سکندر ہے‘‘۔ مورخ لکھتا ہے کہ اگر ایسا کوئی واقعہ رونما ہوا ہے تو یہ سکندر کی انصاف پسندی، رحم دلی اور انسان دوستی کا کھلا اظہار ہے جس پر اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

دارا رات کی تاریکی میں اپنے چند مصاحبین کے ساتھ فرار ہوا، دن کے وقت اسے راستے میں وہ ایرانی اور گریسین فوجی ملتے گئے جو جنگ کے میدان

سے بحفاظت نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اس طرح چار ہزار افراد اس کی زیر کمان آ گئے۔ یہاں سے دارا نے اپنے فرار کو ایک تیز رفتار مارچ میں تبدیل کر دیا اس نے انتہائی تیز رفتاری سے تھپساکس کے شہر اور دریائے فرات کی طرف سفر کیا، وہ جلد از جلد دریا کو پار کر کے اپنے اور سکندر کے درمیان دریا کو حائل کرنا چاہتا تھا۔ اینٹی اوکس کا بیٹا امائینٹس، میمنر کا بیٹا تھایمونڈس اور دوسرے صحرائی جنگجو میدان جنگ سے فی الفور اپنی جنگی پوزیشنوں کو چھوڑ کر فرار ہو گئے، ان کی کمان میں آٹھ ہزار سپاہی تھے۔ پہاڑوں میں سے ہوتے ہوئے، وہ فونیشیا میں ٹریپولی کے مقام پر پہنچے، وہاں انہوں نے سمندر کے ساحل پر کھڑے جہازوں پر قبضہ کر لیا انہی جہازوں میں وہ فیسوس سے لائے گئے تھے۔ انہیں آگے کے سفر کے لیے جتنے جہاز چاہیے تھے، انہوں نے ان پر کنٹرول حاصل کر کے باقی جہازوں کو آگ لگا دی تاکہ یہ جہاز ان کا پیچھا کرنے کے لیے ان کے دشمن کے کسی کام نہ آ سکیں، وہ پہلے قبرص فرار ہوئے پھر مصر چلے گئے جہاں امائینٹس کو سیاسی جھگڑوں میں مداخلت کرنے پر مقامی لوگوں نے قتل کر دیا۔

دارا کا ردعمل اور سکندر کو دعا

ایسوس کی لڑائی کے فوراً بعد، ڈیریئس کی بیوی کا محافظ فرار ہو کر ڈیریئس کے پاس آیا، جب ڈیریئس نے اس کو دیکھا تو اس کا پہلا سوال یہ تھا اس کے بچے، بیوی اور ماں محفوظ ہیں، جب اسے بتایا گیا کہ وہ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ انہیں

اعلیٰ درجے کی عزت و تعظیم سے نوازا گیا ہے تو ڈیریس کا دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا اس کی بیوی ابھی ایک باعصمت ہے؟ جب اسے بتایا گیا کہ ایسا ہی ہے تو اسے نے فوراً پوچھا کہ کیا سکندر نے اس کا دل جیتنے کے لیے کوئی کارگزاری کی ہے؟ محافظ نے حلفاً بتایا اے بادشاہ وہ ایسی ہی ہے جیسی آپ کے پاس تھی اور سکندر ایک بہترین اور رحم دل انسان ہے۔ یہ سن کر دارا نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یہ دعا کی۔ اے زیوس بادشاہ، جو طاقت کا منبع ہے، اب میری خاص طور پر ایرانی سلطنت کی حفاظت فرما، جو طاقت تم نے مجھے عطا نہیں کی لیکن چونکہ میں اب ایشیا کا بادشاہ نہیں رہا، تو میری طاقت سکندر کے سوا کسی اور کو مت عطا کرنا۔

☆☆☆

All rights reserved. ©2002-2006

ہندوستان آ گیا!

327 قبل مسیح کے موسم گرما میں سکندر نے اپنا کیمپ افغانستان کے موجودہ دارالحکومت کابل کے نزدیک سے اکھاڑا اور ہندوستان کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ جب وہ موجودہ خیبر پاس کے پاس پہنچا تو اس نے فوج کو تقسیم کر دیا کہا جاتا ہے کہ اس وقت اس کی فوج 40000 ہزار نفوس پر مشتمل تھی اس نے فوج کے ایک حصے کو ہفاشن کی قیادت میں درے کے ذریعے بھیجا اور دوسرے حصے کو شمال کی طرف سے نسبتاً ایک مشکل راستے سے لے کر چلا فوجوں کی یہ نقل و حرکت بہت سست تھی جلد ہی سکندر کو احساس ہو گیا کہ ایسا کیوں ہے آگے بڑھنے کا عمل صرف پتھریلے راستے کی وجہ سے سست نہیں تھا بلکہ مال غنیمت کا وزن بھی لشکر پر بھاری پڑ رہا تھا ان حالات کو بھانپتے ہوئے ، ایک دن صبح جب تمام سامان لوڈ کیا جا رہا تھا سکندر نے پہلے اپنے سامان والی گاڑی کو آگ لگا دی پھر سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی ویگنیں نذر آتش کر دیں پلوٹارچ لکھتا ہے کہ حیران کن حد تک سپاہیوں کی ایک قلیل تعداد نے فیصلے پر ناخوشی کا اظہار کیا جبکہ اکثریت نے جنگی جذبے، جوش کے ساتھ ایک دوسرے کو آگ لگانے کا سامان فراہم کیا اور اپنی ویگنوں کو آگ لگا دی۔

اس بوجھ کے ہلکا ہونے پر، لشکر زیادہ آسانی سے حرکت کر سکتا تھا اور اپنی جنگی زندگی کی مشکل ترین لڑائیاں لڑنے میں مصروف ہو سکتا تھا ان کے ہر

اگلے میل پر ان کا سامنا پہاڑی جنگجوؤں سے ہو رہا تھا

جس سے ان کی تیز رفتاری متاثر ہو رہی تھی۔ یہ سلسلہ 327 کے موسم بہار تک جاری رہا۔ اس کے بعد سکندر نے دوبارہ ہیفاشن کی فوجوں کو ساتھ ملا لیا۔ ان مشترکہ فوجوں نے دریائے سندھ کو عبور کر لیا۔ اور ٹیکسلا میں داخل ہو گئے۔ ٹیکسلا کا ماحول ان کے لئے دوستی سے بھرپور تھا۔

اس وقت تک سکندر اپنی سلطنت سے 9000 میل دور تک لشکر کشی کر چکا تھا، جس میں اس نے بڑے جان نثار ساتھی اور پرانے دوست کھوئے تھے۔ اسے اس بات کا مکمل اندازہ تھا۔ کہ ہر نئی جنگ دوسری جنگوں کے لئے راستہ بناتی ہے۔ اب ہندوستان میں اس کا آمنا سامنا نہایت منظم لیکن غصیلے قبیلوں سے ہونا تھا۔ جنہوں نے اسے تمام ایشیا کا حاکم اور سکندر اعظم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سکندر اس مزاحمت سے گھبرانے والا نہیں تھا۔ لیکن اسے خدشہ تھا کہ یہ مزاحمت لشکر کے جذبے پر منفی اثر ڈالے گی۔ اور اس کا خدشہ غلط بھی نہ تھا۔

خوش نصیبی

اس موسم بہار کے آغاز میں خوش نصیبی نے سکندر کا ساتھ دیا۔ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جسے اس کے فوجیوں نے نیک شگون سمجھا، اور ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ یعنی انہیں عشق پیچاں کے وہ افسانوی پودے مل گئے جو ملکہ سے منسوب تھے۔ جن کی کہانیاں بہادروں سے منسوب تھی جو دیونی سوس کی زیر کمان

یہاں تک آئے تھے۔ اور جنگ لڑنے کے قابل نہ ہو سکنے کے باعث یہیں کے ہو رہے۔ اور دیوتاؤں کی عبادتوں کی مجلسوں کا اہتمام کرتے رہے۔ نفسیاتی طور پر لشکریوں کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اور سکندر بھی مقدونیہ کے اس بیل دار پودے کی طرح کے پودوں کو یہاں پائے جانے کو دیوتاؤں کی طرف سے اپنی طرف خوش بختی کا اظہار سمجھا۔

سکندر اس واقعہ سے بہت خوش تھا۔ وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ اس پہاڑ پر چڑھا، جس کے ڈھلوانوں پر عشق پیچاں کے پودے نظر آئے تھے۔ عشق پیچاں کو دیکھ کر مقدونیوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ انہوں نے ان پودوں کے ہار بنا کر پہنے اور تاج بنا کر سر پر رکھے۔ وہ خوشی سے ناچ گا رہے تھے۔ سکندر نے دیونی سوس کے نام پر قربانی کی۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جشن میں بھرپور شرکت کی۔

مقدونیوں کا کہنا تھا کہ دیوتا انہیں زمین کے اس خطے میں یہی دکھانے لائے ہیں۔ کہ ان سے پہلے بھی یونانی یہاں آ چکے ہیں۔ وہاں انہوں نے سدا بہار گلاب، خوبصورت پہاڑی جنگل، اور ایسے طاقتور بیل مشاہدہ کیے جن کے لمبے لمبے سینگ تھے۔ ان جانوروں کی کچھ تعداد مقدونیہ روانہ کی گئی۔ اس نفسیاتی خوشی نے انہیں مہم جوئی کی حقیقت بتا دی۔

نیسا کا جشن یونانیوں کے لئے ایک یادگار بن گیا۔ کیونکہ اس کے بعد انہیں جشن کی بجائے کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ سکندر باوجود کوشش اور

خواہش کے راستے میں مزاحمت کرنے والے کئی پہاڑی قلعوں کو تسخیر نہ کر سکا۔ اسی جھنجھلاہٹ میں بعض مقامات پر مقدونی فوجیوں نے غصے میں آپے سے باہر ہو کر بڑی بے رحمی کا مظاہرہ کیا۔ ایک جگہ پر ایک قبیلے نے اپنے آپ کو سکندری فوج کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس قبیلے کے تمام مرد قتل کر دیے گئے۔

جب بارش تھمی تو سکندر نے ہمالیہ کی برف پوش چوٹیوں کا مشاہدہ کیا۔ وہ شاید یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ پہاڑ دنیا کا اختتام ہیں۔ لیکن جلد ہی خفیہ رپورٹیں اس تک پہنچنے لگیں۔ کہ بیڈ اسپیس دریا کے اس پار ایک راجا کی پرانی سلطنت ہے۔ جس کے پاس ایک اندازے کے مطابق دس لاکھ افراد پر مشتمل فوج اور ہزاروں ہاتھی ہیں۔ اور وہ ایک ہفتے سے زیادہ کی مسافت پر نہیں ہے۔ اسے بتایا گیا کہ وہاں ایک عظیم دریا بہتا ہے۔ جسے لوگ گنگا کہتے ہیں۔

سکندر صرف اکیلا ہی نہیں تھا۔ جس کے پاس ایسی رپورٹیں آ رہی تھیں۔ سکندر کے فوجیوں کے ہاتھیوں کے بارے میں افسانوی قصے غیر معمولی قد وقامت کے جنگ جوؤں کا ذکر عرصہ دراز سے چل رہا تھا۔

اس کے پرانے ساتھی یونانی اور مقدونی تھکاوٹ کا شکار ہو رہے تھے۔ جب کہ سکندر اپنی فتوحات کے نشے میں اپنے تخیل کی منزل (destiny) یعنی مشرقی ہندوستان کے آخری مقام کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بچپن سے اس نے سن رکھا تھا کہ سورج کے ابھرنے کا مقام یہی ہندوستان میں ہے۔ اس خواہش بے کراں کی تکمیل کی خاطر سکندر ایشیائے کوچک (اناطولیہ) سے ہوتا

ہوا مصر میں داخل ہوا۔ اور مصر کے بعد ایشیائے کوچک سے ہوتے ہوئے بابل (اب عراق) کو زیر کرنے کے بعد ایرانی تہذیب کے پرچم کو سرنگوں کیا۔ تخت جمشید (persipolis) فتح کرنے کے بعد کاکیشیا کے راستے برصغیر میں وارد ہوا۔ پہاڑوں کے ایک طویل اور ہیبت ناک سلسلے ہندوکش اور کالیشین عبور کرنے کے بعد دیر کے علاقے سے ہو کر سکندر پنجاب میں داخل ہوا۔ اس خطے کو یونانی علاقے (pindus) سے تشبیہ دینے پر اس علاقے کا نام (pindus) پڑ گیا جو بعد میں بگڑ کر انڈس رہ گیا۔ وہ دریائے سندھ کو عبور کر کے ایک ایسی بادشاہت میں داخل ہو چکے تھے۔ جہاں انہیں لوٹ مار سے منع کر دیا گیا تھا۔ اب سکندر انہیں ایک دوسرے ہیڈاسپیس (hydaspas) (بعد میں جہلم کہلایا) کو عبور کرنے کو کہہ رہا تھا۔ دریا عبور کرنے کے بعد ان کا سامنا گوگیملا کی جنگ کے بعد سب سے خطرناک طاقت سے ہونے والا تھا۔

یہ خطرناک اور طاقت ور بادشاہ پورس تھا۔ جو اپنے وقت کا ایک بہت بڑا

نام

تھا۔ وہ دریائے ہیڈاسپیس کے پار کے علاقے میں بلا شرکت غیرے حکومت کرتا تھا۔ سکندر اپنی زندگی میں جتنے جرنیلوں سے جنگ لڑ چکا تھا۔ پورس ان سب میں سے ایک بہادر اور لائق جرنیل تھا۔ اس کی پیادہ فوج کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ پورس کی عظیم فوج توپ خانے، رتھوں، شہسواروں اور ہاتھیوں پر مشتمل تھی۔ جسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ بیس اور پچاس

ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ جبکہ اس کے چار ہزار گھوڑے سواروں کو چیریٹ کی مدد حاصل تھی۔ اس زمانے کے جنگی معیار کی نظر میں چیریٹ گھوڑا سوار دستوں کی رفتار اور دشمن پر وار کرنے کی صلاحیتوں میں بے پناہ اضافہ کر دیتا تھا۔ جب کہ 200 ہاتھی اس کے علاوہ تھے۔ یہ ہاتھی دفاع کے لحاظ سے ایک نا قابل تسخیر دیوار کی حیثیت رکھتے تھے۔ کیونکہ گھوڑے اس عظیم جانور کو دیکھ کر گھبرا جاتے تھے۔ جس کی وجہ سے صفیں منتشر ہو جاتی تھیں۔ ان ہاتھیوں کو قلعوں کے دروازے توڑنے اور مخالف فوج کو دہشت زدہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ ہاتھی پر دو یا دو سے زیادہ تیر انداز سواری کرتے تھے۔ سپہ سالار بڑے فخر سے ہاتھی پر سواری کرتے تھے۔ ہندوستانی فوج کو گھڑ سواروں کے مقابلے میں ہاتھیوں کی موجودگی کا جنگی فائدہ حاصل تھا۔

ماضی میں لڑی جانے والی اہم جنگوں میں ہاتھیوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان کے دانتوں پر تلواروں کو مضبوطی سے باندھ دیا جاتا تھا۔ جس سے دشمن کی فوجیں تتر بتر ہو جاتی تھیں۔

پورس کو سکندر پر عددی برتری حاصل تھی۔ جب کہ سکندر کو ہتھیاروں اور جنگی صلاحیت پر برتری حاصل تھی۔ دوران جنگ پورس نے نہایت ہوشیاری سے اپنے آپ کا ہاتھی پر براجمان کیا تھا۔ تا کہ وہ سکندر کے ساتھیوں کی یلغار سے محفوظ رہ کر اپنی فوج کے حوصلے اور لڑنے کے جذبے کو تقویت پہنچا سکے۔

دوسری طرف سکندر کی افواج ایرانی، مقدونی، اناطولی، مصری، بابلی اور

دیگر اقوام پر مشتمل تھی۔ اور وہ اناطولیہ، بابل، مصر اور ایران کی شاندار فتوحات کے بعد سورج کی اس دھرتی کو فتح کرنے کے لئے بے چین تھا۔ جب وہ برصغیر میں داخل ہوا تو اس کے سامنے دو بڑی قوتیں تھیں۔ ایک ہندوکش کا عظیم پہاڑی سلسلہ اور دوسرا پورس۔

پورس کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ سکندر دریائے ہیڈاسپس عبور نہ کر سکے۔ سکندر کی اس ممکنہ کوشش کی حاصلہ شکنی کے لئے پورس نے اپنی ہاتھی رجمنٹ کو دریا کے مشرقی کنارے کی نگرانی کا حکم دیا۔ یہی وہ متوقع کنارہ تھا جہاں سے سکندر نے دریا کو عبور کرنا تھا۔ دوسری طرف سکندر یہ جانتا تھا کہ گھوڑے اس جگہ بے کار ثابت ہوں گے۔ اس نے پورس کے ہاتھیوں کی جاسوسی کی۔ اور ان کی نقل و حرکت پر بغور نظر رکھنے سے سکندر کو پتا چلا گیا کہ ہاتھیوں کی کمزوری کیا ہے؟۔ اسے معلوم ہوا کہ وہ خطرے کیوقت گھبرا جاتے ہیں۔ اور سنبھالے نہیں سنبھلتے۔ سکندر کے پاس ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے دستوں کو دریا کے پار پہنچا کر پورس کو حیرانی میں جا لے۔ اس نے سندھ سے کشتیوں کا ایک پل خریدا تھا۔ تاکہ اسے دستوں کو دریا پار کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ پورس کو گومگو کی حالت میں رکھنے کے لئے اس نے دریا کو مختلف مقامات سے پار کرنے کی سعی کی۔ سکندر کی ان پے درپے فرضی چالوں نے پورس کو اس خدشے سے بے نیاز کر دیا۔ کہ سکندر دریا پار کرنے کی سنجیدہ کوشش کر رہا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ سکندر بارشوں کے موسم کے بعد کوئی سنجیدہ اور بھرپور کوشش

کرے گا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر کے افسروں میں سے ایک افسر ایسا بھی تھا۔ جو سکندر کا ہم شکل نظر آتا تھا۔ سکندر نے پورس کو دھوکہ دینے کے لئے کہ سکندر اس کی آنکھوں کے سامنے مقدونی خیمے میں موجود ہے۔ نے اپنے ہم شکل اطلوس کا اپنے خیمے میں رکھا۔ شاہی دستہ اور شاہی پھریری اپنی جگہ موجود رہے۔ موسم طغیانی تھا۔ اور دریا میں طغیانی تھی۔ لیکن سکندر پر عزم اور ولولہ انگیز قیادت نے سکندر کے فوجیوں کے لہو کو گرما دیا۔ اور وہ خطرے سے بھڑ گئے۔

اس کامیاب حکمت عملی کے بعد، سکندر نے 5000 منتخب گھڑ سواروں اور چھ ہزار پیدل دستوں پر فوج کے ایک حصے کو دریا کے بہاؤ کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے تیار کیا۔ رات کے وقت پہلے سے تیار کی گئی کشتیوں کی مدد سے ان دستوں نے بڑی خاموشی اور راز داری سے دریا عبور کیا۔ اس دوران سکندر کی فوج کا بڑا حصہ دریا کے مغربی کنارے پر شور و غل کر کے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے انتہائی ہوشیار اور چوکس رہا۔

دن چھٹنے کے تھوڑی دیر بعد پورس تک یہ الفاظ پہنچائے گئے، کہ سکندر کی فوج دریا عبور کر چکی ہے۔ پورس نے فوراً جوابی حملے کے طور پر اور اپنی فوج کے مورال کو بچانے کے لئے ایک بڑی فوج سکندر کو واپس دریا کے پار دھکیلنے کے لیے بھیجی۔ لیکن سکندر نے اس فوج کو منتشر کر دیا۔ اس بات پر مورخین میں اختلاف ہے کہ آرئین ٹولمے (Aryan Tolmey) کی تحریروں کی بنیاد اخذ کرتا ہے۔ کہ خشکی پر قدم رکھتے ہی سکندر کی فوجوں کی مڈ بھیڑ ہندوستانی

فوجیوں کے ایک دستے سے ہوئی۔ اس دستے کی قیادت پورس کا بیٹا کر رہا تھا۔ اس دستے کی تعداد پر بھی اختلاف ہے۔ آرئین لکھتا ہے کہ پورس کے بیٹے کی قیادت میں فوج 120 بگھیوں اور 2000 پیادوں پر مشتمل تھی۔ جب کہ ارمنٹولس بگھیوں کی تعداد 60 کے قریب قرار دیتا ہے۔ ٹولمی بھی اس تعداد کو 120 بگھیوں اور 2000 پیادے قرار دیتا ہے۔

بہر حال اس اخلاقی بحث سے ہٹ کر دریائے ہیڈ اسپس پار کرتے ہی فیصلہ کن پیش قدمی کے پہلے ہی مرحلے میں سکندر کا استقبال تلواروں اور نیزوں سے کیا گیا۔ جس کا مردانہ وار جواب دیا گیا۔ اس رن میں سکندر خود بھی زخمی ہوا۔ اور اس کا گھوڑا بوکی فالس مارا گیا۔ پورس کے بیٹے کو پسپائی اختیار کرنا پڑی۔ یہ مڈ بھیڑ حادثاتی ہو یا پہلے سے طے شدہ۔ دونوں صورتوں میں سکندر کی نفسیاتی اور فوجی برتری کا باعث بنی۔ یہ دیکھ کر پورس نے اپنے پیچھے ہاتھیوں کی ایک مختصر تعداد اور پیدل فوج چھوڑی۔ اور خود سکندر کے حملے کا موثر جواب دینے کے لئے باقی فوج کو ایک منظم شکل میں لے کر لڑنے کے لئے نکلا۔ فوج کے وسط میں اس نے ہاتھیوں کا دستہ مقرر کیا۔ ان کے درمیان میں 100 فٹ کا فاصلہ تھا۔ پیدل فوج ان کے پیچھے تھی۔ فوج کے ہر ونگ کو پشت سے چیر پھاڑ والے گھڑ سواروں کی مدد اور خدمات حاصل تھیں۔ اس طرح پورس نے ایک ناقابل تسخیر فوج کی تعداد کھڑی کر دی تھی۔

اس نازک موقع پر چشم فلک نے سکندر کو یہ تاریخی فقرہ ادا کرتے ہوئے

دیکھا کہ ”آج میرا سامنا وحشی ہاتھیوں اور جنگ جو فوجیوں کی مشترکہ قوت سے ہے۔“ اور یہ میری حوصلہ مندی کی شایان شان ہے۔

پورس کی ان جنگی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے سکندر نے سامنے سے حملہ کرنے کا ارادہ بدل دیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے گھڑ سوار دستے پورس کے ہاتھیوں کے سامنے غیر موثر ہوں گے۔ اس کی حکمت عملی اپنے پیدل دستوں کے اس طرح استعمال پر تھی کہ وہ کتنی دیر میں پورس کے ہاتھیوں والے دستوں کا صفایا کرتے ہیں۔ دوسری طرف اس کی امید ہندوستانی گھڑ سواروں پر اپنے شہہ سواروں کے ذریعے قابو پانے پر تھی۔ سکندر کی گھڑ سوار فوج پورس کی نسبت تعداد میں زیادہ اور طاقت ور تھی۔ لیکن اسے اپنی برتری منوانے کے لئے ہندوستانی گھڑ سواروں کو ہاتھیوں کی مدد کرنے والی رینج سے باہر نکالنا تھا۔ تا کہ وہ ہاتھی رجمنٹ اور گھڑ سوا دستوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے تہہ تیغ کر سکیں۔ بہر حال ہر حکمت عملی کا انحصار پورس کے مقابلہ کرنے کے رد عمل پر تھا۔ کبھی بھی اس جوان بادشاہ سکندر نے مشکلات کے مقابلے میں اندھی چال نہیں چلی تھی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے گھڑ سوار تیر انداز ہندوستانیوں کے بائیں طرف والے گھڑ سواروں کے خلاف بھیجے۔ رہی سہی کسر اس کے ساتھیوں کے زبردست حملے نے پوری کر دی۔ پورس نے بالکل ویسا ہی کیا جیسا کہ سکندر چاہتا تھا۔ اپنی فوج کے بائیں ونگ پر زبردست دباؤ دیکھ کر پورس اپنے دائیں ونگ کی مدد کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ لیکن شاید دیر ہو چکی تھی۔

سکندر کی کامیابی میں اس کے حملے کرنے کا وقت کا انتخاب اور محتاط حکمت عملی شامل تھی۔ جنگ کے عروج پر اس کے کمانڈروں کے درمیان آپس میں رابطہ اس زمانے کی جنگوں کے معیار کے اعتبار سے مثالی تھا۔ سکندر نے ان کی شاندار ذہنی تربیت کی تھی۔ وہ سب جانتے تھے کہ انہیں کس وقت کیا کرنا ہے۔ جب ہندوستانیوں نے اپنا بایاں ونگ ہاتھیوں اور پیدل دستوں کے ساتھ آگے بڑھایا تو سکندر کے گھڑسوار فوراً حرکت میں آ گئے۔ جنرل سوئینس کی قیدت میں گھڑسوار مقدونیہ کی فوج کے بائیں جانب سے نمودار ہوئے اور انھوں نے دشمن کی آگے بڑھتی ہوئی فوج پر بھرپور ہلہ بول دیا۔ اب پورس کی فوج کے دو گھڑسوار دستوں کو ایک ہی بن کر لڑنا پڑ رہا تھا۔ اور وہ دو مخالف سمتوں سے اپنا دفاع کر رہے تھے۔ اس خطرناک صورت حال سے نکلنے کے لئے پورس نے اپنے ہاتھیوں کو بائیں سے آگے بڑھایا۔ ایک دفعہ پورس کا پھر یہ رد عمل سکندر کی توقع کے عین مطابق تھا۔ اپنے ہاتھیوں کو اپنی جنگی پوزیشن سے ہٹا کر پورس نے اپنے پیدل دستوں کے دائیں ونگ کو دشمن کے سامنے لا کھڑا کیا۔ اب ان کے اور مقدونیہ کی عظیم پیدل فوجی قوت کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ جلد ہی بڑی فوج پورس کی پیدل فوج سے اس طرح ٹکرائی۔ جیسے بادل کے گرج کی آواز آئی ہو۔ اس شدید حملے کے نتیجے میں پورس کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ اور ہندوستانی پیدل فوج کو واپس دھکیل دیا گیا۔ جہاں انھوں نے ہاتھیوں کی دفاعی لائن کے پیچھے پناہ لی۔ سکندر کی پیدل

فوج نے اپنا حملہ جاری رکھا۔ اور جلد ہی وہ پورس کی فوج کی صفیں چیرتے ہوئے ہندوستانی ہاتھیوں کے آمنے سامنے آگئے۔ مقدونی بلا خوف وخطر آگے بڑھتے گئے۔ لڑائی کے آدھے دن ہاتھیوں نے مقدونیوں کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ لیکن سکندر کی شاندار گیم پلاننگ کے نتیجے میں جنگ کا پانسہ اس کے حق میں پلٹ گیا۔ بھاری کلہاڑیوں سے ہاتھیوں کے پاؤں کاٹ دیے گئے۔ اور ان کی سونڈھوں کو خمدار تلواروں سے نشانہ بنایا گیا۔ ڈیوڈورس رقم طراز ہے کہ مہاوتوں کے لئے بلبلاتے ہوئے ہاتھیوں پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ وہ تکلیف کی شدت سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مزید براں سکندر کی فوج کے تیرانداز پورس کے ہاتھیوں پر موجود لوگوں کو چن چن کر گرا رہے تھے۔ لوہے کے ٹکرانے اور چیخنے چلانے نے ہاتھیوں کو بوکھلا دیا تھا۔ اور یہ عظیم الخلقت جانور رہنمائی کے فقدان کی وجہ سے گھبرا کر میدان سے بھاگنے لگے۔ اور واپسی پر اپنی ہی فوج کو روندتے چلے گئے۔

اب سکندر شاندار طریقے سے لڑی اس جنگ کے نازک موڑ پر ہندوستانی فوج کو مزید حیران کرنے کے لئے تیار تھا۔ یہ حملہ اس کے شہسوار ساتھیوں کی طرف سے تھا۔ انھوں نے میدان جنگ پر اس طرح حملہ کیا کہ ہندوستانی فوج کے قلب پر جا کر گرے۔ جلد ہی ہندوستانی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور ہندوستانی فوجی اپنی جان بچانے کے لئے ہر سمت میں بھاگ نکلے۔ دوسری طرف کسی سوار کے بغیر درد اور خوف کے مارے جنگلی ہاتھی ان کی صفوں کے

درمیان ادھر ادھر بھاگ کر ان کو کچل رہے تھے، جب کہ سکندر کے فوجی انہیں ہر سمت سے کچوکے لگا رہے تھے۔

اسی اثنا میں ہندوستانی فوج کا وہ حصہ جو دریا کی حفاظت پر مامور تھا۔ پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اور سکندر کی فوج کا ایک بڑا حصہ دریائے ہیڈاسپس کے اس پار آ گیا۔ اس تازہ دم دستوں نے میدان جنگ میں پہنچ کر بھاگتے ہندوستانیوں کا پیچھا کیا۔ اور انہیں تہہ و تیغ کر دیا۔ اور جو باقی بچے انہیں قیدی بنا لیا۔ اس مایوس کن صورت حال میں بھی پورس نے ہمت اور حوصلے کا دامن نہ چھوڑا۔ ڈیوڈورس لکھتا ہے کہ پورس نے چالیس ہاتھی براہ راست اپنی کمان میں لے کر ایک پر جوش حملہ کیا اور کئی یونانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس ہلے میں اس کے ہاتھی نے بھرپور ساتھ دیا۔ ہر چند وہ ہاتھی زخموں سے چور چور تھا۔ اس نے اپنے سوار کو گرنے نہ دیا۔ جب اس کی ہمت جواب دے گئی تو اس نے بڑے وقار کے ساتھ پورس کو زمین پر اتار دیا۔ اور سونڈ کی مدد سے اپنے تیر نکالنے لگا۔ جب کہ پورس نے زمین پر لڑائی جاری رکھی۔ اس طرح وہ دارا کی طرح میدان جنگ سے بھاگا نہیں بلکہ اس نے اپنے تئیں بھرپور کوشش کی کہ سکندر کے سامنے فولادی دیوار بن جائے۔

تاریخی مکالمہ

آٹھ گھنٹوں پر محیط اس جنگ میں پورس نے تقریباً اپنے بارہ ہزار افراد کھوئے جب کہ سکندر کی فوج کا جانی نقصان ایک ہزار نفوس کا تھا۔ پورس خود

بھی زخموں سے چور میدان جنگ سے نکلنے والا آخری آدمی تھا۔ جب سکندر کے ٹیکسلا کے اتحادیوں نے اسے ہتھیار پھینکنے کو کہا۔ تو اس نے ہاتھی پر بیٹھے بیٹھے ان کی طرف نیزے پھینکے۔ آخر کار جب اس کو اس کے دوست میروس کے ذریعے پیغام بھیج کر ہاتھی سے اتار کر زمین پر لایا گیا تو وہ زیادہ خوب بہہ جانے کے سبب کمزور ہو چکا تھا۔ اس کی خواہش پر اس کو پانی پلایا گیا۔ اس کے بعد اس نے سکندر سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس کو سکندر تک پہنچایا گیا۔ اس کی آمد کا سن کر سکندر اس کی طرف بڑھا۔ اور ایک ترجمان کے ذریعے اس سے پوچھا کہ وہ کیا سمجھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا جانا چاہیئے؟۔ پورس نے اپنے آپ کو اپنے مکمل قد تک سات فٹ تک کھینچا اور نہایت سکون اور وقار سے جواب دیا ''جیسے بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔''

پورس کا جواب سن کر سکندر بہت خوش ہوا۔ اور اس کو آزاد کر کے ہندوستان کا مستقل حکمران مقرر کیا۔ یہاں اس نے دو شہر آباد کیے۔ ایک اپنی فتح کی یادگار کے طور پر۔ اور دوسرا اپنے عزیز ترین گھوڑے بوسیفلس کی یاد میں۔ جو اس جنگ میں مرا تھا۔ اور اس مقام پر دفن کیا گیا تھا۔

پورس کے اس جواب نے سکندر پر خاصا گہرا اثر چھوڑا، شاید ہی اس پر کسی دشمن کی شخصیت کا ایسا اثر پہلے کبھی ہوا ہو۔ اس نے پورس کو پہلے اپنا اتحادی بنا لیا۔ اور پھر دوست۔ بعد میں سکندر نے مزید فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور

یونانیوں اور مقدونیوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے پورس کی بادشاہت میں لوٹ مار سے منع کر دیا۔ سکندر کے اتحادی اور پرانے ساتھی سکندر کے اس فیصلے پر حیران اور دم بخود رہ گئے۔ انہوں نے ایک عظیم جنگ صرف اس لئے نہیں لڑی تھی کہ ابھی میدان جنگ کی گرد بھی صاف نہیں ہوئی تھی کہ شکست خوردہ فوج کے حکمران کو اقتدار بخش دیا گیا۔ اور انہیں اس مال غنیمت سے محروم کر دیا گیا جو انھوں نے اپنی بہادری سے حاصل کیا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ سکندر کے دماغ میں کیا تھا!۔

کئی ہندو مورخین اور عہد حاضر کے افسانہ نگاروں نے اس واقعہ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور تاریخی حقائق کو جھوٹ کا لبادہ پہنا کر اسے پورس کی فتح اور نہ صرف سکندر کی شکست بلکہ اس کے دل برداشتہ ہو کر بیمار ہو جانے کا فسانہ گھڑا ہے۔ جس کی کوئی تاریخی سند نہیں۔ اور نہ ہی ایسی کوئی بات کسی غیر جانبدار مورخ سے ثابت ہو سکی ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ہندو مصنف بدھا پرکاش نے سکندر پورس کشمکش پر مشتمل داستان کو افسانوی رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس میں سکندر کے کردار کو ہوس۔ زمین گیری اور قتل و غارت کا دلدادہ اور پورس کو انصاف پسند حکمران دکھایا گیا ہے۔ جب کہ عین جنگ کے نقطۂ عروج پر فاتح (سکندر) کی طرف سے مفتوح (پورس) کو اس کے دوست کے ذریعے بلانا۔ تا کہ مزید قتل و غارت روکی جا سکے۔ اور پورس کا چلے آنا اس کے شیان شان نظر نہیں آتا، یہ

عمل راجپوتوں کی غیرت کی نفی کرتا ہے۔ ویسے بھی جنگ کا نتیجہ دونوں میں سے ایک فریق کی موت تھا۔ پورس نے سمجھوتہ (compromise) کیوں کیا۔ اس بات کے ٹھوس تاریخی شواہد موجود نہیں ہیں۔ لیکن حالات واقعات کی بنیاد پر اور پورس کا سکندر کے نکتہ نظر سے اتفاق کرنا ہی سکندر کی فتح مندی کا واضع اور بین ثبوت تھا،

سکندر اور پورس کا تاریخی مکالمہ اور اس پر سکندر کی فیاضی، اس کی اعلیٰ ظرفی کا کھلا ثبوت ہے۔ جب کہ سکندر کے فوجیوں کو مال غنیمت تو دور لاشوں کے سوا کچھ نہ ملا۔ اس کے لشکروں میں بے اطمینانی کی لہر دوڑ گئے۔ یہ ان کے صبر کا نقطہ عروج تھا۔ جب سکندر کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔

تاریخ کے اس موڑ پر اس بات کے قطعی شواہد میسر نہیں ہیں کہ سکندر کا اپنی فوجی مہم کو آگے بڑھانے کے بارے میں کیا ارادہ تھا۔ اور فوجی برتری اور عظمت کے لئے اس کا جذبہ کس قدر تھا۔ البتہ وہ اتنا آگے بڑھ آیا تھا کہ مغرب کے ساتھ اس کے رابطے مفقود ہو چکے تھے۔ ایران کے عظیم بادشاہ کا کردار ادا کرتے ہوئے اسے یقیناً راحت ملی تھی۔ لیکن نو مفتوح مملکتوں کے انتظامی امور نے نہیں بلکہ پے در پے خون ریز جنگوں اور طویل فاصلوں کے دوران پیش آنے والی سختیوں نے متاثر کیا تھا۔ مشرق کی طرف چلتے ہوئے اس نے بہت سے شہر آباد کیے تھے۔ جن میں سے ایک کا نام اپنے گھوڑے بوسیفلیس کے نام پر رکھا جو ہیڈاسپس کی جنگ میں زخموں کی تاب نہ لاتے

ہوئے مر گیا تھا۔ یہ شہر زیادہ عرصے آباد نہ رہے۔ کیونکہ سکندر کے فوجی اس انجان سرزمین پر ایک چھاؤنی میں رہنے کے خواہش مند نہیں تھے۔ جس قسم کی لڑائی انہیں لڑنا تھی۔ وہ ان کے لئے ایک نئی بات تھی۔ انہیں اسلحہ بردار جنگ جوؤں کا خوف نہیں تھا۔ بلکہ بخار اور بیماری ان کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ بیماری کے اس خوف میں موسم کی گرمی، جلن اور پھر طوفانی بارش نے حد کردی۔

ڈیوڈورس لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ (مقدونی) سات روز تک ایک باڑ میں پھنسے رہے۔ ان کے کپڑے پھٹ چکے تھے۔ اسلحہ زنگ آلود ہو چکا تھا۔ لاپرواہی اور عدم استعمال کے سبب ان کے ہتھیار کند ہو چکے تھے۔ یہ شاید گرمیوں کا آخری حصہ تھا جب وہ ہپاسس (Hypasis) دریا (موجودہ دریائے بیاس) پر پہنچے تھے۔ دریائے بیاس کا منبع ہمالیہ کے دامن میں تھا۔ وہ دریائے سندھ سے ادھر ادھر چل کر تقریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ طے کرتے ہوئے آئے تھے۔ اور موجودہ دہلی سے 250 میل شمال مغرب کی دوری پر تھے۔

ہندوستان میں اپنی آمد کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے سکندر نے 12 بلند و بالا مینار تعمیر کروائے۔ ان میں سے ہر ایک کا نام اولیمپس کے دیوتاؤں کے نام پر تھا۔ اس پہلو سے تاریخ کو ایک ٹھوس دلیل یہ میسر آتی ہے کہ اگر سکندر کسی قسم کے ذہنی کوفت یا صدمے سے شکار ہو کر واپس جا رہا ہوتا۔ جیسا کہ اکثر ہندو مورخین اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ پورس کے ہاتھوں رسوا ہو کر سکندر

واپس جاتے ہوئے غم کے عالم میں بیمار ہو کر مرا۔ جب کوئی کسی جگہ سے مطمئن یا اچھی یادیں لے کر جاتا ہے تو وہاں اپنا نقش چھوڑ جاتا ہے۔ اور وہاں کا نقش ساتھ لے جانا پسند کرتا ہے۔ 12 میناروں کی تعمیر بھی ان شاندار لمحات کی یادوں کو محفوظ کرنے کا عمل ہے۔ جب کہ شمال مغرب کے پہاڑوں میں آج بھی یونانیوں کی نسل (کیلاش قبیلے کی شکل میں رواں دواں ہے۔) یہ انہی دیوتاؤں کی اولادیں ہیں جو سکندر کے ہمراہ ہندوستان کی مہم میں آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ یہ کہنا کہ سکندر کے جانے یا اس کی موت کے بعد ان لوگوں کو مقامی ہندوستانی آبادی نے قتل کر دیا تھا۔ غلط ہے۔ بہر حال جنگ جہلم سے فارغ ہونے کے بعد سکندر نے چناب اور راوی کے دوآبے میں کچھ مہمات سر انجام دیں۔ اور ایک وسیع علاقے پر دسترس حاصل کر کے پورس کی سلطنت میں شامل کر دیا۔ یہاں تک پورس سکندر کے ہم رکاب تھا۔ اس کے بعد سکندر دریائے چناب پار کر کے موجودہ وزیر آباد کے پاس سے گزرا۔ (انگریزوں نے بھی اس مرد آہن کی یاد میں اسی مقام پر ریلوے کا ایل پل تعمیر کروایا۔) جس کا نام سکندریہ پل رکھا گیا۔ یہ پل آج بھی ایک تاریخی سچ کے طور پر موجود ہے۔

چھوٹی بڑی کئی ایک خون ریز مہمات سے فارغ ہو کر سکندر اب دریائے بیاس کے کنارے کھڑا دہاڑ رہا تھا۔ تاریخی واقعات کا تسلسل برقرار رکھنے کی غرض سے میں اپنے قارئین کے لیے ان مہمات کا ایک مختصر ذکر پیش کر دیتا

ہوں۔ تا کہ سند رہے۔

وہ جہاں سے گزرتا، مناسب مقامات پر فوجی چھاؤنیاں تعمیر کرواتا گیا۔ جہاں اس کی فوج موجود رہے۔ اور آپسی رابطے برقرار رہیں۔ اس کا جرنیل کیراٹورس پورس کے دارالخلافہ میں تھا۔ جہاں کوئینوس دریائے چناب پر تعینات تھا۔ ہفاشن، جہلم اور دریائے راوی کے درمیانی علاقے میں موجود قبائل سے نبرد آزما تھا۔ سانگلہ ہل کے علاقے میں سکندری فوج نے وسیع پیانے پر قتل عام کر کے شہر تباہ و برباد کر ڈالا۔ سکندر نے جس فراخ دلی اور رحم دلی کا مظاہرہ پورس کے ساتھ کیا تھا۔ وہ یہاں نظر نہیں آتا۔

دریائے بیاس کے کنارے پہنچ کر وطن واپس جانے کی چنگاری جیسے سلگ اٹھی۔ کیورٹس لکھتا ہے کہ جنرل کوئنوس نے لشکریوں کی ترجمانی کرتے ہوئے سکندر سے استدعا کی کہ ہم زخم خوردہ اور لہولہان ہو چکے ہیں۔ ہمارے ہتھیار زنگ آلود اور کند ہو چکے ہیں۔ نہ تن پر کپڑا ہے اور نہ سواری کے لئے گھوڑے ہیں۔ اور نہ خدمت کے لئے غلام۔ ہم پوری دنیا فتح کر کے بھی خالی ہاتھ ہیں۔ ہماری زندگیاں غیر محفوظ ہیں۔ کئی لوگ مصائب کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ ہماری درخواست پر ہمدردانہ غور کیا جائے۔ وطن واپسی کی جائے۔ جب اس کے لوگ قربانیاں ادا کرنے میں مشغول تھے، کچھ جسمانی ورزش اور گھڑ سواری کے مقابلوں میں حصہ لے رہے تھے۔ اس نے دریائے (Hyphasis) سے اپنا راستہ بدلا اور ان کو لے کر جنوب کی جانب چل

پڑا۔ اکثریت اپنے خیالوں میں فتح پا چکے تھے۔ کیونکہ ان کی وطن واپسی کی دیرینہ خواہش پایہ تکمیل کو جا پہنچی تھی۔ لیکن وطن واپسی کے لئے سکندر نے جو راستہ منتخب کیا۔ وہ اجنبی، بلواسطہ اور خطرات سے بھرپور تھا۔

نومبر 326ء تک وہ موجودہ جہلم دریا (Hydaspes) تک واپس آ چکا تھا۔ اور ایک ہزار چھوٹی کشتیوں پر مشتمل ایک بحری بیڑا اکٹھا کر چکا تھا۔ اس نے اپنی فوج کو اس دریا میں اتارا جو آگے جا کر دریائے چناب میں گرتا تھا۔ حالانکہ وہ واپسی کی شکل میں اپنا آخری سفر کر رہا تھا۔ لیکن ایک فاتح کی حیثیت سے وہ اپنے کردار کو کبھی نہیں بھولا تھا۔

اس کے بعد سکندر اور آگے بڑھا اور اس مقام پر پہنچا جہاں ستلج اور بیاس دونوں دریا آپس میں دست وگریبان ہوتے نظر آتے ہیں۔ یہ موسم سرما کی عروج تھا اور سردی شدت سے پڑ رہی تھی۔ اس لئے فوج نے آگے جانے سے انکار کر دیا، مجبوراً سکندر اس مقام سے واپس لوٹا اور اس نے براہ راست سمندر خلیج فارس میں جانے کا ارادہ کیا۔ مگر پھر یہ رائے بدل ڈالی اور صرف امیر البحر بنوکس کو سمندر کے راستے روانہ کیا اور خود تھوڑی سی فوج اپنے ہمراہ لے کر خشکی کے راستے واپس ہوا۔ راہ میں بھوک اور پیاس کی وجہ سے فوج نے کچھ تکلیف اٹھائی۔ لیکن خدا خدا کر کے بصد مشکل اس سفر کو تمام کیا۔ جب سکندر پھر سوسا میں پہنچا تو وہاں دارا کے قبائل سے ملا۔ جن کو وہاں رہائش کا حکم دیا گیا تھا۔ دارا کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن اس کی بیٹی سٹارئیا پترشہرہ وہاں

مقیم تھی۔ وہ بادشاہ کو سلام کرنے آئی۔ اس وقت اس کا عالم شباب تھا۔ سکندر اس کو دیکھتے ہی دم بخود ہو گیا۔ اس نیاس وقت اس حسن لاجواب کی خوب خاطر مدارت کی۔ گو دارا اب اپنی زبان سے شادی کی اجازت دے گیا تھا۔ مگر سکندر کو بالکل جرات نہ ہوئی کہ وہ شاہی اختیارات کو عمل میں لا کر اس حور وش سے شادی کرے۔ اس نے نہایت عاجزی سے عام آدمیوں کی طرح اس سے شادی کی درخواست کی۔ جب اس پری پیکر نے شادی کی درخواست قبول کر لی تو اس کی خوشی اور شادمانی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ نہایت دھوم دھام سے سکندر نے سٹائیریا سے شادی کی۔ اور اس خوشی میں اس قدر دولت صرف کی جس کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ کل سپاہ کو بیش قیمت زر، جواہرات عطا کیے۔ اور مدت تک معشوقہ دل نواز کے ساتھ عالم تخلیہ میں مصروف عشرت رہا۔ اس کے بعد وہ بابل کی جانب متوجہ ہوا۔

یہ 325 ق م کا موسم بہار تھا۔ جب سکندر نے صحت یابی کے بعد چناب میں اپنا سفر دوبارہ شروع کیا۔ اور ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں پر دریائے چناب سندھ ساگر سے ملتا تھا۔ انھوں نے جنوب کی سمت میں اپنا سفر جاری رکھا۔ باوجود اس کے کہ سکندر نے مغرب کی طرف مڑ کر ایران کی طرف جانے کا قصد کیا تھا۔ وہ دریائے سندھ کو اس کے آخری مقام تک دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب اس نے دریا کے منہ سے عربین سمندر کا مشاہدہ کیا تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے تصور کیا کہ وہ آباد دنیا کی جنوبی حد تک پہنچ چکا

ہے۔ اس کے آدمیوں نے اس کے ساتھ اس کی خوشی میں کوئی حصہ نہ لیا۔ کیونکہ انہیں (Hyphasis) سے روانہ ہوئے ایک سال گزر چکا تھا۔ وہ گھر سے کوسوں دور تھے۔ جب کہ سمندر جسے وہ زمین کا اختتام سمجھ رہے تھے۔ ان کے ذہنوں میں وسوسے بھر رہا تھا۔

ان حالات میں انہوں نے سکندر سے وطن واپس جانے کی استدعا کی۔

سوس میں قیام

سوس میں وہ خود فوج کا انتظام سنبھالے رہا۔ بیاس کے کنارے جو فوج نے بغاوت کی تھی، اسے وہ بھولا نہ تھا۔ مقدونیوں کی تعداد فوج میں اگر چہ بہت کم تھی۔ مگر ان کے اور سکندر کے درمیان قوت عزم کا امتحان بدستور جاری تھا۔ اب سکندر محسوس کر رہا تھا کہ اسے آباد کاروں کی ضرورت ہے۔ جو بوقت ضرورت فوجی خدمت بھی سرانجام دے سکیں۔ وسیع میدانی فوج کی ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ایشیائی اقوام کے سروں پر مقدونوی تلواروں کو زیادہ دیر تک معلق رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ تیس ہزار ایشیائی رنگروٹوں کو یورپی قواعد سکھائے گئے۔ اور اب سکندر انہیں مختلف کمان داروں کے ماتحت مقرر کیا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ بعض مقامات پر فوج کی ایک رجمنٹ میں مقدونویں کی صرف ایک کمپنی رہ گئی تھی۔ اس نے ایرانی باختری اور سیتھی افسروں کو اونچے منصب دے کر اپنے رفیقوں میں شامل کر لیا۔ نئ سلطنت کے لئے یوریشیائی فوج ہی درکار تھی۔ مقدونوی فوج موزوں نہ رہی تھی۔ کہ سکندر کے لئے مشکلات کا

باعث بن رہی تھی۔

سوس پہنچ کر سکندر نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فرصت کے لمحات گزارے۔ اس نے دارا کی بڑی بیٹی کو اپنی دوسری بیوی منتخب کیا۔ اپنے جرنیلوں، ہفاشس۔ کریٹرس، سلیکوس، بطلیموس، پر ڈیکاس اور دوسرے 80 ساتھیوں کی شادیاں کیں۔ مورخ کے خیال میں سکندر کی پالیسی کا حصہ تھا کہ ایرانی خواتین سے شادیاں کی جائیں۔ اس نے اپنی موجودگی میں اجتماعی شادیاں کیں۔ اور ایشیائی اور مقدونیوں کو اپنا رفیق قرار دیا تھا۔ اس نے سرکاری طور پر جہیز کا اہتمام کیا۔ سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد نے بھی شادیاں کیں۔ ان شادیوں کو ایک رجسٹر میں درج کیا گیا۔

ایرانیوں کے ساتھ اس رشتہ داری نے مقدونیہ کے لوگوں کے دل میں غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ ان کی تکریم میں فرق آیا ہے۔ مقدونیہ والے شاکی تھے۔ چنانچہ اس نے سب کو بلایا اور کہا جن کی عمر زیادہ ہو چکی ہے یا زخموں کے باعث جنگی خدمات انجام نہیں دے سکتے۔ وہ واپس چلے جائیں۔ انہیں رخصت کے وقت ایسے انعامات دیے جائیں گے۔ جن کی وجہ سے وہ اہل مقدونیہ کے لئے رشک کا باعث بن جائیں گے۔ اس سلسلے میں اسے اپنا وہ وعدہ یاد تھا۔ جو اس نے بغاوت کے وقت کیا تھا۔ جن لوگوں نے فوج میں عظیم الشان خدمات سرانجام دی تھیں۔ ان کے لئے سنہری ہار تجویز کیے گئے تھے۔ ایسے لوگ دوسروں کے مقابلے میں دگنی مراعات کے حامل تھے۔

یہ بات مقدونیوں کو مطمئن نہ کر سکی۔ انہوں نے اپنے افسروں کو بتایا کہ ہم پہلے ہی قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ جو سرکاری روپیہ ہمیں ملے گا۔ ممکن ہے وہ ہمارے قرضوں میں وضع کر لیا جائے۔ سکندر نے کہا کہ تمام قرضے سرکاری خزانے سے ادا کیے جائیں گے۔ لیکن ہر آدمی کو اپنا نام اور قرضے کی مقدار لکھوانی ہوگی۔ مقدونیوں کو اب بھی اس تجویز میں کیڑے نظر آتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ بہت بڑی تنخواہ لیتے رہے ہیں۔ اور مقروض ہو جانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس زیادہ املاک تھیں۔ انہیں کو زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ یہ پیش کش غور و بحث کے بعد رد کر دی گئی۔ پھر سکندر نے کہا کہ نام لکھوانے کی ضرورت نہیں۔ ہر آدمی جتنا قرضہ زبانی بتائے گا۔ ادا کر دیا جائے گا۔ سکندر کی یہ پالیسی اس کی دریا دلی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

لیکن اس تجویز پر جو سراسر مقدونیوں کی حمایت میں تھی، کے رد کیے جانے کے پیچھے وہ رقابت تھی۔ جو روشنک کے بھائی کو سکندر کے محافظ دستے کا سردار بنائے جانے پر پیدا ہوئی تھی۔ اس محافظ دستے میں پارتھی اور باختری شامل تھے۔

اسی حسد کے جذبے کے تحت ان کا خیال تھا کہ اب سکندر غیروں کو عزیز قرار دے رہا ہے۔ اور ان سے معانقے کر رہا ہے۔ اور ہماری اسے پرواہ نہیں۔ پھر کیوں نہ وہ ہم سب کو الگ کر دے۔ تاکہ ہم وطن واپس چلے

جائیں۔

نوتعمیر شدہ شہروں اور جنگ کے بعد مفتوح شدہ علاقوں کے گورنر سکندر سے ملنے آئے۔ اور اپنے ساتھ نوعمر لڑکوں کو ابھی جوانی کے مراحل طے کرنا تھے۔ ان کے عمریں لگ بھگ ایک سی تھیں۔ اور تعداد تیس ہزار کے قریب تھی۔ سکندر انھیں اپی گونی (پیشرو) کہہ کر پکارتا تھا۔ ان لڑکوں کو مقدونیہ کے فوجی نظم وضبط نظام کے تحت اسلحہ چلانے اور دوسری جسمانی تربیت دی گئی۔

ان ایشین لڑکوں کی آمد نے مقدونیہ والوں کی صفوں میں ہل چل مچا دی۔ انھوں نے سوچا کہ اب سکندر ان سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔ اور اسے اب ان کی خدمات کی ضرورت نہیں رہی۔ اس سوچ کے بعد دوسری وجہ یہ تھی کہ سکندر نے جو میڈین لباس پہنا تھا۔ وہ مقدونیوں کی بے اطمینانی کے لئے کافی تھا۔ اس کے علاوہ شادی بیاہ کی رسموں کو ایرانی رنگ ڈھنگ میں ڈھال دینا بھی اکثریت کو ناخوش کرنے کا باعث بنا تھا۔ حتیٰ کہ وہ جن کی شادی کی گئی تھی اور بادشاہ نے انھیں بڑی عزت وتکریم سے نوازا تھا۔

مقدونیہ والوں کو اس وقت حزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جب بکٹرئین، سگڈونیز، آرکوٹیز، زارنجبین، آرئین، پارتھین، اور ایرانی گھڑسواروں کو ساتھی دستوں میں شامل کرنے میں مقدونیوں پر فوقیت دی گئی۔ اس طرح عزت اور مقام میں غیر ملکیوں کے قد کو بڑھانے کا موقع دیا گیا۔ ایک نئی پانچویں گھڑسوار ڈویژن کی تشکیل کی گئی۔ جس میں غیر ملکیوں کو شامل کرنے کو ترجیح

دی گئی۔ ارٹا بازس کے بیٹے کوفن، مائیس، سیسا ئینز اور راڈا سیمز کے بیٹے ہائیڈرنس اور آرٹیپولز یا رتھیا کے گورنر راٹا فیر ینز، اوکسی آرٹس کا بیٹا ہائیر کینیا۔ سکندر کی بیوی کا بھائی ہسٹانیز۔ اور آٹو بیرزا اور اس کا بھائی میتھر و بائیس کو مقدونیہ کے افسروں کے ساتھ ذاتی محافظوں میں شامل کیا گیا۔ ان سب کے اوپر بلٹر ین ہسٹا سپیس کو کمانڈر مقرر کیا گیا۔ مزید براں ان محافظوں کو روایتی لوہے کے ڈنڈے دینے کی بجائے مقدونیہ کے نیزے دیئے گئے۔ ان تمام اقدامات نے مقدونیوں کو زچ کیا۔ انہوں نے یہ سوچا کہ سکندر اپنے خیالات میں مکمل طور پر ایشین بنتا جا رہا تھا۔ اور مقدونیوں اور ان کی روایات کو پس پشت ڈال رہا تھا۔

لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ سکندر کی مختلف اقوام پر مشتمل فوج صرف اس کی شخصیت کے دم پر تھی۔ جو شہری فوج سکندر نے مقدونیہ، تھسلی اور اگریانہ کے باشندوں کو اکٹھا کر کے تیار کی تھی، وہ ایشیا اور یورپ کے علاقوں میں اتنی موثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سکندر نے ترکستان النسل اور شمالی ہند کے سرکش لوگ بھی اپنی قیادت میں لے لیے تھے۔ علاقے میں فی الوقت کسی بے چینی یا جنگ کے آثار نہ تھے۔ اس لئے سکندر نے فوج میں تنخواہ دار انتہائی کم کر دیے تھے۔ جس سے باقی فوج کی شکل پولیس جیسی بن گئی تھی۔

بے چینی

غیر موزوں گرم مرطوب فضا اور دلدلی علاقے نے ان کے دماغوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ انھوں نے سکندر کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ سکندر اور ان کے درمیان کوئی ادارہ موجود نہیں تھا۔ جو اس غلط فہمی کو بڑھنے سے روکتا۔ ان سب باتوں کے باوجود سکندر ان کے لئے نرم گوشہ رکھتا تھا۔ چنانچہ سکندر نے ان کو بلانے کے لیے قاصد بھیجے۔ لیکن انھوں نے چلا کر کہا کہ سکندر یا تو ہم سب واپس جائیں گے یا کوئی نہیں جائے گا۔ ہمارے بعد سکندر ان ایشیائیوں کو لے کر جنگ کرلے جو اس کے تلوے چاٹتے ہیں۔ اہاہا اب اس کا باپ آمن یا جنگ میں فتح دے گا۔ سکندر نے یہ سب باتیں سنیں تو اپنے افسروں کے ساتھ ان کے کیمپ میں پہنچا۔ محافظ فوج ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ وہ ایک گاڑی پر چڑھ گیا۔ اور مقدونیوں کو اشارے سے قریب بلایا۔ پھر کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے تم سب جب چاہو چلے جاؤ۔

ایک لمحے تک مجمع میں خاموشی طاری رہی۔ پھر مقدونیوں نے کہا تم نے ہمیں انسان کہا ہم انسان نہیں رہے، حادثے ہمیں تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ ہم روحیں ہیں۔ اور روحیں کوئی حکم نہیں سنتیں۔

یہ سن کر سکندر گاڑی سے نیچے اترا، وہ غصے میں آگ بگولہ ہو رہا تھا، جن لوگوں نے یہ الفاظ کہے تھے انھیں گرفتار کرلیا گیا۔ اور حکم دیا گیا کہ ان تیرہ شرپسندوں کو ابھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ پھر وہ ٹھہر گیا کہ اس لیے کہ سپاہی چپ ہو گئے تھے۔ اور یوں مخاطب ہوا۔

”جانے سے پہلے مجھے یہ بتاتے جاؤ کہ تم کس قسم کی زندگی گزارتے تھے۔ تم چمڑہ پہنتے تھے، جب بربری قبیلے تم پر حملہ کرتے تھے۔ تو تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر چھپ جاتے تھے۔ میرے باپ نے تمہیں لبادے فراہم کیے اور تمہیں شہروں میں بسایا۔ اس نے مقدونیہ کو دولت متحدہ بنایا۔ ہم جب وطن سے نکلے تھے تو تمہارے پاس گزارے کا کوئی سامان نہ تھا۔ میرے پاس سونے یاندی کے کچھ پیالے تھے اور ساٹھ ٹیلنٹ کے قریب نقد روپیہ تھا۔ مجھ پر پانسو کے قریب ٹیلنٹ کا قرض تھا۔ میں نے تمہارے سازوسامان کے لئے آٹھ سو ٹیلنٹ روپیہ مزید قرض لیا۔ میں نے تمہیں خطروں سے نکال کر فتوحات نصیب کیں۔

تمہیں دولت سمیٹنے کا پورا موقع دیا۔ لیبیا، ایران، اور ہندوستان کی دولت ہمارے ہاتھ آئی۔ میں نے مال غنیمت میں سے بڑا حصہ تمہیں دیا۔ تمہارے ساتھ پیدل چل کر تکلیفیں اٹھائیں۔ اب سندر بھی ہمارے دسترس میں ہیں۔ جو خوراک تم کھاتے ہو۔ وہی میں نے کھائی اور کم سے کم سویا۔ یہ سب کچھ میں نے تمہارے لئے کیا۔ تم میں سے کون ہے جس نے میرے لئے کبھی اتنی تکلیف اٹھائی ہو۔ اگر ایسا کوئی ہے تو سامنے آئے اور اپنے زخم دکھائے۔ میں اپنے زخم دکھاؤں گا۔ تم جانتے ہو کوئی ہتھیار اب تک ایجاد نہیں ہوا جس کے زخم کے نشان میرے جسم پر موجود نہیں۔

اس جذباتی تقریر کے بعد، ایک طویل خاموشی چھا گئی اور خاموشی نے فضا

کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ سکندر کی آواز پھر گونجی اس نے کہا۔

میں اب بھی تمہارا سردار ہوں اور میری ہی وجہ سے تمہیں فاتحوں کی حیثیت ملی ہے۔ میں نے اپنی شادی کے ساتھ تمہاری شادیوں کا جشن بھی منایا۔ ایشیا میں تمہارے جتنے بھی بچے ہوئے ان سب کی دیکھ بھال کا انتظام کیا گیا۔ میں نے تمہارے قرضے چکائے اور کبھی نہ پوچھا کہ تم مقروض کیوں ہوئے۔ تم میں سے جنہوں نے جانیں دیں انھیں اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔ میری قیادت میں تمہارا ایک آدمی بھی بھاگتا ہوا نہیں مرا۔ میں تمہیں دریائے سندھ کے پار لے گیا اور اگر تم پیٹھ نہ موڑتے تو میں تمہیں دریائے بیاس سے بھی آگے لے جاتا۔ تم نے میرے ہاتھوں سے سنہری ہار لیے۔ اب بھی اگر واپس جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔۔۔۔ سب چلے جاؤ اور وطن جا کر کہو کہ ہم سکندر کو اجنبیوں میں چھوڑ کر چلے آئے ہیں۔ جاؤ چلے جاؤ۔۔۔۔

یہ کہہ کر وہ اپنے خیمے میں چلا گیا اور اعلان کر دیا کہ میں اب کسی سے ملاقات نہیں کروں گا۔ سپاہی اپنی جگہ ٹھہرے رہے۔ آہستہ آہستہ بات چیت کر کے سکندر کے فیصلے پر بحث کی۔ ہر ایک سمجھتا تھا کہ اسے جادو بھری زبان عطا ہوئی ہے۔ اور اس سے پہلے بھی وہ ایسی باتوں سے سب کے دل مسخر کر چکا تھا۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ سکندر اپنی بات پوری کر کے رہے گا۔ ہم سب کو انعام دے کر رخصت کر دے گا۔ لیکن خود نہ جائے گا اور ہم جب مقدونیہ پہنچیں گے تو ہمارے متعلق کیا کچھ کہا جائے گا۔ دوسرے دن بھی یہی بحث جاری رہی۔

کہ ایرانی فوجیوں کو اعلیٰ عہدے دیے گئے ہیں۔ ایشیائی رجمنٹوں کو محافظ فوج بنا لیا گیا ہے۔ اور انہیں رفیقان خاص کی طرح روپہلی ڈھالیں دے دی گئیں۔ تیسرے دن مقدونیہ کے فوجی متذبذب تھے۔ بڑے بڑے اکٹھے ہو کر سکندر کے خیمے میں پہنچے۔ ہتھیار خیمے کے دروازے پر رکھ دیے اور پیغام بھیجا کہ جب تک ہماری بات نہ سنو گے، دن ہو یا رات ہم یہاں سے نہ ہلیں گے۔ یہ حلف بھی اٹھالیا کہ جن لوگوں نے ہمیں بھڑکایا ہے۔ انہیں آپ کے حوالے کر دیں گے۔

سکندر باہر نکلا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لیے اس کا دامن تھام لیا اور واویلا کرنے لگے۔ سکندر کچھ نہ بول سکا۔ اس لئے کہ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو چھلک رہے تھے۔ ایک سردار نے آگے بڑھ کر کہا ہماری شکایت کا سبب تمہاری بیگانوں (ایرانیوں) سے قربت اور اپنوں سے دوری ہے۔ سکندر صرف اتنا کہہ سکا کہ تم سب میرے عزیز ہو۔ بہت عزیز ہو۔ آدمیوں نے فوراً ہتھیار اٹھا لیے اور نعرے مارتے ہوئے اس کے اردگرد مسرت سے جھومنے لگے۔ اس طرح مدت سے چلی آ رہی نفرت دجلہ کنارے دم توڑ گئی۔ سکندر نے روایتی جشن کا اعلان کیا۔ جس میں مقدونیہ کے افسروں کو ایرانی افسروں پر فوقیت دی گئی۔ شراب کا دور شروع ہونے پر سکندر نے اپنے آدمیوں کے ساتھ شراب پی۔ یونانی کاہن اور ایرانی موبد دونوں شکرانے کیا اس مجلس میں اکٹھے موجود تھے۔ سکندر نے شراب پی کر دونوں قوموں کے

اتحاد، یگانگت کے لئے دعا کی۔

دس ہزار افراد کی واپسی

یہ واقعہ سکندر کی لازوال قیادت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایک لیڈر کی حیثیت سے وہ اپنے لوگوں کی ذہنیت کو نہ صرف سمجھتا تھا۔ بلکہ اس پر قابو پانا بھی جانتا تھا۔

ماحول خوش گوار ہونے کے باوجود سکندر مقدونیوں کی گھر جانے کی خواہش کو نہ دبا سکا، اس سے پہلے کہ یہ سلگتی چنگاری پھر سے شعلے کا روپ دھارتی۔ اس نے معاملہ یونانی فوجیوں پر ہی چھوڑ دیا۔ چنانچہ دس ہزار نے واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ انہیں تنخواہیں دے دی گئیں۔ واپسی کے سفر کی مدت بھی ملازمت میں شامل کی گئی۔ ہر ایک آدمی کو ایک ایک ٹیلنٹ (یہ رقم عام حساب کے مطابق ایک ہزار ڈالر کے مساوی سمجھی جاتی ہے۔) لیکن حقیقتاً پندرہ ہزار ڈالر کے مساوی تھی۔ جو سپاہی دوران خدمت جان بحق ہو گئے تھے۔ ان کے کنبوں کو تمام ٹیکسوں سے آزاد کر دیا گیا۔ اور ایسے حقوق دے دیے گئے تھے کہ وہ اپنا گزارا بخوبی کر سکیں۔ سکندر نے صرف ایک شرط پیش کی اور وہ یہ ہے کہ فوجی خدمت سے الگ ہونے والے سپاہیوں کے جو بچے ایشیائی عورتوں کے بطن سے تھے انہیں ساتھ نہ لے جائیں۔ اور اپنی طرف سے وعدہ کیا گیا کہ ان سب کو مغربی پیمانے پر تعلیم دی جائے گی۔ جو سپاہی واپس گئے ان کی قیادت کریٹرس کے حوالے کی گئی۔

سکندر نے شامی نوجوانوں اور ہندوستانی مہم جووں کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے بھی آخری دم تک ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

مشرق سے واپسی

ایک انجانے خوف، جنگوں کے ستائے ہوئے اور ایک انجانی زمین پر نہ ختم ہونے والی جنگوں جیسے عوامل کے زیر اثر مقدونیوں کا جذبہ ماند پڑ گیا۔ بعض نے کھلم کھلا ایک قدم بھی آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر سکندر نے اپنے افسروں کو اکٹھا کیا اور ان سے ان الفاظ میں خطاب کیا جن کو آرئین نے اس طرح درج کیا ہے۔

کیا تم بیاس اور اس دریا کے پار کی زمین کو مقدونیہ کی ایمپائر میں شامل کرنے سے ہچکچا رہے ہو؟۔ میرے نزدیک ایک بہادر آدمی کے لئے کوئی محنت بھی اختتام نہیں ہوتی۔ جب محنت اور کاوش شاندار نتیجے پر منتج ہو۔ لیکن اگر تم میں سے کو یہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ ہماری ان جنگوں کا خاتمہ کہاں ہو گا تو اسے جان لینا چاہیئے کہ اس سے پہلے کہ ہم گنگا دریا تک پہنچ جائیں اور مشرق کا سمندر ہمارے لئے اتنا بڑا نہیں ہے۔ فاصلے ابھی تک ہمارے لئے موجود ہیں۔ اور میں آپ کو بتاتا چلوں کہ ہیرکینین کا سمندر (موجودہ کیپیین کا سمندر) اس سمندر کے ساتھ ملا ہوا پائیں گے۔ کیونکہ عظیم سمندر تمام زمین پر محیط ہے۔ میں آپ کو ثابت کروں گا کہ ہندوستانی سمندر ایک طرف رومی سمندر میں گرتا ہے اور دوسری طرف ہیرکینین سمندر میں۔ روی سمندر میں ہمارا ہراول دستہ لیبیا کی طرف لنگر اٹھائے گا اور ہم ہیراکلز کے پلروں پر موجود

جبرالٹر کے آبی راستوں ()Straits gibrater تک پہنچیں گے۔ تمام افریقہ اور ایشیا ہمارے ہیں۔ اور ان سمتوں میں ہماری ایمپائر کی حدیں ویسی ہی ہوں گی جیسی دیوتاؤں نے زمین کی حدیں منتخب کر دی ہیں۔

سکندر کا یہ خطاب ایک دیوتا یا آمون کے بیٹے کی حیثیت سے نہیں تھا۔ بلکہ مقدونیا کے سکندر، ایک فوجی جرنیل اور اپنے آدمیوں کے اچھے ساتھی کی حیثیت سے تھا۔ مشکل اور گومگو کے ان لمحات میں وہ اپنے فوجی افسروں کو اپنے جوشیلے اور متاثر کن خطاب سے متاثر کرتا تھا۔ اور ان میں جوش اور جذبے کی ایک لہر دوڑا دیتا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے ساتھی ایک بہتے دریا کے پاس جو ایک پراسرار سمندر کی طرف جاتا تھا۔ اور سورج کی روشنی دور پہاڑیوں پر پڑ رہی تھیں۔ سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔

بولو! سکندر کا حکم فضا میں سنائی دیا، لیکن وہاں مکمل خاموشی تھی، آنسو ان کے جنگ زدوں تھکے ماندے چہروں اور آنکھوں میں تیر رہے تھے۔ آخر کار ایک آدمی آہستگی اور سست قدموں سے آگے بڑھا، وہ سیونس تھا، سکندر کا پرانا ساتھی، جس نے تمام مہمات کی سختی برداشت کی تھی۔ اور ہیڈ اسپس کی جنگ میں ایک معمولی درجہ سے کمانڈر کی پوزیشن تک ترقی کر کے آیا تھا۔ سیونس پہلے رک رک کر بولا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کی آواز کی گونج آرسین کے بقول سکندر کی آواز جتنی تھی۔

سکندر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ گزارے یادگار لمحات کو یاد کرنے

کے بعد سیونس چلایا۔ واپس چلو سکندر! سکندر اپنے **ملک** واپس جاؤ۔ اپنی ماں کو دیکھو اور اپنے ساتھ اپنے وطن ان یادگار اور عظیم جنگوں کے واقعات اور کہانیاں لے جاؤ۔ پھر اگر بادشاہ کا دل چاہے تو ان مہمات کو نئے سرے سے شروع کر دیا جائے۔

سکندر اپنے آدمیوں اور اپنی شاندار کامیابیوں کے درمیان بڑھ ضبط سے کھڑا یہ تقریر سن رہا تھا۔ فضا ان افسروں کی تالیوں سے گونج اٹھی۔ جو سکندر کے خطاب پر خاموش کھڑے تھے۔ یہ سن کر سکندر اپنے قدموں پر واپس مڑ گیا اور اپنے خیمے میں چلا گیا، تین دن تک وہ اپنے خیمے میں رہا۔ اس نے کسی سے کوئی بات نہ کی۔ کبھی اسے اتنا غصہ نہیں آیا تھا۔ اور نہ ہی اس نے کبھی اپنے آپ کو اتنا اکیلا پایا تھا۔ کیا کوئی ایک شخص بھی اس کے ساتھ آگے نہیں جائے گا۔ اس سوچ نے اس کے جذبات کو کئی مرتبہ ڈسا ہوگا۔ اور اس کے قوی اعصاب کو کمزور کیا ہوگا۔

وہ صلاحیت جس کے بل بوتے پر وہ عظیم مہمات سر کر کے آیا تھا۔ اتنی شہرت پائی تھی اسی کے بل بوتے پر اس نے ہزاروں لاکھوں افراد کو متاثر کیا تھا۔ جو اس کے پیچھے چل پڑے تھے۔ آج کامیابی کے اس عروج پر شاید وہ صلاحیت اپنا راستہ بدل چکی تھی۔ اگرچہ وہ ناراض اور اندر سے زخمی تھا۔ لیکن اعلیٰ درجے کا حقیقت پسند تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ یہ کیسے قبول کر سکتا تھا۔ کہ اس کی فوج اسے تنہا چھوڑ دے۔ کیونکہ وہ اکیلا تو آگے نہیں جا سکتا تھا۔ اس

کی اس زخم خوردہ تنہائی کے تیسرے دن اس نے اپنے چھوٹے بڑے افسروں کو اپنے خیمے میں بلایا اور دریائے بیاس کو عبور کرنے میں آنے والے خطرات کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کے اردگرد پروہت نہایت دانا، باتدبیر لیکن مصلحت پسند تھے۔ وہ جانتے تھے کہ انہیں اس صورت حال کا مقابلہ کیسے کرنا ہے؟۔ اپنی مستقبل شناسی کے لئے بھیڑ ذبح کرکے اس کا جگر دیکھنے کے بعد اعلان کیا گیا کہ دیوتا دریا کے عبور کرنے کی حمایت میں نہیں ہیں۔

بہت اچھا، سکندر نے جواب دیا، وہ واپس جائے گا۔

سکندر محض فتوحات یا شان وشوکت کے لئے اتنے کٹھن سفر پر نہیں نکلا تھا۔ بلکہ وہ کرہ ارض کے اسرار ورموز کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ کہ پہاڑوں کے پار کیا ہے؟۔ سمندروں کے آگے سورج کہاں ڈوبتا ہے؟۔ یونان سے پار اس وقت کی نامور تہذیبوں ایران، مصر، بابل، اور انڈس کو جاننے کی خواہش اسے اس طویل سفر پر لے آئی۔

دوسرے لفظوں میں تقریباً 2300 سال پہلے کی گئی اس مہم جوئی کی محرک ایک فکر، ایک سوچ تھی۔

واپسی

لیکن حالات نے سکندر کو مجبور کردیا کہ وہ مشرق سے رخت سفر باندھ لے اس کے برسوں کے خواب جو اس نے ابتدائی علوم سے اخذ کیے تھے، چکنا چور ہو گئے۔ سورج کے نکلنے کی خیالی سرزمین کے پاس آکر بھی اسے نہ دیکھ

سکنا، اس کے لئے مایوسی کی انتہا تھی۔ سکندر کی پیش قدمی اس زمانے کے ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے بے مثال تھی۔ کہ وہ مقدونیہ یونان سے چل کر دریائے بیاس تک پہنچ گیا۔ جب کہ رومی اس جگہ تک نہیں پہنچ پائے تھے۔ اور مغربی لوگ ہزاروں سال بعد فوج کے ساتھ اس جگہ داخل ہوئے تھے۔

برسوں تک ایک ہی ماحول اور سوچ میں رہنے کے بعد جب سکندر نے واپسی کا قصد کیا تو اس کی طبیعت پر ملال تھی۔ اس کا اعتماد مجروح ہوا تھا۔ اس کی طبیعت میں آزردگی اور چڑچڑاپن شامل ہو گیا تھا۔ وہ اپنی فوج سے شاکی تھا۔ جس نے اس کے برسوں پرانے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔

اگر لشکریوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ واپسی کے سفر کا اشارہ ملنے کا مطلب ان کے مسائل کا خاتمہ تھا تو وہ غلطی پر تھے۔ سکندر اپنی ایمپائر کو مزید آگے نہ بڑھا پاتا لیکن جو علاقے اس کی زیر دسترس تھے۔ وہ ان پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کا خواہش مند تھا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا، جب سکندر نے دریائے جہلم پر اپنے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ تو اس نے مغرب اور مشرق کے درمیان رابطے کے بارے میں جغرافیائی نظریات پیش کیے تھے۔ وہ نو آبادیاں قائم کرنے کا متمنی تھا۔ یہی پالیسی اس نے اپنی تمام مہمات کے دوران اپنائی تھی۔ تاکہ تجارتی راستوں کو محفوظ بنایا جا سکے۔ چونکہ اس کی واپسی ایک مختلف راستے سے ہونی تھی۔ راستے میں اس کا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑنا تھا جو اس کے زیرنگین نہ تھے۔ اور ان کی طرف سے گزرتی ہوئی فوج کے خلاف مزاحمت

کرنا ضروری تھا۔ اس مزاحمت میں وہ فوج کے ساتھ گائے اور فصل کو چرانے کی کوشش کریں گے۔ ابھی وہ دریائے جہلم کے ساتھ چلتے ہوئے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ان کی مڈبھیڑ مالی قبیلے کے ساتھ ہوئی جس کا نتیجہ ایک جنگ کی صورت میں سامنے آیا یہی وہ معرکہ تھا، جس میں سکندر کو زندگی کے شدید ترین زخم آئے۔ اس سے قبل وہ کئی مرتبہ میدان کارزار میں زخموں کا شکار ہوا تھا۔ لیکن یہ زخم اس کی زندگی کے شدید ترین زخم تھے۔ اس جنگ کا احوال سکندر کی لازوال عزم، ہمت اور اس کے سپاہیوں کی اس کے ساتھ وابستگی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔

واپسی کے سفر میں سکندر نے نئے راستوں کی دریافت کی غرض سے نسبتاً مشکل راستے کا انتخاب کیا۔ لیکن جو کچھ وہ کر رہا تھا، مقدونیوں کی مرضی کے خلاف تھا۔ حالانکہ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ کسی مقدونی کو اس کی مرضی کے خلاف ساتھ چلنے پر مجبور نہیں کرے گا۔ بہر حال لیڈروں کا کہنا کچھ اور کرنا کچھ تو ممکن ہے۔

ان حالات میں جب واپس جانے کا فیصلہ ہو گیا تو پہلا مسئلہ مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق کا تھا۔ سکندر نے تمام علاقے دیسی حکمرانوں کے حوالے کر دیئے۔ سندھ ساگر کے اس پار مغرب کی طرف کے علاقے مقدونیوں کے حصے میں آئے۔ چند نئے شہر آباد کیے گئے۔ اسی دوران سکندر کو ایک صدمہ کی خبر سننا پڑی۔ کوئینس کو بخار نے آن لیا۔ اور وہ جان بر نہ ہو سکا اسے وہیں نکائیاں

All rights reserved.

میں دفن کیا گیا۔

ساری دنیا جھوم اٹھی

آخر وہ دن آ گیا جس کا مقدونیوں کو برسوں سے انتظار تھا۔ جہازوں کے لنگر اٹھا دیے گئے۔ چلنے سے قبل سکندر نے یونانیوں کے روایتی طریقے پر سنہری صراحی سے شراب ہرقل آئن اور دوسرے سمندری دیوتاؤں کے نام چڑھاوے کے طور پر سمندر میں بہائی۔ سپاہی خوشی مسرت سے جھوم رہے تھے۔ سکندر نے واپسی سے قبل ہندوستانی اور دیسی لوگوں سے جو حسن سلوک کیا تھا۔ اس کا اظہار انہوں نے سپاہیوں کی روانگی کے وقت ان کی خوشی میں شریک ہو کر کیا۔ ہندوستانی گانے بجانے کے شوقین تھے۔ انہوں نے گا بجا کر ماحول کو رنگین بنا دیا۔ وہ گاتے بجاتے ساحل کے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔ آگے چونکہ ایک مقام پر پانی ک ابہاؤ بہت تیز تھا۔ اس مقام پر جہلم دریا سمندر میں گرتا تھا۔ سکندر نے اپنی فوج کو وسطی میدانوں سے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ مال بردار گاڑیوں کے لئے سکندر کی حکمت عملی یہ تھی کہ وہ جہلم دریا کے کناروں کے ساتھ ساتھ چلیں۔ ایک حصے کی کمان ہفاشن اور دوسرے کی کریٹس کے ہاتھ میں تھی۔

اس مقام پر دریائے جہلم اپنا پانی ایکسیز کے ساتھ ملا دیتا تھا۔ اور ایکسیز سندھ کے ساتھ، بعد میں دونوں اپنے نام دریائے سندھ کے حوالے کر دیتے تھے۔ جب کہ دریائے سندھ کے دو منہ تھے۔ جن کے ذریعے وہ اپنا آپ عظیم

سمندر میں اگل دیتا تھا۔ لیکن اس کا ملک مصر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان خیالات کی روشنی میں اس نے اپنے خط میں مصر کے متعلق خیالات کا حصہ ہدف کر دیا۔ ان دریاؤں میں سفر کرتے ہوئے عظیم سمندر تک جانے کی اسکیم سوچنے کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس مقصد کے لئے جہاز تیار کیے جائیں، اس کے جہازوں کا عملہ فینوشینز، سائپریز، کیرنسز، اور مصریوں پر مشتمل تھا۔ جو فوج کے ساتھ ساتھ تھے۔

دریائے جہلم کے راستے سفر

اسی دوران سکندر کا ایک معتمد ساتھی سوئینس (coens) بیمار پڑا۔ اور موت کی وادی میں اتر گیا۔ بادشاہ نے اسے انتہائی تعظیم وتکریم سے دفن کیا۔ تب اس نے اپنے ساتھیوں اور موقع پر موجود ہندوستانی سفیروں کے اجتماع کے سامنے پورس کو اس کے علاقوں پر بادشاہت بخش دی۔ اس کی سلطنت 7 قوموں کے دو ہزار شہروں پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد سکندر نے فوج کو روانگی کے لیے تشکیل دیا۔ اس نے اپنے ہمراہ جہازوں پر ڈھال بردار محافظ، ماہر نشانہ باز، اگریز اور گھڑسوار ذاتی محافظ رکھے۔ آرئین کے مطابق یہ تعداد کم وبیش آٹھ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ کریٹس نے ہیڈاسپس (جہلم) کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے پیدل اور گھڑسوار دستوں کی قیادت کرنا تھی جب کہ دوسرے کنارے کے ساتھ ساتھ ہفاشن نے سفر کرنا تھا۔ فوج کا جو حصہ ہفاشن کے زیر قیادت تھا۔ اس میں 200 کے قریب

ہاتھی تھے۔ ان جرنیلوں کو تیزی کے ساتھ سفر کرنے کے احکامات تھے۔ کیونکہ مغرب کی طرف سے علاقے کا حاکم فلپ اپنی فوجوں کے ساتھ تین دنوں بعد ان کا پیچھا کرنے والا تھا۔ اس نے نائیسین گھڑسوار دستوں کو واپس نائیسیا بھیج دیا۔ تمام بحری فوجوں کی کمان نیر کس کے پاس تھی۔ اور سکندر کے جہاز کا پائلٹ اونیسی کرائیٹس تھا۔ سکندر کی مہمات کے بارے میں تحریر کردہ اپنی یاداشتوں میں وہ یہ غلط دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ایڈمرل تھا۔ جب کہ حقیقت میں وہ صرف ایک پائلٹ تھا۔

لاگس کے بیٹے ٹولمے کے بیان کے مطابق، انسانوں، مال بردار کشتیوں اور جہازوں کی کل تعداد دو ہزار سے زیادہ کم نہ تھی۔

سفر جاری ہے

جب سکندر نے تمام تیاریاں مکمل کرلیں تو فوج نے علی الصبح اپنا سفر شروع کیا۔ روایات اور دیوتاؤں کی ریت کے مطابق اس نے دیوتا اور دریا کی طرف قربانی نذر کی۔ اس کے علاوہ اس نے قدیم روایات کی پیروی میں جہاز کے عرشے پر کھڑے ہو کر شراب انڈیلی۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ جس دریا میں وہ سفر کرنے جارہے تھے۔ وہ سب دریاؤں سے بڑا تھا۔ اور اس کا منبع بھی زیادہ دور نہ تھا۔ آرئین بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ اس نے اپنے ابا واجداد ہیریکلز سے آمون اور دوسرے خداؤں جن کے لئے وہ قربانی پیش کیا کرتا تھا۔ پوسائیڈون۔ ایمفیر، ایٹ، نیرائیڈرز، سمندر اور تینوں دریاؤں

کے لئے شراب انڈیلنے کی رسم ادا کی۔ ان رسومات سے فارغ ہوکر بگل بجا کر سمندر کی طرف سفر شروع کرنے کا اشارہ دیا گیا۔ اشارہ ملتے ہی سفر شروع کر دیا گیا۔ ان کو جہازوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھنے کی واضح ہدایت دے دی گئی تھی۔ تاکہ کسی بھی مرحلے میں یہ آپس میں ٹکرا نہ سکیں۔ سکندر نے تیز رفتار جہازوں کو یہ اجازت نہ دی کہ وہ باقی جہازوں کو پیچھے چھوڑ دیں۔ ایک ہی وقت میں چپوؤں کے چلنے کی آوازیں فضا میں گونجنے سے میدان جنگ جیسا شور پیدا ہو رہا تھا۔ مال بردار جہازوں پر لدے گھوڑے دریا کے کناروں سے دیکھے جاسکتے تھے۔ اور یہ نظارہ ہندوستانیوں کے لئے نیا اور حیران کن تھا۔

سمندری سفر کے تیسرے دن وہ رکا۔ اس نے ہفاشن اور کریٹس کو دریا کے مختلف کناروں پر ایک ہی جگہ خیمہ زن ہونے کی ہدایت کی تھی۔ سکندر اس جگہ دو دن رکا۔ اسی اثنا میں فلپ باقی فوج کے ساتھ ان سے آن ملا۔

اس نے ہفاشن اور کریٹس نئی ہدایات کے ساتھ سفر دوبارہ شروع کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس نے اپنا سفر دریائے جہلم میں جاری رکھا۔ جس کا چینل 20 سٹیڈز سے کم چوڑا نہ تھا۔ جہاں کہیں وہ پسند کرتا اپنے جہازوں کو کنارے کے نزدیک لاتا اور کنارے کے نزدیک آباد ہندوستانیوں کی اطاعت قبول کرتا۔ جو خود ہی ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ یا کئی کو وہ بزور طاقت زیر کر لیتا تھا۔ آگے اس کا واسطہ جنگ جو قبائل مالیوں اور آکسی ڈریسز سے پڑنے والا تھا۔ اور جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ تعداد میں بھی

علاقے کے دوسرے قبائل کی نسبت زیادہ ہیں۔ ان کے بارے میں سکندر کے پاس اطلاعات تھیں۔ کہ انھوں نے اپنے بیوی بچوں کو محفوظ مقام پر منتقل کر دیا تھا۔ تاکہ وہ سکندر کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ سکندر نے ان پر حملہ کرنے کی نیت سے جہازوں کی رفتار بڑھا دی تاکہ ابھی ان کی جنگی تدبیریں اور تیاریاں ناکافی ہوں۔ اور وہ انہیں تذبذب کے عالم میں جا لے۔

دوبارہ سفر کے پانچویں روز وہ اس مقام پر پہنچا جہاں دریائے جہلم اور ایسینز (acesanes) کا ملاپ ہو رہا تھا۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ جب یہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ایک تنگ دریا معرض وجود میں آتا ہے۔ اس تنگی کی وجہ سے دریا کے بہاؤ میں زبردست تیزی اور طغیانی دیکھی گئی۔ پانی لہروں کی شکل میں اوپر اٹھتا اور پھر شور مچاتا ہوا نیچے گر جاتا تھا۔ لہروں کا یہ شور ایک اچھے خاصے فاصلے سے سنا جا سکتا تھا۔ یہ تمام باتیں سکندر کے علم میں مقامیوں کی زبانی آ چکی تھیں۔ اور اس نے سپاہیوں تک پہنچا دی تھیں۔ چنانچہ جب اس کی فوجیں دریاؤں کے ملاپ کے اس مخصوص مقام تک پہنچیں تو لہروں کے ناقابل یقین شور نے ملاحوں کے چپو روک دیے۔ ایسا انھوں نے کسی حکم کے تحت نہیں کیا۔ بلکہ لہروں کے شور کی حیرانگی تلے کیا۔

ایسینز (acesines) کی طرف سفر

جب وہ دو دریاؤں کے اس مقام کے نزدیک پہنچے تو پائیلٹوں نے حکم بھیجا کہ تمام ملاح تیز سے تیز چپو چلائیں۔ تاکہ وہ جلد از جلد ان تنگ گھاٹیوں میں

سے گزر جائیں۔ اور جہاز لہروں کے تھپیڑوں کیز دمیں آ کر الٹ نہ جائیں۔ کیونکہ مضبوطی سے تھامے اور تیزی سے چلائے چپوہی بپھری لہروں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ اس حکمت عملی کے باوجود دو جہاز آپس میں ٹکرا کر تباہی کا شکار ہو گئے، جن کے بادبان صحیح وقت پر نہیں اٹھائے گئے تھے۔ اور ان میں سوار افراد لقمہ اجل بن گئے۔

اس حادثے کے بعد جوں جوں دریا کا پاٹ چوڑا ہوتا گیا۔ طوفانی لہروں کا بہاؤ اتنا شدید نہ رہا۔ سکندر نے جہازوں کی دیکھ بھال کے لئے اور طوفانی لہروں سے پہنچنے والے نقصان کا جائزہ لینے کے لئے دریا کے مشرقی کنارے کے ساتھ جہازوں کے فلیٹ کو روکا۔ جہازوں کو درست کرنے کے بعد اس نے فیرکس کو سفر شروع کرنے کا حکم دیا۔ اب ان کی منزل مالی قوم تھی۔

سکندر بذات خود وحشی اور جنگجو قبائل کے علاقوں میں دور تک گیا۔ جنھوں نے اس کی اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ تا کہ وہ مشکل کے وقت مالیوں کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ یہاں پھر سکندر نے بحری قوت پر نظر دوڑائی۔ سکندر نے پولی سپر چون کے ہاتھیوں کے بریگیڈ، گھڑ سوار نشانہ بازوں اور فلپ کو اس کی فوج سمیت دریا کے پار پہنچایا۔ اور کریٹس کو ان کی قیادت کرنے کا حکم دیا۔ اس نے ان احکامات کے ساتھ نیرکس کو جہازوں کے ساتھ بھیجا۔ کہ وہ فوج کے روانہ ہونے سے تین دن پہلے لنگر اٹھا دیں اور سفر شروع کر دیں۔ باقی فوج کو اس نے تین حصوں میں تقسیم کیا اور ہفاشن کو حکم دیا کہ پانچ دن قبل روانہ

ہو جائے۔ تا کہ اس کی زیر کمان افراد کے پہنچنے سے پہلے اگر کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے تو اس کی مڈ بھیڑ ہفاشن کے بریگیڈ سے ہونے پر پکڑا جائے۔ اس نے لاگس کے بیٹے ٹولے کو فوج کا ایک حصہ دے کر حکم دیا کہ وہ تین دن بعد ان کے پیچھے روانہ ہوں۔ تا کہ جو لوگ ہفاشن سے بچ کر بھاگ رہے ہوں۔ اس کے ہتھے چڑھ جائیں۔ اس نے سب کو حکم دیا کہ جب وہ دریاؤں (Acesanes) اور ہائیڈ رائیٹس کے ملنے والی جگہ پر پہنچیں تو اس کے پہنچنے تک رک جائیں۔ اس نے کرٹیس اور ٹولے کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ اسی جگہ ملاقات کو یقینی بنائیں۔

ہیر کینیا کی مہم

ہیر کینیا بیکٹرا کی طرف جانے والی سڑک کے بائیں ہاتھ پر واقع ایک ریاست تھی۔ یہ ریاست ایک طرف بلند و بالا پہاڑوں میں ڈھکی ہوئی تھی۔ اور دوسری طرف ایک وسیع و عریض میدان تھا۔ جو حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اور جس کے کنارے کیسپین کے سمندر تک جا ملتے تھے۔

سکندر اور اس کی ہم رکاب فوج نے اسی راستے کا انتخاب کیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ڈیریس کے ماتحت کام کرنے والے گریسین سوداگروں نے ٹاپورہ کے پہاڑوں کے اندر سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے اسی راستے کو کامیابی سے استعمال کیا تھا۔ پہلے اس نے ٹاپورہ کے پہاڑی مکینوں کو قابو کیا، اور اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد خود مشکل راستے سے آگے روانہ

ہوا۔ اس کے ہمراہ فوجی جمعیت ہلکے ہتھیاروں سے لیس تھی۔ کریٹرس کو اس نے اپنی خصوصی بریگیڈ کی کمان سونپی تھی۔ اس بریگیڈ میں گھڑسواروں کے علاوہ ماہر نشانہ باز شامل تھے۔ جنہیں ٹاپوریز کے خلاف استعمال کرنا تھا۔ اس نے ارتجینس (Erigyins) کو حکم دیا کہ وہ گرگینیین سوداگروں کو جانے اور گھڑسوار دستوں کے ہمراہ عام زمینی راستہ اختیار کرے۔

پہاڑوں کے پہلے سلسلے کو عبور کرنے کے بعد انہوں نے وہاں کیمپ گاڑ دیے اور خود ڈھال بردار اور ہلکے ہتھیاروں سے لیس دستے کے ساتھ ایک انتہائی مشکل راستے سے سفر جاری رکھا۔ راستے میں جن مقامات پر وہ سمجھتا تھا کہ پیچھے آنے والوں کے لئے وحشی جنگ جولڑاکے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ وہاں پر اس نے محافظ تعینات کر دیے۔ تنگ گھاٹیوں کو اپنے نشانہ بازوں کے ساتھ کام یابی سے عبور کرنے کے بعد اس نے ایک چھوٹے دریا کے نزدیک ایک میدان میں اپنے کیمپ گاڑ دیے۔

یہی وہ مقام تھا جہاں ڈریئس (دارا) کے گھڑسوار رسالے کا کمانڈر ربغر زیبز، راٹافریز، ہارکینیا کا حاکم اور رپھارتیا جیسے معزز ایرانیوں نے جو دارا کے دربار کی رونق تھے، سکندر کی خدمت میں حاضر ہو کر ہتھیار ڈال دیے تھے۔ سکندر کا قیام اس کیمپ میں چار دن کا تھا۔ اس دوران پیچھے رہ جانے والے دستے بھی آن پہنچے۔ ان دستوں میں سے اگیریز کو جو پشت کی حفاظت پر مامور تھے لڑاکا اور وحشی پہاڑیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن وہ اس مڈبھیڑ کی تاب

نہ لا سکے اور پس پا ہو گئے۔

زورہ کارٹا

اس مقام سے آگے کا سفر اسے ہائر کینیا میں لے گیا۔ ہائر کینیا کے دار الحکومت کا نام زورہ کاٹا تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر اگلے صفحات پر موجود ہے۔ اس جگہ پر کریٹرس بھی اس کی فوجوں میں شامل ہو گیا۔ اگرچہ کریٹرس کا آمنا سامنا گریسین سوداگروں سے تو نہ ہو سکا۔ لیکن اس نے تمام ملحقہ علاقوں میں اپنی دھاک بٹھا دی۔ کئی علاقوں کو بزور شمشیر فتح کیا گیا۔ اور کئی علاقوں نے رضا کارانہ طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ ایگٹیس بھی سفری سامان اور ویگنوں کے ساتھ یہاں پہنچ گیا۔

مارلینز کے خلاف یورش

زورہ کاٹا کے بعد سکندر ڈھال بردار محافظ دستوں، ماہر تیر اندازوں ایریز، ایمائینٹس، اور سوئینس کے دستوں اپنے شاہی مصاحبوں، گھڑسواروں اور بھالے برداروں کے معیت میں مارڈینز کی سرزمین میں داخل ہوا، مارلینز کی زمین پانی کی قلت کا شکار تھی۔ یہ آزاد ہندوستانیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ پہلے دن سکندر دریائے (acesares) سے سوٹیڈز کے فاصلے پر پانی کے ایک مقام کے نزدیک خیمہ زن ہوا۔ وہاں کھانا کھانے اور فوج کو تھوڑی دیر آرام پہنچانے کے بعد اس نے ہر فرد کو حکم دیا کہ وہ جتنا پانی بھر سکتا ہے۔ بھر لے۔ باقی دن اور رات سفر کرنے کے بعد وہ ایک ایسے شہر پہنچا، جہاں مارلینز نے

بھاگ کر پناہ لی تھی۔ اور ان میں سے اکثریت نہتوں پر مشتمل تھی۔

مارلینز کو سکندر کے ہاتھوں قتل عام کا سامنا کرنا پڑا۔ جو بچے قیدی بنا لیے گئے۔ بنیادی طور پر مارلینز غریب لوگ تھے، اور ایک طویل عرصے تک ان کے خلاف کسی جارحیت کا ارتکاب نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ انہیں سکندر کے حملے کا خاص خوف نہ تھا۔ خاص طور پر جب کہ وہ ان کے علاقے سے آگے نکل گیا تھا۔ غریب اور چٹیل علاقوں کے یہ رہائشی اسی بے فکری کے عالم میں سکندر کا شکار ہو گئے۔ کہ وہ ان پر حملہ نہیں کرے گا۔ مارلینز کی اکثریت نے پہاڑوں میں راہ فرار اختیار کی۔ لیکن سکندر نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور ان کے ہتھیار ڈالنے اور زمین حوالے کرنے پر جان بخشی کی۔

فتح کے بعد سکندر نے اپنا رسالہ دستہ شہر کی دیوار کے ساتھ متعین کیا تا کہ پیدل فوج کا فلینکس انہیں آن ملے۔ جیسے ہی یہ فلینکس پہنچا، اس نے پرڈیکاس کو اپنے کلائیٹس اور اگریرینز کے رسالہ دستوں کے ساتھ مارلینز کے دوسرے شہر پر چڑھائی کے لئے بھیجا۔ جہاں دوسرے شہروں سے آئے بہت سے ہندوستانیوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ اس نے پرڈیکاس کو حکم دیا کہ وہ شہر کے مردوں کا گھیرا تنگ کر دے۔ لیکن اس کے آنے تک کوئی کاروائی شروع نہ کی جائے۔ اس گھیراؤ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی شہر سے فرار نہ ہونے پائے۔

اس مہم سے فارغ ہو کر سکندر کیمپ واپس پہنچا۔ جہاں سے اس نے حملے کا آغاز کیا تھا۔ اس کے سامنے ایرانی اور یونانی قیدی لائے گئے۔ ان قیدیوں

میں رو پائیڈز نامی ایتھنز کا ایک باشندہ بھی شامل تھا۔ سکندر نے اس کو رہا کر دیا اور ان یونانیوں کو بھی رہا کر دیا جو تنخواہ کی خاطر اور مقدونیوں اور یونانیوں کے درمیان معاہدے کی روشنی میں ایرانیوں کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ باقی قیدیوں کو خدمت سرانجام دینے کے لئے فوج میں ملازمت فراہم کی۔

سکندر نے اپنی تمام تر قوتوں کو مجتمع کیا۔ اور بیکٹرا کی طرف بڑھا۔ راستے میں اسے اطلاع دی گئی کہ ایریا کے گورنر سٹیٹڈ بارزنیز نے انیکسیز ی کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور ایریا کے لوگوں کو مسلح کر دیا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ سکندر آگے بڑھ چکا ہے۔ اور بیسوس کی طرف اپنی فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہونے کو ہے۔ اور مقدونیا پر ہونے والے حملوں میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ جب اسے یہ خبر ملی تو اس نے بیکٹرا کی طرف پیش قدمی روک دی۔ اور اپنے ساتھ ساتھی دستہ، بھالے بردار گھڑسوار، ماہر نشانہ باز اور ایریز اور ایمانٹس اور سوئیس کے دستے لے گیا۔ باقی فوج کی کمان کریٹرس کو سونپی گئی۔

اس کام کو مکمل کرنے کے بعد وہ ڈرینگیز اور گارڈ روسیز کو کچلتا ہوا بیکٹرا اور بیسوس کے خلاف بڑھا۔ گارڈ روسیا جنوب مشرق میں ایرانی ایمپائر کا دور دراز صوبہ تھا۔ اس میں بلوچستان کا جنوب مشرقی حصہ بھی شامل تھا۔

بیکٹرا

ان معاملات سے فارغ ہو کر وہ ہائر کینیا کے سب سے بڑے شہر زورہ کاٹا میں داخل ہوا۔ یہ شہر وہاں کی حکومت کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پندرہ روزہ قیام

کے بعد اس نے دیوتاؤں کی خدمت میں روائتی قربانی پیش کی۔ اور جسمانی کرتب کے ایک مقابلہ منعقد کروایا۔ اسی اثنا میں کچھ ایرانی اس کے پاس حاضر ہوئے اور اطلاع دی کہ بیسوس نے مینا روالی شاہی ٹوپی کی طرز پر اپنا ایک علیحدہ ہیٹ متعارف کروایا ہے۔ جب کہ یہ ٹوپی صرف بادشاہ وقت کا حق ہے۔

بیسوس اپنے آپ کو ایشیا کا بادشاہ کہلوانا پسند کرتا ہے۔ اور وہ ایرانی لباس پہن کر بیسوس کی بجائے آرٹاذریکلز (Artaxerxes) کہلوا رہا تھا۔ اسے بتایا کہ آرٹازرکلیسز کے دربار میں بہت سے مغرور ایرانیوں نے پناہ ڈھونڈی ہے۔ اور وفاداری کا حلف اٹھایا ہے۔ انہیں توقع ہے کہ جلد ہی سکائیر بھز بھی ان کے ساتھ معاہدے میں شامل ہو جائیں گے۔

دریائے سندھ کے راستے سمندر کی طرف سفر

سفر کے اس مقام پر سکندر اور اس کے ساتھیوں کو ایک نئے تجربے سے دوچار ہونا پڑا۔ جب عظیم سمندر میں اٹھنے والی طوفانی موجوں نے سکندری جہازوں کو سمندر سے اٹھا کر ساحل کی خشکی پر چڑھا دیا۔ اس تجربے سے وہ اس سے پہلے ناآشنا تھے۔

لیکن کرنا خدا کا کیا ہوا کہ کچھ ہی دنوں بعد پانی ساحل تک چڑھ آیا۔ اور جہازوں کو کیچڑ سے نکال کر پانی پر چڑھا دیا۔ اور یہ سب کچھ بغیر کسی خاص نقصان کے ہو گیا۔ لیکن جو جہاز یا کشتیاں ساحل سمندر پر پیچھے رہ گئے تھے۔

اور زیادہ مضبوطی سے دھنسے ہوئے بھی نہ تھے۔ پانی کی ایک بہت بڑی لہر نے ان جہازوں اور کشتیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرایا یا زمین پر پٹخ دیا تھا۔ اور جس کے نتیجے میں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ جب سکندر نے ان جہازوں کی مرمت کر لی۔ اور اس کے حالات نے اسے اجازت دی تو اس نے کچھ افراد کو کشتیوں میں دریا کے راستے آگے بھیجا۔ تاکہ وہ جزیرے کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔ جہاں کے باسیوں نے سکندر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ سمندری سفر کے لئے اپنے جہاز یہاں لنگر انداز کریں۔ انھوں نے سکندر کو جزیرے کا نام سلیوٹا (cilluta) بتایا۔ پلوٹارچ لکھتا ہے کہ سکندر نے اس جزیرے کو سلیوسٹک (Siltustic) کہہ کر پکارا۔ لیکن دوسرے اسے سلیوٹسز (Siltucis) کہتے تھے۔ انھوں نے اسے بتایا کہ اس جزیرے میں بندرگاہیں ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی بندرگاہ تھی۔ اور اس میں کافی پانی تھا۔ اس رائے کے ملنے پر سکندر نے اپنے جہازوں کا بیڑا وہاں کھڑا کر دیا اور خود اپنے بہترین جہاز لے کر آگے دریا کا پاٹ دیکھنے گیا۔ کہ آیا وہ کھلے سمندر کی طرف یہاں سے سفر شروع کر سکتا ہے۔ پہلے جزیرے سے تقریباً 200 سٹیڈز آگے جانے کے بعد انھوں نے ایک دوسرے جزیرے کا کھوج نکالا جو نسبتاً کھلے سمندر میں واقع تھا۔ وہ واپس دریائی جزیرے کی طرف لوٹ آئے۔ جہاں انھوں نے اپنے جہاز لنگر انداز کر رکھے تھے۔ سکندر نے آمون کی ہدایت کی روشنی میں ان دیوتاؤں کو قربانی پیش کی۔ اگلے روز وہ کھلے سمندر میں واقع

درسرے جزیرے کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں انھوں نے دوسرے انداز میں قربانی کی رسم ادا کی۔ یہ رسم بھی آمون کی زبانی ہدایت کی روشنی میں تھی۔ دریائے سندھ کے کھلے پاٹوں سے گزر کر انھوں نے کھلے سمندر میں سفر کا آغاز کیا۔ سفر کیا اس منزل تک وہ یہ کہنے میں حق بجانب تھا کہ اس نے ہندوستانی سمندر کے عظیم سمندری راستوں میں جہاز رانی کی تھی۔ وہاں اس نے سمندری دیوتاؤں پوسائیڈون کی خدمت میں کچھ بیلوں کی قربانی دی۔ اور انھیں سمندر میں پھینک دیا۔ قربانی کے بعد سمندر میں شراب انڈیلنے کی رسم ادا کی گئی۔ اور اپنے قیمتی اور سونے کے برتن محفوظ سمندری دعا کے ساتھ گہرے سمندر میں گرا دیے گئے۔

دریائے سندھ کے پاٹوں کی کھوج

پٹالا کی طرف واپس آتے ہوئے اس نے دیکھا کہ پائیتون کو جس مشن پر بھیجا گیا تھا۔ وہ مکمل کر کے اپنی فوج کے ساتھ پہنچ چکا تھا۔ قلعے کو مکمل طور پر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ سکندر نے ہفاشن کو ایک مضبوط بحری اڈا اور جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے ڈاک یارڈ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس کا ارادہ پٹالا شہر کے نزدیک بہت سے جہازوں کے بیڑے چھوڑنے کا تھا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں دریائے سندھ دو علیحدہ بہاؤ میں تقسیم ہوتا تھا۔ وہ سمندر میں جہاز رانی کا جائزہ لینے کے لئے خود ایک بہاؤ کے ذریعے آگے بڑھا۔ دریائے سندھ کے یہ دو پاٹ ایک دوسرے سے آٹھارہ سو سٹیڈز کے فاصلے پر تھے۔ اس

سفر میں اس نے ایک بہت بڑی جھیل کی کھوج لگائی جسے ''سمندری خلیج کہا جاتا ہے'' اس جھیل میں اردگرد کے سمندری پھیلاؤ سے گرنے والے پانی نے اسے ایک بڑی جھیل بنا دیا تھا۔ کیونکہ سمندر کی طرح اس میں بھی بڑی قوی الہیکل مچھلیاں دیکھی گئی تھیں۔ پائلٹوں کی ہدایت پر جہازوں کے لنگر اس جھیل میں گرا دیے گئے تھے۔ اور لوناٹس کو بہت سی کشتیوں اور سپاہیوں کے ساتھ یہاں چھوڑ کر سکندر تیس کے قریب چھکڑوں کا بیڑہ لے کر سندھ کے پاٹ کے آر پار سمندر میں آگے بڑھ گیا۔ اس طرح اس نے دریافت کر لیا کہ مغرب کی طرف دریا کے بہاؤ میں دوسروں کی نسبت جہاز رانی آسان تھی۔ اس نے ساحل کے ساتھ اپنے جہاز کے لنگر ڈال دیئے۔ اور اپنے ساتھ گھڑسوار فوج کا ایک حصہ لے کر سمندری پٹی کے ساتھ ساتھ تین دنوں کے سفر کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اس سفر سے اس کا مقصد اس بات کی کھوج لگانا تھا کہ سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کے لحاظ سے یہ ملک کیسا تھا۔ اس نے فوجیوں کے پانی پینے کے واسطے پانی کی تلاش میں کنوئیں کھودنے کا حکم دیا۔ اس تحقیقی سفر کے بعد وہ جہازوں پر لوٹ آیا۔ اور پٹالہ کی طرف واپس روانہ ہوا۔ لیکن اس نے فوج کے ایک حصے کو اسی سمندری پٹی کے سفر پر روانہ کیا۔ اور ہدایات دیں کہ کنوئیں کھدوانے کے بعد پٹالہ لوٹ آئیں۔ خلیج کی طرف روانگی سے قبل اس نے ایک بندرگاہ اور ڈاک یارڈ (جہازوں کی پارکنگ) کی تعمیر کروائی۔ اور اس جگہ کی حفاظت کے لئے ایک چھاؤنی تیار کی۔ اس نے فوج کی خوراک کی رسد کو

یقینی بنانے کے لئے چار مہینوں کا راشن محفوظ کیا۔ اس کے علاوہ سمندری سفر کے لئے جو ضروریات تھیں ان کو اکٹھا کیا۔

اوریٹینز کے خلاف مہم

رواں سال کا موسم سمندری سفر کے لئے موزوں نہ تھا۔ گاہے بگاہے چلنے والی ہواؤں کا غلبہ تھا۔ اکثر یہ ہوائیں مشرق کی طرف سے نہیں بلکہ سمندر کی طرف سے جنوب کی سمت چلتی تھیں۔ یہ بتایا گیا کہ سردی کا موسم شروع ہونے پر نومبر کے مہینے میں سمندر جہاز رانی کے لئے ٹھیک تھا۔ اس موسم میں زمین سے ہلکی ہلکی ہوائیں چلتی ہیں۔ جو بارش برساتی ہیں۔ اور سمندری سفر پر چپو چلانے اور بادبانی جہازوں کے لئے سود مند ثابت ہوتی ہیں۔

نیرکس جس بحری بیڑے کا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی طرح کے موزوں سمندری موسم کا انتظار کر رہا تھا۔ سکندر پٹالہ سے نکل کر اپنی تمام تر فوج کے ساتھ دریائے ارابیس تک گیا۔ اس کے ہمراہ اس کے ہر دم ساتھ رہنے والے ساتھی (Foot Cmmpanion) تھے اور گھڑ سوار دستوں کے علاوہ رجمنٹ کا ایک سکواڈران تھا، ان دستوں میں سے کچھ سمندر کی بائیں طرف پانی کے لیے کنوئیں کھودنے کے لئے مڑ گئے۔ سکندر کی یہ پالیسی تھی کہ جہاں اس نے فوج کشی کرنا ہوتی۔ وہاں تمام تر سہولیات کا حال ضرور معلوم کرتا تھا۔ اس علاقے میں اس کے آنے کا مقصد علاقے میں موجود ایک ہندوستانی قبیلے اوریٹینز (Oritians) کو زیر نگین کرنا تھا۔ یہ قبیلہ عرصہ دراز سے آزاد چلا آ رہا

تھا۔ اس قبیلے نے سکندر یا اس کی فوجوں کے لئے کسی دوستانہ جذبے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ یہی وہ وجہ تھی کہ سکندر نے انہیں سبق سکھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس نے ہفاشن کو پیچھے چھوڑی فوج کا کمانڈر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ دریائے اربیس کے قریب بسنے والے ایک اور آزاد قبیلے اربیشنز نے بھی سکندر کی اطاعت قبول نہیں کی تھی۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ سکندر علاقے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تو یہ جان کر کہ وہ کھلے علاقے میں یا کسی بھی قسم کی جنگ میں سکندر کا مقابلہ نہیں کر سکتے، انہوں نے صحرا کی طرف راہ فرار اختیار کرنے کو ترجیح دی۔

دوسری طرف سکندر نے دریائے اربیس کو عبور کیا۔ جو تنگ اور کم گہرا تھا۔ پو پھٹنے تک وہ رہائشی علاقوں کے ارد گرد پہنچ چکا تھا۔ اور فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اس نے آگے بڑھ کر ایک وسیع علاقے کا کنٹرول سنبھال لیا۔ اس کے بعد وہ اوریشیز کی سرزمین میں داخل ہوا۔

جن اوریشیز نے دفاع کرنے کی ٹھانی۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے جو باقی بچے وہ قیدی بنا لیے گئے۔ اس نے پینے والے پانی کے ایک مقام پر خیمہ زنی کی، ہفاشن بھی یہیں اس سے آن ملا۔ اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد سکندر اوریشیز قبیلے کے سب سے بڑے گاؤں کی طرف بڑھا۔ اسے ریمباسا (Rhambacia) کہا جاتا تھا۔ اس جگہ پر قبضہ کرنے کے بعد سکندر کو خیال آیا کہ اگر اس جگہ پر شہر بسا کر کالونی میں تبدیل کر دیا جائے تو یہ شہر کافی شہرت کمائے گا۔ اس پروجیکٹ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس نے ہفاشن کو

پیچھے چھوڑا۔

ڈایوڈورس کے مطابق شہر کو ’’اسکندریہ‘‘ کا نام دیا گیا۔

گڈریسیا کے صحرا میں پیش قدمی

آگے پیش قدمی سے پہلے اس نے ڈھال بردار محافظوں، ایگریز گھڑ سواروں، محافظوں، گھڑ سوار نشانہ بازوں کی آدھی تعداد کو اپنے ہم رکاب لیا۔ اس کا نشانہ گڈریسز اور اوریشینز کی پناہ گاہیں تھیں۔ اسے بتایا گیا کہ درے کا راستہ تنگ تھا۔ اور گڈریسز اور اوریشینز دونوں نے درے کے منہ پر سکندر کا راستہ روکنے کی نیت سے خیمے نصب کر رکھے تھے۔

انھوں نے اپنے دفاع کرنے کے کافی انتظامات کر رکھے تھے۔ لیکن جب انھیں سکندر کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ سب چھوڑ کر بھاگ اٹھے۔ یہ دیکھ کر اوریشینز قبیلے کے سربراہ اور رہنما سکندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے ہمراہ ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کی۔ سکندر نے حکم دیا کہ وہ اپنے لوگوں کو اکٹھا کریں اور انھیں ان کے گھروں کو بھیج دیں۔ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ اس نے اپالوفینز کو علاقے کا گورنر مقرر کیا۔ اور خفیہ طور پر لوناٹس کو اورا (Ora) شہر کا محافظ مقرر کیا۔ جس کی زیر کمان گریسین پیدل فوج، رسالہ تیر انداز دستے اور ایگرینیز شامل تھے۔ اس نے اوریشینز کے معاملات درست کرنے اور شہر پر قبضہ مستحکم کرنے کے لئے لوناٹس کو وہیں قیام کرنے کا حکم دیا۔ جب تک بحری بیڑہ علاقے میں نہ پہنچ جائے۔

اسی اثنا میں سکندر ایک بڑی فوج کے ساتھ گڈروسین کے علاقے کی طرف بڑھا۔ (کیونکہ ہفاشن فوج کے باقی حصے کے ساتھ اس سے مل چکا تھا۔) راستے کا بیشتر حصہ صحرا پر مشتمل تھا۔

ارسٹو بولس لکھتا ہے کہ اس صحرا میں گوند کے بہت سے درخت پائے جاتے تھے۔ یہ درخت گوند کی اعلیٰ درجے کی پیداوار تھے۔ سکندر کے ساتھ آئے۔ فینوشینز نے ڈھیروں گوند اکٹھی کی۔ اور لدو جانوروں پر لاد کر لے گئے۔ اتنی بڑی مقدار پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ صحرا خوشبودار بوٹیوں کی جڑوں سے اٹا پڑا تھا۔ جن کو فینوشینز نے گوند کی طرح اکٹھا کیا۔ لیکن زیادہ تر بوٹیاں اور پودے فوج کے گھوڑوں کے سموں تلے کچلے گئے۔ اور خوشبو کی ایک کثیر مقدار فضا میں تحلیل ہو کر رہ گئی۔ صحرا میں جا بجا مختلف اقسام کے درخت پائے گئے تھے۔ جن میں سے ایک درخت کے پتے ساحل پر پائے جانے والے درختوں سے مشابہ تھے۔ جنھیں پروان چڑھنے پر سمندر کی لہریں مٹا ڈالتی تھیں۔ یہ درخت زمین پر خشک پڑے ہوتے تھے۔ لیکن جب پانی کی سطح بلند ہوتی تھی تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سمندر میں ان کے قد بڑھ گئے ہوں۔ اس موسم میں وہ خوشبودار پودے اپنے جوبن پر تھے۔ ان کے پھول سفید رنگ کے تھے۔ لیکن ان کی خوشبودار مہک پھولوں سے زیادہ بہتر تھی۔ صحرا میں اگنے والے کانٹے دار پودے بھی تھے۔ جو اتنے مضبوط تھے کہ پاس سے گزرنے والے گھڑ سواروں کے لباس ان میں الجھ کر

تار تار ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات تو یہ کانٹے گھڑ سوار کو گھوڑے سے کھینچ لیتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب خرگوش ان کی جھاڑیوں کے پاس سے دوڑ کر گزرتے تھے تو ان صحرائی پودوں کے کانٹے ان کی فر جیسی کھال میں گھس کر انھیں وہیں جکڑ لیتے تھے۔ البتہ جب انھیں توڑا جاتا تھا تو یہ ایک رس بھرا مادہ خارج کرتے تھے جو سونگھنے پر بدبو دار لگتا تھا۔

صحرا میں مارچ

سکندر ایک مشکل راستے سے گڈوسینز کی سرزمین سے گزر رہا تھا۔ راستہ صحرائی اور ہر قسم کی ضروریات زندگی سے خالی تھا۔ کئی جگہوں پر فوج کے لئے کوئی پانی نہ تھا۔ مزید براں وہ رات کے وقت سفر کرنے پر مجبور تھے۔ اور سمندر سے کافی فاصلے پر تھے۔ سکندر سمندر کے ساتھ ساتھ اس علاقے میں آنے کا متمنی تھا۔ تاکہ وہ دیکھ سکے کہ بندرگاہیں کیسی ہیں۔ وہ اپنے بحری بیڑے کے سفر کے لئے کیا تیاریاں کر سکتا تھا۔ پینے کے پانی کے لئے کتنے کنویں کھدوا سکتا تھا۔ لیکن گڈروسینز کا علاقہ مکمل طور پر صحرائی تھا۔ ان حالات میں سکندر نے مینڈروڈورس کے بیٹے تھواس کو چند گھڑ سواروں کے ہمراہ سکندر کی طرف روانہ کیا۔ اس کا کام سکندر کی ہدایت کی روشنی میں سمندر کے نزدیک کسی ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں تمام تر ضروریات زندگی یا پینے کا صاف پانی میسر ہو۔ اس شخص نے واپس آ کر اطلاع دی کہ اس کی ملاقات ساحل کے نزدیک رہنے والے چند مچھیروں سے ہوئی ہے۔ وہ گھاس پھوس سے بنی

IqbalCyberLibrary
All rights reserved.
©2002-2006

جھونپڑیوں میں رہ رہے تھے۔ جن کی چھتیں مچھلیوں کی کمر کی لمبی ہڈیوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔ یہ ملاح بڑا کم پانی استعمال کرتے تھے۔ جسے وہ بڑی مشکل سے حاصل کر پاتے تھے اور وہ بھی تازہ نہیں ہوتا تھا۔

جب سکندر گڈروسیہ میں ایک خاص مقام پر پہنچا، جہاں مکئی بکثرت پائی جاتی تھی۔ اس نے اسے اپنے قبضے میں لے کر جانوروں پر لدوا کر اور اپنی مہر لگا کر سمندر کی جانب بھجوا دیا۔ ان حالات میں لشکری اس کی مہر کو کم ہی خاطر میں لاتے تھے۔ کئی مواقعوں پر محافظوں نے مکئی کو اپنے لئے اور ان دوسروں کے لئے استعمال کیا تھا جو بھوک سے نڈھال تھے۔ اس سے ایک بات عیاں ہوتی ہے کہ لشکری جس مشکل صورت حال کا شکار تھے۔ وہ ان کے ذہنوں پر سوار سکندر کے خوف پر غالب آ گئی تھی۔ جب سکندر کو صورت حال کی سنگینی کا پتا چلا تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ اس نے مقامی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ مکئی پیس کر کھجوروں اور برائے فروخت بھیڑوں کے ہمراہ سپاہیوں کی طرف روانہ کر دیں۔

مارچ جاری ہے!

آگے بڑھنے کے اس عمل میں سکندر گڈروسیز کے دارالحکومت ''پورا'' کی طرف سے بڑھا۔ اور اسے چلنے کے بعد وہ ساٹھ دنوں میں پورا پہنچا تھا۔ سکندر کے دور کے تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ سکندر کی افواج کو ایشیا میں جتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ مشکلات گڈروسیا میں پیش آنے والے

واقعات کے سامنے ہیچ تھیں۔

قاتل سورج

نیرکس بھی اس بات پر زور دیتے ہوئے کہتا ہے کہ سکندر نے گڈروسیا میں یہ مشکل ترین راستہ اس لئے منتخب نہیں کیا تھا کہ وہ سفر کی مشکلات سے آگاہ نہیں تھا۔ بلکہ اس نے سن رکھا تھا کہ آج تک کوئی جنگ جو اس راستے سے اپنی فوج کے ہمراہ نہیں گزرا اور پھر صحرا سے صحیح سلامت واپس آ گیا ہو۔ صرف سیامی رامس جو ہندوستان سے فرار ہوئی تھی۔ مقامی لوگوں نے بتایا کہ رامس کے ساتھ فوج کے صرف بیس افراد سوار تھے۔ ایک دوسرے معاملے میں کیمبائیسیز کا بیٹا سائیرس صرف سات آدمیوں کے ساتھ فرار ہوا تھا۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ سائیرس ہندوستان پر حملہ کرنے کی نیت سے اس علاقے میں وارد ہوا۔ لیکن وہ اس راستے کی مشکلات اور صحرا کے ہاتھوں اس کی فوج کے بڑے حصے کے مارے جانے تک وہاں سے واپس نہیں ہوا۔ جب سائیرس اور سیامی رامس کے متعلق واقعات سکندر تک پہنچے تو اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اسے ان دونوں سے آگے نکلنا چاہیئے۔ بہر حال چلچلاتی دھوپ کی تمازت اور پانی کی عدم دستیابی نے اس کی فوج کے ایک بڑے حصے کو تباہ و برباد کر دیا۔

بوجھ اٹھانے والے جان دار ان مصائب کا سب سے زیادہ شکار ہوئے۔ وہ پیاس اور ریت کی گرمی کے سبب ضائع ہو گئے۔ سورج ان کا قاتل

تھا۔ گھوڑے اور خچر پہاڑیوں سے نیچے اوپر آتے جاتے اور راستوں کی ناہمواری کے سبب جسمانی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔

گڈروسیہ کے صحرا میں کیے جانے والے مارچ کے مختلف مرحلوں نے فوج کو زچ کر دیا۔ کیونکہ پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے انہیں طویل سے طویل مارچ کرنا پڑتا تھا۔ سٹرابو (Strabo) کہتا ہے کہ بعض اوقات یہ مارچ 200, 400، حتیٰ کہ 600 سٹیڈز تک بڑھ جاتے تھے۔ اس کے علاوہ زیادہ تر مارچ رات کے وقت کیے گئے۔ جب بھی انھوں نے رات بھر سفر کیا تو دن چڑھنے پر انھیں پانی میسر آ جاتا تھا۔ انھیں ہرگز کوئی سنگین مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ لیکن جب طویل راستوں پر مارچ کرتے ہوئے وہ گرمی سے بلبلا اٹھتے تھے تو وہیں پر نہ ختم ہونے والی پیاس ان کی مشکلات میں ان گنت اضافہ کرتی تھی۔

کانٹوں کا سفر

سکندری فوج کی واپسی کا سفر بھی کوئی پھولوں کی سیج نہیں تھا۔ بلکہ پرخار کانٹوں سے مزین تھا۔ قدم قدم پر لڑاکے قبائل اور جنگ جو بستیوں نے سکندر کے لشکر میں بےچینی اور چڑچڑے پن کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ حالانکہ سکندر نے جابجا لڑائیوں سے بچنے کے لئے فوج کے ایک حصے کو پہلے ہی آگے بھیج دیا تھا۔ تاکہ لڑائی کے لئے اکٹھے ہونے والوں کو روک کر منتشر کر دے۔ اس کے باوجود ہر قدم پر نئی مزاحمت ملی۔ اس ماحول میں بستیاں تخت وتاراج ہوئیں۔

جو ہاتھ آیا قتل کر دیا گیا۔ وہی بچا جو بھاگ گیا۔

قدم قدم پر پیش آنے والے ان معرکوں میں سکندر خود بھی حصہ لے رہا تھا۔ وہ اپنی فوج کو لے کر اس علاقے سے بحفاظت گزر جانا چاہتا تھا۔ لیکن واقعات اس کی خواہش کے برعکس رونما ہو رہے تھے۔ ایسے ہی واقعات میں سے ایک واقعہ تاریخ کا موڑ موڑنے کے لئے کافی تھا۔

اہم موڑ

راستے میں پڑنے والے ایک قلعہ سے سکندر کی فوجوں پر تیر اور آگ کے گولے برسائے جا رہے تھے۔ قلعے پر جلد از جلد قبضے کے لئے بے چین سکندر نے قلعے کی دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی لگوائی۔ جس پر وہ اپنے رفیق خاص پیوٹس کے ہمراہ خود چڑھا اور قلعے کی دیوار سے اندر کود گیا۔ سائے کی طرح سکندر کے ساتھ رہنے والا اس کا پہرہ دار شاہی ڈھال کی طرح اس کے ہمراہ تھا۔ قلعے کی فصیل پر ان تینوں کو ایک بھاری جمعیت کا سامنا کرنا پڑا۔ تینوں بڑی بے جگری سے اپنا دفاع کر رہے تھے۔ کہ یکا یک ایک تیر سکندر کو آن لگا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ یہ تیر سکندر کے پھیپھڑے کو چیر گیا اور اس سے خون کا ایک فوارہ چھوٹ پڑا۔ اسی اثنا میں اس کا ایک ساتھی جو بعد میں آیا تھا۔ جان پر کھیل گیا۔

بدقسمتی یہ ہوئی کہ سکندر کے پیچھے قلعے کی دیوار پر چڑھنے کی کوشش میں سیڑھی پر سپاہیوں کا بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا اور وہ ٹوٹ گئی۔

تیر کھا کر جب سکندر گرا تو اس کے ساتھ دونوں جان نثاروں نے اپنے آپ کو سکندر کے اوپر گرا لیا اور ڈھالوں سے اپنا اور سکندر کا دفاع کرنا شروع کر دیا۔ اس کوشش میں انہیں بڑے زخم سہنے پڑے۔ لیکن سکندر کے مقدر میں ابھی زندگی لکھی تھی۔ مقدونی سپاہیوں نے قلعے کی دیوار سے کود کر قلعے کا دروازہ کھول دیا اور سکندر کو بحفاظت اٹھا کر اس کے خیمے میں پہنچا دیا گیا۔ زیادہ خون بہہ جانے سے سکندر نقاہت اور نیم بے ہوشی کا شکار تھا۔ ایک افواہ لشکر میں پھیل گئی کہ سکندر مر چکا ہے۔ یہ سن کر سپاہیوں میں بد دلی اور خوف و ہراس پھیل گیا۔ وہ پہلے ہی دریاؤں کی اس سرزمین سے نکلنے کے لئے بے چین تھے۔ لیکن سکندر کے علاوہ فوج میں کوئی اس قابل نہ تھا۔ مزید براں سکندر کی موت کی صورت میں، علاقے میں موجود جنگ جو قبائل بغاوت کر کے ان کی وطن واپسی کی بجائے دنیا سے واپسی کا بندوبست کر سکتے تھے۔ خوف اور بے یقینی کی اس فضا میں ہوا کا ایک خوش گوار جھونکا آیا۔ جب سکندر کو ہوش آیا لیکن وہ اٹھ کر بیٹھنے سے قاصر تھا۔ سکندر نے حالات دریافت کیے۔ اسے لشکر کی بد دلی اور بیرونی خطرات کے متعلق بتایا گیا۔ ممکنہ بیرونی بغاوت کو روکنے کے لئے سکندر نے حکم دیا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لشکر کے سامنے سے گزارا جائے۔ تاکہ سپاہیوں کو اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اس نے کشتی میں لیٹے لیٹے ہاتھ اٹھا کر لشکریوں کے نعروں کا جواب دیا۔ سپاہیوں نے پھولوں کی مالا اس کی طرف پھینکیں۔ اپنے لشکر کے

حوصلے کو برقرار رکھنے کے لئے سکندر نے گھوڑے پر بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے رفیقوں نے اس کو منع کیا کہ وہ ابھی گھڑسواری کے قابل نہیں ہے۔ لیکن سکندر اپنی مضبوط قوت ارادی کی بدولت گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور فوج کے درمیان آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے خیمے تک پہنچا۔ اس طرح ایک خطرناک کہانی جنم لینے سے پہلے دم توڑ گئی۔ لیکن اس واقعہ سے ہزاروں انسانوں کو سکندر کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا۔

خطرناک کہانی دم توڑ گئی

نیارکس نے سکندر کو خوب ملامت کی کہ وہ گھمبیر خطروں میں اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیتا ہے۔ جب کہ اس کی جان قیمتی ہے۔

سکندر کو یہ تنقید پسند نہ آئی۔ ایک مقدونی نے اس پر تبصرہ کیا کہ ”بہادروں کو ایسی تکلیفیں اٹھانا ہی پڑتی ہیں“۔

عالم کمزوری میں سکندر نے لیٹ کر امور لشکر چلائے۔ اس نے اندرونی اور بیرونی شورشوں پر قابو پانے کے لئے مختلف اقدامات کیے۔ علاقے کے سرداروں سے عہد وفاداری لیا گیا۔ اس کا رویہ مقامی حکمرانوں کے ساتھ جارحانہ ہونے کی بجائے دوستانہ تھا۔

* * *

گندھارا تہذیب کا جنم

خوشبو کا سفر

یونانیوں اور ہندوستانیوں کے میل ملاپ نے ایک نئے کلچر کو جنم دیا۔ یونانی جو بت تراشی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے ہندوستانی فن تعمیر پر گہرا ادراک حاصل کیا اور کئی ایک نمونے تخلیق کیے جو بعد میں یہاں کی تہذیب کا حصہ بن گئے۔ ہندو، یونانی تہذیبوں کے بطن سے ایک نئی تہذیب گندھارا تہذیب نے جنم لیا۔ گندھارا کا مطلب خوشبو ہے”۔ فوج کے ساتھ سفر کرنے والے ماہرین نے مختلف غذائی اجناس، چاول، زعفران وغیرہ کے نئے نمونے حاصل کیے۔ اور کئی نئی غذائی جنسیں وجود میں آئیں۔ ہندوستانی ستارہ شناسی کے فن میں امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ یونانی ہیئت دانوں نے ان سے اپنے علم کا تقابلی جائزہ لیا۔ اور اپنے علم میں بہتری کی۔ دریاؤں کے سمندروں میں گرنے کے مقامات پر یونانیوں نے جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے۔

دونوں تہذیبوں نے علم طب میں مختلف بیماریوں پر جو کام کیے تھے۔ ان کا تبادلہ ہونے سے بخار اور طاعون جیسے موذی امراض کے بہتر علاج سامنے آئے۔ دنیا کے اس سفر پر یونانیوں نے زمین، سمندر، پہاڑ، جنگل اور لق ودق

صحرا بھی چھان مارے۔ لیکن ان کے دل سے ایلنتھنیا کی سنہری مورتی کی یاد نہ نکل سکی۔ یہ مورتی سنگ مرمر کا ایک زنانہ مجسمہ تھا۔ جس کے ہاتھ میں برچھی تھی۔ اور وہ پاتھینان کی سیڑھیوں پر رکھا ہوا تھا۔

اطلاعات کی فراوانی

اس عظیم سفر میں سکندر کو زندگی کے غیر مرئی محرک کا سراغ تو نہ مل سکا۔ اور نہ ہی ناسس اس کے ہاتھ لگا۔ لیکن اس کے اس سفر نے مختلف مذاہب کو ایک دوسرے سے متعارف ہونے کا موقعہ دیا۔ ان یونانیوں کی اولادیں آج بھی دنیا کے مختلف کونوں میں آباد ہیں۔ انسانوں کے ملاپ نے مندروں اور خانقاہوں کے درمیان اجنبیت کی فصیلیں گرا دیں۔ مغرب اور مشرق کے ملاپ نے نئے تصورات کو جنم دیا۔ اور انسان کی ارتقائی ترقی کا عمل آگے بڑھا۔ مقدونیوں کے بدھ نظریات اور ہندوستانی جوگیوں کے زندگی اور موت کے بارے میں نظریات نے اور افسانوی واقعات نے انہیں متعجب ضرور کیا۔ چاہے وہ اس پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

کیلی ناس

سمندر کی طرف سفر کے دوران دریائے سندھ پر یونانی فلسفیوں کے ساتھ کچھ ہندوستانی جوگی بھی سکندر کے بیڑے پر سوار ہو گئے تھے۔ ان جوگیوں میں ایک بوڑھا شخص جو بظاہر ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آتا تھا۔ اور خوراک بھی برائے نام کھاتا تھا۔ تنہا رہتا تھا اور بہت کم بولتا تھا۔ اس کا نام کیلی ناس

تھا۔ وہ سکندر سے جب بھی ہم کلام ہوتا، اس کے لباس، خیالات کا ہدف تنقید بناتے ہوئے کہتا کہ تمہیں دنیا کے اس لوٹ مار کے سفر کے لئے نکل کر کیا حاصل ہوا؟ ۔ وہ اسے زندگی اور موت کے فلسفے کے بارے میں بتاتا اور کہتا کہ اس کے ہتھیار، دولت اور افراد اسے موت سے نہیں بچا پائیں گے۔ وہ بعد از موت حیات کے ہندو فلسفے کو اجاگر کرتا تھا۔ اس کا استدلال تھا کہ انسان موت کے بعد بھی زندگی حاصل کرسکتا ہے۔ بہر حال مقدونی اس کی بات پر یقین نہیں کرتے تھے اور اسے بدشگونی قرار دیتے تھے۔ لیکن کیلی ناس کی شخصیت ان کے لئے کسی عجوبے سے کم نہ تھی۔

سمندر سے جان پہچان

انہی فلسفیوں اور جوگیوں کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے وہ سمندر کے دہانے تک پہنچ گئے۔ سمندر مقدونیوں کے لئے ایک ڈراونے خواب سے کم نہ تھا۔ دریائے سندھ کے ڈیلٹا سے نکل کر ایک دم سمندر کی خوف ناک لہروں کو دیکھ کر مقدونی انہیں بدشگونی سمجھے۔ کہ دیوتا ان سے ناراض لگتے ہیں۔ لیکن مقامی باشندوں نے انہیں بتایا کہ بڑی بڑی لہریں سمندر کی عمومی چال ہے۔ اور یہ لہروں کا مدو جزر ہے۔ کسی طبعی حرکت یا انسان سے وابستہ نہیں۔ مقدونی دریائی گھوڑا اور وہیل مچھلی جیسی عظیم آبی مخلوق کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اس دوران سکندر بھی صحت یاب ہو چکا تھا۔ اور ہفاشن جو سکندر کا دست راست تھا اور دوررس حکمت عملی بنانے کے ضمن میں مشہور تھا۔ نے پٹالہ کے

مقام کو بحری بیڑہ بنانے کے لئے مرکز کے طور پر منتخب کیا۔ سکندر نے دو بڑے جہازوں پر مشتمل ایک بحری بیڑے کو سمندری سفر کے لئے منتخب کیا۔ اسے سمندری سفر کے آغاز ہی میں اسے تازہ ہوا ملی۔ موسم بھی موزوں تھا۔ دونوں باتیں نیک شگون گردانی گئیں۔ اس کے بعد سمندری دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے سنہری برتن پانی میں پھینکے گئے۔ تاکہ سفر کامیابی سے مکمل ہو۔ سکندر کی اس سفر کے پیچھے نئے راستوں اور نئے ساحلوں کی دریافت تھی۔ اس نے سمندری تجارت کے متعلق دریافت کیا۔ اسے بتایا گیا کہ دریائے سندھ کے دہانے تک عرب پہنچ پائے ہیں۔ جو مصالحہ جات، ہاتھی دانت اور قیمتی موتیوں کی تجارت کرتے ہیں۔

خیال تھا کہ جس طرح دریائے سندھ کئی جگہ سے سمندر میں گرتا ہے۔ اس طرح دریائے فرات، دجلہ بھی سمندر میں گرتے ہوں گے۔ چنانچہ اس کا ذہن یہ تھا کہ وہ اپنے بحری بیڑے کو لے کر دجلہ کے دہانے تلاش کرے گا۔ اس طرح وہ عرب اور مصر کے ساحلوں تک مار کر سکتا ہے۔

سکندر کو بتایا گیا کہ سمندری سفر مقدونیوں کی فطرت میں نہیں ہے۔ مزید براں سمندر کے ساتھ موجود ساحلی علاقے غیر آباد اور بیابان ہیں۔ کسی بھی سمندری آفت کی صورت میں جہاز چھوڑ کر ان ساحلوں پر اترنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ ان جہازوں پر راشن اور خوراک کا ذخیرہ محدود ہونے کے سبب بھی اتنا لمبا سفر طے کرنا خطرناک ہوگا۔

حکمت عملی

سکندر کے پاس جہاز رانی کے امور کا ایک ماہر نیارکس تھا۔ سکندر نے اس سے مشورہ طلب کیا۔ نیارکس نے رائے دی کہ سفر کی مشکلات دیکھتے ہوئے مجھے اپنے علاوہ کوئی معتبر نظر نہیں آتا۔ سکندر نے کچھ دیر سوچ بچار کے بعد اس کا مشورہ قبول کر لیا۔ وقت کے فلسفیوں نے سکندر کے اس فیصلے کو سراہا ۔ نیارکس کا تعلق یونان کے ایک جزیرے کریٹ سے تھا۔ اور وہ ایک مشہور جہاز ران تھا۔

مندرجہ بالا متفرق اطلاعات کے حصول کے بعد سکندر نے ایک پلان بنایا کہ اس کی فوج خشکی پر اس کے بیڑے کے ساتھ ساتھ چلے۔ بار برداری کی گاڑیاں اور افسروں کے خاندانوں کو نسبتاً آسان راستے سے بھیجا گیا۔ اس حصے کی کمان کریٹرس کے پاس تھی۔ کریٹرس نے سفر کو مزید آسان بنانے کے لئے صحرائی علاقے سے بچنے کی حکمت عملی اپنائی جا کامیاب رہی۔

* * *

ایکتبانہ (ہمدان) کی جادوئی سرزمین

ایرانیوں سے فارغ ہونے اور مقدونیہ کی مغربی سرزمینوں پر اقتدار اعلیٰ قائم کرنے کے بعد سکندر ایران کے چار میں سے ایک دارالحکومت ایکتبانہ میں داخل ہوا۔ اور اسے اپنی فرمانروائی میں لے لیا۔

سکندر ایکتبانہ کو جغرافیائی حیثیت اور شان و شوکت کے لحاظ سے بہترین سرزمین قرار دیتا تھا۔ یہ سات فصیلوں میں گھرا شہر تھا اور ہر فصیل کا رنگ اور چمک دمک الگ ہی تھی۔ ایکتبانہ کا موسم خشک تھا۔ طرز تعمیر کے اعتبار سے ایکتبانہ کے لوگ یونانیوں سے متاثر نظر آتے تھے۔ ایکتبانہ کی ایک خاص بات اس کے بلند و بالا پہاڑوں کا ایک سلسلہ تھا۔ ان پہاڑوں کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ یہاں بے شمار جھیلیں ہیں۔

ان پہاڑوں کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ یہاں بے شمار جھیلیں ہیں۔

ان پہاڑوں کی ہیئت کے سامنے یونانی پہاڑ چھوٹے نظر آتے تھے۔ یہ پہاڑ قدرتی دولت سے مالا مال تھے۔ وہاں سکندر کی ملاقات آرمن قبائل سے ہوئی۔ طبعاً یہ قبائل انتہائی پر امن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا عہد لڑائیوں سے پاک رہا تھا۔ ان پر زرتشت کے عقائد کا گہرا اثر تھا۔ زرتشت امن پسند مجوسی تھے۔ پہاڑی قبائل جیسے ارمن وغیرہ نے ان کی تعلیمات کے زیر اثر بلند مقامات پر عبادت گاہیں بنا رکھی تھیں۔ ان آتش کدوں میں ہر دم آگ روشن رہتی تھی۔ یہ لوگ عقیدتا کسی دیوتا کی مورتی کے آگے نہیں جھکتے تھے اور اوہام پرست تھے۔ جب کہ سکندر اوہام پرستی سے کوسوں دور تھا۔ اور ماحول کو ان خیالات کی وجہ قرار دیتا تھا۔ یہ اگر پائی لوگ بھی قیامت اور بہشت کے حوالے سے اپنے خیالات رکھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایک دن آگ کا طوفان اس زمین کو آن گھیرے گا۔ اور ان کے سوا کچھ بھی نہیں بچے گا۔

ارضیاتی کرشمے

وہ سکندر کو ایک ایسے پہاڑ پر لے گئے، جہاں آگ سے بھی گرم کوئی چیز ابل رہی تھی۔ اسے بتایا گیا کہ ایسا مادہ سارا سال ہی ابلتا رہتا ہے۔ یہ سیاہی مائل سیال مادہ بہہ کر ایک چشمے میں جا گرتا تھا۔ اس کھولتے مادے میں سے دھواں مسلسل نکلتا رہتا تھا۔ سکندر کے ساتھ گئے مقدونی ماہرین ہیئت کے لئے یہ ایک نئ دریافت تھی۔ انہوں نے اس آتشی مرکب کو کئی تجربات سے گزارا اور ایندھن کے طور پر کافی مفید پایا۔ یہ انسان کے پٹرول پر پہلے تجربات قرار دیے جا سکتے ہیں۔ مقدونی اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ نہایت موثر آتشی مرکب ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ سکندر کو اس سیال مادے کی کار گزاری دکھائی گئی۔ رات کے وقت بازار میں یہ مادہ چھڑک دیا گیا اور پھر مشعل کا اشارہ ہوتے ہی ایک دھماکے کے ساتھ بازار آتش زار بن گیا۔

بے چارہ یونانی

ایک یونانی نے چیلنج کیا کہ یہ مادہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، میں اس پر قابو پا سکتا ہوں۔ اس کی خواہش پر اس سیال مادے کو اس کے جسم پر مل دیا گیا اور اس کو آگ دکھا دی گئی۔ اس بے چارے نے آگ پر قابو کیا پانا تھا۔ آگ نے اس کے جسم کو اس قدر جھلسا دیا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ اس واقعہ نے دیاوس سمیت تمام یونانی انجینیئروں کو حیران کر دیا۔ یونانیوں نے جب نجاشیوں کا طرز حکومت قریب سے دیکھا تو بہت متاثر ہوئے انہوں نے کورش کے

ایرانیوں کو اپنی طرح آزادی پسند اور گھڑ سواری کا شوقین پایا۔ اپنے پرشکوہ طرز حکومت کی بدولت آریان نے اپنی ہم خیال اقوام کا ایک مشترکہ ادارہ بنا رکھا تھا۔ (کامن ویلتھ)۔

ان کی حکم رانی کے طور طریقوں میں مرکزی حکومت کا تصور نظر آتا تھا۔ ایک شہر تمام شہروں پر حکومت کرتا تھا۔ بابلیوں اور اشوریوں نے بے شمار فتوحات کر کے سب مفتوح قوموں کو اپنی رعایا بنا لیا۔ لیکن ایرانی نجامشیوں نے حکم رانی تو ضرور کی لیکن مفتوح قوموں کو غلام بنانے کی بجائے ان کی اپنی قومی حیثیت کو بحال رکھا۔ اور رعایا کی طرف بھرپور صلہ رحمی کا مظاہرہ کیا۔ انتظامی لحاظ سے سلطنت کے ہر حصے کا ایک گورنر تھا۔ نہروں کے ذریعے دریاؤں کو سمندروں سے ملا دیا گیا تھا۔ شہروں اور دیہاتوں کے درمیان پختہ سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا تھا۔ کمروں اور ماحول کو معطر رکھنے کے لئے عرب سے خوشبوئیں آتی تھیں۔ اس طرح ان حکمرانوں نے اپنی سلطنت کو امن کا گہوارہ بنا دیا تھا۔ ان کی سلطنت کی حدیں درہ دانیال سے لے کر مشرق میں سندھ ساگر تک پھیلی ہوئی تھیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بخامنشیوں کی حیثیت اور رتبے میں واضع تبدیلی نظر آئی۔ عام لوگوں کے لئے یہ تبدیلی نہ سمجھ آنے والی تھی۔ مثلاً کوروش کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ بابلیوں کے دیوتا مردوخ کی قوت سے حکومت کرتا ہے تو اس نے مردوخ کے مندر بند کروا دیے۔ بالکل اسی طرح جیسے دارائے

اول نے مصر میں امن رع کے مندر بند کروا دیے تھے۔

آہستہ آہستہ ایرانیوں اور ہخامنشیوں کے مزاج میں تبدیلی آتی گئی۔ ابتداء میں وہ حکمرانی کے فرائض سر انجام دینے کے لئے کسی شہر میں بھی چلے جاتے تھے۔ لیکن جب ان کے پاس دولت کی ریل پیل ہوگئی اور حکومت کا دائرہ کار بھی وسیع ہوگیا تو انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے محافظ فوج رکھ لی۔ جس کا نام ''غیر فانی تھا۔'' ضرورت پڑتی تو امرا سے روپے وصول کرتے۔ انہیں تنخواہ دار یونانی فوجیوں اور یا فونیقی بیڑوں سے کام لینے میں بہت سہولت نظر آتی۔ اس بگاڑ کے باوجود کوروش کا قائم کردہ نظام بدستور نافذ العمل تھا۔ اس لئے اندرون ملک میں امن قائم تھا۔ مقدونیوں کی آمد سے پہلے کسی قوم کا ان شہنشاہوں سے ٹکر لینے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔

دولت مشترکہ کا نظریہ

سکندر نے ایکتبانہ کے پہاڑوں میں بیٹھ کر کوروش کے نظام پر غور کیا تو اپنی فراست فہمی سے اس کی انتہائی اہمیت کا اندازہ کرلیا۔ اس نے سوچا کہ مختلف قوموں کی یہ متحدہ دولت جو ایک مرتبہ کامیاب ہو چکی ہے۔ اگر متحدہ دولت کا تجربہ مغربی دنیا میں کیا جائے تو مطلوبہ نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس طرح یونانیوں کے آئے روز کی خانہ جنگیوں سے بھی نجات مل جائے گی۔ اس نظام میں سکندر نے صرف ایک تبدیلی تجویز کی۔ وہ یہ کہ سیاسی نظم ونسق میں صوبوں کے اختیارات محدود کردیے۔ اور بیت المال کے لئے الگ

عمارات مخصوص کر دیں۔ یونانیوں نے وطن کی محبت کی مہک کے لئے پردیس میں اپنے وطن کے پودوں کی قلمیں اور بیج منگوائے۔ صرف پیچ دار بیل نما پودے جنھیں مقدونی عشق پیچاں کہتے تھے۔ کو مشرقی ماحول موزوں نہ لگا۔ سکندر نے پارمینیو کی زیر کمان ایک لشکر جرار وہاں متعین کیا۔

سکندر نے امن و نظم کی نگرانی کا کام مقدونیوں کو دیا۔ سڑکوں کی پیمائشیں کروائیں۔ مختلف علاقوں کے ابتدائی نقشے بنوائے۔ نیارکس نے جو بحری امور کا ماہر تھا۔ ساحلی علاقوں کے نقشے بنوائے۔

یہ مکمل طور پر واضح نہیں ہے کہ دولت مشترکہ کے اس نظریے میں سکندر کی اپنی عقل اور فہم و فراست کا کتنا عمل دخل تھا۔ اور کس حد تک وہ کروش کے ابتدائی نظام حکومت سے متاثر ہوا تھا۔ بہر حال یہ طے ہے کہ اس کے ذہن میں عالمی سلطنت کا تصور پناہ گزین ہو چکا تھا۔ جس میں عورتوں کی مکمل شرکت اور دنیا کے تمام حصوں کے درمیان اختیارات اور حقوق کا ایک توازن شامل تھا۔ (یہی تصور ہزار ہا سال بعد امریکہ کے صدر جارج بش کی عالم گیریت میں پنہاں ہے۔) جس میں تمام دنیا کو ایک گلوبل معاشرہ قرار دیا جاتا ہے۔

مقدونیوں کے لئے سکندر کی رہنمائی میں سفر وسیلہ ظفر ثابت ہو رہا تھا۔ اور ان کے نظریات تصورات میں واضح تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں۔

اہل مقدونیا اپنے علاقے کی زبوں حالی کو جانتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے یہاں اطلاعات کی ترسیل سڑکوں اور تجارتوں کی ترقی سے بہت کچھ سیکھا۔ اور

حاصل کیا۔ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم جیسے سمندروں پر کنٹرول اور جہاز رانی نے علاقے میں طاقت کا توازن سکندر کے حق میں کر دیا تھا۔ سکندر کی فطرت میں سمندر میں نئے نئے راستوں کی تلاش اور نامعلوم منزلوں کا سفر شامل تھا۔

آج کے دور کی انگریزی زبان کی طرح یونانی بھی ایک مشہور اور بہتر سمجھی جانے والی زبان بن چکی تھی۔ اس کی بدولت تجارت کو بڑی ترقی ملی تھی۔ وہ بابل تک سمجھی جاتی تھی۔ جب کہ بابل سے مشرق کی طرف فارسی بھی بڑی پیانے پر بولی اور سمجھی جانے لگی۔ اور فارسی زبان کو سرکاری درجہ حاصل تھا۔ مقدونیوں نے فارسی زبان سمجھنے کی وجہ سے قدیم اوستاؤں کا بھی مطالعہ کیا۔ جو دنیا میں نیکی اور بدی کی مسلسل کش مکش کی نشان دہی کرتے تھے۔

مذاق

سکندر کو بتایا گیا کہ ایکتبانہ کے باہر دارائے اول نے ایک ستون پر ژند زبان میں یہ الفاظ کندہ کروا رکھے تھے کہ اسے روئے زمین کا فرماں روا قرار دیا جائے۔ یہ سن کر سکندر نے بھی ایسی ہی خواہش کا اظہار کیا۔ جس پر تنقید کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ تنقید کرنے والوں میں سب سے پہلے اس کا سوتیلا بھائی بطلیموس تھا۔ جس نے پھبتی کسی میں کہ اگر میں یہ خبر وطن بھیج دوں کہ سکندر شہنشاہ بن بیٹھا ہے تو اس کا مذاق اڑایا جائے گا۔ بھلا مقدونیہ کا بادشاہ عالم گیر بادشاہت کا لقب کیسے لے سکتا ہے۔ چاہے وہ ایشیا اور ایران پر قابض ہی کیوں نہ ہو؟۔

اس دوران ایک بوڑھے پیشین گو ایرسٹانڈر نے سکندر سے اعتراض کیے۔ کہ بابل میں بیل اور مردوخ کے مندر کیوں کھولے گئے۔ اس سے مردوخ کے ماننے والوں کے اس خیال کو تقویت ملے گی کہ سکندر کو اقتدار مردوخ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ سکندر نے لاپرواہی ظاہر کی کہ اسے ان خیالات کی کیا پرواہ ہوسکتی ہے۔ لیکن ایرسٹانڈر کا خیال تھا کہ ان کی کافی اہمیت ہوتی ہے۔ اور ان کو نظر انداز کرنا دانش مندی نہیں ہوگی۔ وہ آپ کی جو تعریفیں کرتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ دل سے نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر بوڑھا پیشین گو رخصت ہو گیا۔ لیکن اسے شاید حیرانگی ہوگی کہ سکندر کے مزاج میں اس قدر تبدیلی ہوئی کہ وہ ان شگونوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا جو آنے والے واقعات کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اور مجھے لوگوں پر نفسیاتی اثر ڈالنے کے لئے ساتھ رکھتا ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں لوگ توہم پسند تھے اور ذرا ذرا سی بات کو برا یا اچھا شگون قرار دیتے تھے۔ اس لئے لوگوں کی نفسیاتی سکون کی خاطر (بقول ایرسٹانڈر) اس کو دکھاوے کے لئے رکھا ہوتا ہے۔ بہر حال سکندر نے بے دلی اور ناراضگی سے بوڑھے کو رخصت کر دیا۔

ایرسٹانڈر کے خیالات سے ایک بات عیاں ہے کہ سکندر توہم پرست نہیں تھا۔ وہ جب بھی توہم پرستی کا مظاہرہ کرتا تو اپنے عوام کی اکثریت کی نبض پر انگلی رکھ کر اور ان کی ذہنی تشفی کے لئے کرتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سکندر توہم پرستی پر یقین رکھتا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے ذہن میں افلاطون کی مثالی جمہوریت کا ایک سنہری خاکہ سا چکا تھا۔ یہ خاکہ اس نے سکندر میزا میں ارسطو سے سنا تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ سکندر کا ذہن نت نئے منصوبوں کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ یہ منصوبے بیڑوں کی تعمیر کے متعلق ہوں یا انسانوں کی فلاح و بہبود کے بارے میں ہوں۔ لیکن ربع مسکوں کی تمام قوموں کا اتحاد ہمیشہ سے اس کا مطمع نظر رہا تھا۔

ایکتبانہ میں سکندر کے ساتھ جو اہل دانش تھے وہ نیا نظام حکومت تخلیق کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ ان اہل علم نے مقامی مقامی ماہرین کے ساتھ وسیع صلاح ومشورے کیے۔ اہل مشرق کا علم بلاشبہ ایک اعلیٰ درجے کا تھا۔ یونانی ان کے سامنے طفل مکتب نظر آتے تھے۔

سکندر ایرانیوں کے فن تعمیر کا بڑا دلدادہ تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ایرانی عمارتوں کی دیواریں اس انداز سے تزئین کرتے ہیں کہ انسانی آنکھیں انہیں دیکھ کر خوش ہوں۔ وہ پہاڑوں کے دامن میں موزوں عمارتوں کے نقشے بنانے کے فن می لاجواب تھے۔ ان کے بنائے ہوئے سائبان جن کے نیچے لوگ گرمی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اپنی مثال آپ تھے۔

لیکن لسی پس کچھ اور ہی کہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ایرانی اڑتے پرندوں اور بھاگتے جانوروں کی تصویریں تو بنا سکتے ہیں۔ لیکن انسانی تصویر بنانے کا فن ابھی ان سے کوسوں دور ہے۔

چاندی کے سکے

وہ چاندی کے نئے جاری ہونے والے سکوں کے لئے سکندر کے چہرے کا خاکہ تیار کر رہا تھا، جب سکندر کے سر کا خاکہ تیار ہو کر سامنے آیا تو (لسی پس) اس نے اس پر شیر کی گردن کی طرح لمبے لمبے بال لگا دیے۔ اور ٹھوڑی کے نیچے پنجے کی شکل بنا دی۔ یہ نقشہ سکندر کی مرضی سے تیار ہو رہا تھا۔ لیکن سکندر نے اس کا فوری استعمال روک دیا۔

سکندر پر اس کے ساتھیوں کی طرف سے وطن واپس جانے کا بڑا دباؤ تھا۔ انھیں وطن سے نکلے سال ہا سال گزر چکے تھے۔ ان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ گاگا میلہ کی جنگ آخری جنگ ہے۔ سپاہی بھی بخوبی جانتے تھے کہ جنگ جیتی جا چکی ہے۔ سکندر نے اس پرانے مسئلے کے حل کے لئے ایک لائحہ عمل وضع کیا کہ جو افراد گھر واپس جانا چاہتے ہوں وہ جا سکتے ہیں۔ اگر کچھ آدمی ایشیا میں رہنا چاہتے ہوں تو وہ دوسرے گروپوں میں شامل ہو جائیں۔ (بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے زخمی معذور اور پرانے مقدونوی لشکریوں کو ایسی اجازت نہ دی اور اگر اجازت دے بھی دیتا تو وہ چھوڑ کر نہ جا سکتے تھے۔) تھسل کے گھڑ سوار اور مقدونیہ سے باہر کے یونانی لشکریوں نے واپسی کا فیصلہ کیا۔

ان کی تنخواہیں ادا کر دی گئیں اور یہ انتظام کر دیا گیا کہ ساحل پر پہنچ کر گھوڑے فروخت کر دیں اور نئے جہازوں میں بیٹھ کر یونان چلے جائیں۔ سکندر نے ان افراد کی دل کھول کر مالی امداد کی۔ چند گروپوں کو ایکتبانہ میں

رکنے کی اجازت مل گئی۔

بے پناہ خزانہ

سکندر اسی اثنا میں مشرق کی سمت مزید آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ سکندر کے حکم پر اب تک اکٹھے ہونے والے مال غنیمت اور خزانے کا حساب کیا گیا تو ان کی توقع سے بہت زیادہ مال و دولت، سونا، چاندی اور سکے نکلے۔ ایسی دولت غریب مقدونیہ والوں کے لئے خواب میں بھی ممکن نہ تھی۔ مورخین کے مطابق خزانے کی کل رقم ایک لاکھ اسی ہزار ٹیلنٹ تھی۔ اگر یہ رقم مقدونیہ کے چھ لاکھ باشندوں میں بانٹ دی جاتی تو وہ بیس سال تک کسی معاشری محنت کے بغیر زندگی گزار سکتے تھے۔

دولت اور عیش و عشرت نے مقدونی فوج پر منفی اثر ڈالا۔ پارمینیو کا بیٹا ملوٹس جو محافظ دستے کا بریگیڈیر تھا۔ بڑی شان دار وردی میں جلوس کی شکل میں باہر نکلتا۔ اس کے باپ نے اس کو وارننگ دی کہ وہ اپنے آپ کو سکندر نہ سمجھے۔ اور سکندر سے بڑھ کر اپنے آپ کو نمایاں نہ کرے۔

اس وقت کے ورلڈ آرڈر کے لحاظ سے یہ خزانہ غیر معمولی اہمیت کا حامل تھا۔ اس خزانے کی بازاری قیمت پوری دنیا کی تجارتی منڈی خریدنے کے برابر تھی۔ اور کافی تھی۔ حالانکہ سکندر نے فوج کی ایک کثیر تعداد کو تحفے تحائف اور نقد رقوم بانٹی تھی۔ لیکن اس خزانے کا عشر عشیر بھی خرچ نہیں ہوا تھا۔

بہر حال سکندر بھی اس خزانے کو دور رس مقاصد کے لئے محفوظ رکھنا چاہتا

تھا۔ اس خیال کے پیش نظر اس نے خزانے کو ایکتبانہ کے قلعے میں محفوظ کر دیا اور اس کا انتظام پارمینیوں کے سپرد کر دیا۔ انہی کامیابیوں کے نشے میں سکندر اپنے خواب کی تکمیل کے سلسلے میں مشرق کی طرف جانے کے لئے پر تول رہا تھا۔ مشرق کی سرزمین کے ساتھ وابستہ پراسراریت، قیمتی خزائن اور بہتے دریا اس کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ اس تذبذب میں وہ جلد ہی ایران سے نکل گیا۔ جس سے اس کی کی ہوئی انتظامی اصلاحات کا شیرازہ بکھر گیا جب وہ ایران سے دارا کے تعاقب میں نکلا تھا تو اس کا خیال تھا کہ وہ ایک دو سال میں واپس لوٹ آئے گا۔ لیکن اس کی واپسی میں سات سال کا طویل عرصہ لگ گیا۔ جب اس نے ایکتبانہ کو بڑی عجلت میں چھوڑا تو اس کا نافذ کردہ نظام ابھی پختہ نہیں ہوا تھا۔ جس نے اس نو آموز نظام کو سن بلوغت تک پہنچنے سے پہلے مشکلات کا شکار کر دیا۔

☆☆☆

فیاضی یا عیاشی

اور پھر وہ ہوا جو قوموں کی زندگی میں اکثر ہوتا ہے۔ اقتدار اعلی اور مال غنیمت کی فراوانی کئی قباحتوں کو جنم دیتی ہے۔ مقدونی ایک عام فوجی سے لے کر کمان داروں تک نسلاً مہم جو تھے۔ لیکن عیش وعشرت کے سامان نے نت نئے تفریحی مشغلوں کو جنم دیا۔

اپنے ملک میں مقدونی جنگ وجدل یا کھیتی باڑی جیسے دو شعبوں سے وابستہ تھے۔ جب ان کا واسطہ ایرانیوں اور مصریوں سے پڑا تو انہوں نے انسانی تہذیب کو ایک نئی معراج پر دیکھا۔ دولت کی ریل پیل نے فوج کے افسروں کو پر آسائش اور دولت سے بھر پور زندگی کا عادی بنا ڈالا۔ اب انہیں تجارت اور کاروبار سیکھنے کا موقع ملا تھا۔ ان میں سے چند افراد ایسے بھی تھے جو اہل ایشیا کی سوچ کے زاویوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ یہ شخصیات سکندر، ہفاشن، اور پیوسس ٹاس تھیں۔ مقدونیہ کی پر مشقت زندگی کے مقابلے میں اس خطہ زمین پر جو آسائشیں مقدونیوں نے دیکھیں وہ ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھیں۔ مفتوحہ علاقوں میں کی جانے والی کھیتی باڑی بھی حتی کہ اتنی پر مشقت نہیں تھی۔ جتنی مقدونیہ کے پہاڑی علاقوں میں تھی۔ بیج آسانی سے میسر تھا۔ پانی وافر تھا، مزدوروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ ان حالات میں فصلیں زبردست تیار ہوتی تھیں۔

عیاشیاں

سکندر کی فیاضی کی بدولت ایک رجمنٹ کے کمانڈر کے پاس بھی اتنا سرمایا جمع ہو جاتا تھا۔ جس سے وہ پورا ایک گاؤں خرید سکتا یا دریائی کشتیوں کا ایک بیڑہ تیار کر لیتا۔ سکندر نئی سرزمین میں روپیہ لگانے کی اس طرح حوصلہ افزائی کرتا تھا۔ لیکن سپاہیوں کی دوسری شاہ خرچیوں اور عیاشیوں کو وہ پسند نہیں کرتا تھا۔ ہیر لڈیم لکھتا ہے کہ ان عیاشیوں میں مشرقی خوشبوؤں اور حماموں کا ذوق پروان چڑھ رہا تھا۔ سادہ تیل کی بجائے مصری ابٹن اپنے جسم پر ملا کرتے تھے۔ چاندی کے برتن پسند کرتے تھے اور شام کے ماہر مالشیوں سے مالش کا کام لیتے تھے۔ سکندر نے ایک فوجی افسر کو دیکھا جو اپنی چپلوں میں چاندی کے کیل لگواتا۔ ایک اور افسر ایک خاص سفوف اپنے جسم پر ملواتا جو اس مقصد کے لئے ممفس سے اونٹوں پر لد کر آتا۔

فلوٹس کی عیاشیاں سر چڑھ کر بول رہی تھیں۔ ملنے والوں کا لاؤ لشکر رات دیر تک، شراب، شباب کی محفلیں اس بات کا مظہر تھیں۔ جب کہ سکندر جس کے دستر خوان پر اہل دانش کا اجتماع ہوتا تھا۔ ان باتوں سے بے نیاز ہوتا تھا۔ نہایت سادہ غذا کھاتا اور کھلاتا تھا۔

دولت کی فراوانی نے یہ صورت حال پیدا کر دی تھی کہ فوج جب آ کر ٹھہرتی تو اس کے ساتھ ایک دوسری فوج نوکروں کی بھی ہوتی تھی۔ وہ اپنے پورے کے پورے خاندان کے ساتھ وہیں رہائش پذیر ہو جاتے تھے۔ عیاشی کے اس

ماحول میں سکندر کو اولیپیاس کی طرف سے تنبیہہ کے خطوط مسلسل آ رہے تھے۔ کہ یہ حالات اور دولت کی ریل پیل سکندر کی بادشاہت اور سرکاری خزانے کے لئے اچھی نہیں ہے۔ سکندر اس تنبیہہ سے متفق تھا۔ لیکن اس نے اس کے ازالے کے لئے کوئی حقیقی ایکشن کبھی نہ لیا۔ صرف زبان سے اس رویے کی مذمت کرتا رہا تھا۔

رسم کورنش

سکندر اپنے ساتھیوں کے پاس ملازموں کی فوج دیکھ کر ان کا تنقیدی مذاق اڑاتا اور کہتا کہ یہ تمہیں کاہل اور نکما کر دیں گے۔ جو نیند کام کر کے آتی ہے۔ وہ فارغ رہنے سے کہاں آتی ہے۔ لیکن سکندر کے اس انتباہ کا ان پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔

چنانچہ جب یہ لوگ بادشاہ سے ملنے آتے تو ان کے ساتھ مصاحبین اور خدمت گزاروں کا ایک جم غفیر ہوتا، سکندر جتنا ملازموں کے ہجوم سے گھبراتا تھا۔ اس کے ایرانی دربار میں صورت حال کچھ یوں رہتی کہ جن ایرانیوں کو ہمراہ رکھا گیا تھا، ان کے ساتھ فنی معاونین کی ایک جماعت ہر وقت ساتھ رہتی تھی۔ ایشیا میں شہنشاہ کے رعب و داب کی وجہ سے عوام اسے فرستادہ خدا کہتے، قدم بوسی اور کورنش بجا لانے کے لئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کو اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتے تھے۔ کیونکہ وہ بادشاہ کو خدا کا اوتار سمجھتے تھے۔

یہ کورنش وہ سورج دیوتا اہورا کے نذرانے کے طور پر بجا لاتے۔ اور یہ عمل

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

ان کی زندگی کا اہم ترین جزو تھا۔ جس سے وہ سکندر کے کہنے پر بھی نہیں رک سکتے تھے۔

ان حالات میں سکندر کے پاس نہ چاہتے ہوئے بھی ایک لشکر عظیم تیار ہو گیا تھا۔ ملازموں کو لشکر کے ساتھ ساتھ رکھنا سکندر کی وسیع تر پالیسی کے خلاف تھا۔ لیکن اس کا حل اس نے اس طرح کیا کہ نئے علاقوں کی طرف کوچ کے دوران فالتو افراد کو الگ کرتا جاتا تھا۔ ان افراد کو وہ پہاڑوں میں سڑکیں بنانے کی ذمہ داریاں سونپتا تھا۔ لیکن ان کو اپنی فوجی ضروریات کے لئے استعمال نہیں کرتا تھا۔

(بحوالہ ہیرالڈیم کی کتاب سکندر اعظم مترجم: غلام رسول مہر)

درندہ کون

سکندر اپنی فوج کو چاک وچوبند رکھنے کے لئے شکار پر لے کر نکل پڑتا تھا۔ اپنے افسروں کو وہ زیادہ بڑا اور خطرناک شکار کھیلنے کی ترغیب دیتا تھا، اور خود بھی شیر کی تلاش میں صرف ایک برچھی لے کر نکل پڑتا تھا۔ جو کسی طرح بھی قرین مصلحت نہ تھا۔ لیکن اس سے اس کی جارحانہ فطرت کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر ایک سپاہی یرغمالی نے پھبتی کسی کہ اس وحشی پن کے مظاہرے میں درندہ کون ہے شیر یا سکندر۔

سکندری نقل وحمل اور مواصلاتی نظام

کسی بھی فوج کی نقل وحمل کا انحصار اس کے مختلف شعبوں کے درمیان

کمیونیکیشین اور رسد کی متواتر سپلائی پر ہوتا ہے۔ جیسے جیسے سکندر مشرق میں آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ اور اس کی فوج ان دونوں مسائل کا شکار تھی۔ وسیع وعریض علاقے پر پھیلے ہوئے وسائل کے درمیان رابطے کا فقدان بڑھ رہا تھا۔ اگر چہ قاصدوں کے نظام کو نئے خطوط پر استوار کیا گیا۔ اور نئی منزلوں کا حساب متعین کیا گیا تھا۔ لیکن ایک خط پھر بھی سکندر کی پیش قدمی والی منزل سے روانہ ہو کر تقریباً دو ماہ میں اسکندریہ (مصر) پہنچتا تھا۔ رابطے کے فقدان نے اعلیٰ منتظمین کو دور افتادہ مقامات پر پابند کر دیا تھا۔ ان کے پاس مختلف مسائل سے نمٹنے کے لئے ان کے سالار اعظم (سکندر) کی طرف سے کوئی احکامات نہیں ہوتے تھے۔ دوسری طرف تمام تر امور سلطنت کی ذمہ داری تن تنہا سکندر کے کندھوں پر آن پڑتی تھی۔ اس کے بہترین مشیر مختلف علاقوں میں بٹ کر رہ گئے تھے۔ مسلسل پیش قدمی نے مختلف نئے علاقوں میں فوج اور لدو جانوروں کے لئے غلے اور چارے کی فراہمی کے مسائل پیدا کر دیے تھے۔ اس اہم مسئلے کو بھانپتے ہوئے سکندر نے پیچھے چھوڑے علاقوں میں موسمی حالات کے مطابق فصلیں کاشت کروائیں تا کہ لشکر میں شامل انسان اور جانوروں کو خوراک کی کمی کا سامنا نہ ہو۔

ایران سے نکلتے ہوئے سکندر نے جو انتظامی فیصلے کیے تھے۔ ان میں سے ایک اہم فیصلہ یہ تھا کہ اس نے گورنر کے عہدوں پر ایرانیوں ہی کو متمکن رہنے دیا تھا۔ لیکن ان کے مشیر اعلیٰ کے طور پر مقدونیوں کو لگا دیا۔ اس فیصلے نے ایک

دوعملی کو جنم لیا۔ امور علاقہ کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے ان دونوں (ایرانی گورنر اور مقدونی مشیر اعلیٰ) کے درمیان خوشگوار تعلقات کا ہونا نہایت ضروری تھا۔ لیکن اکثر موقعوں پر اختلاف رائے کی صورت میں سکندر کو مداخلت کرنا پڑتی تھی۔ اور معاملہ رفع دفع کر دیا جاتا تھا۔ سکندر کا دست راست فلوٹساس پالیسی کا کھلم کھلا مخالف تھا۔ اس کا نظریہ یہ تھا کہ مفتوح علاقے کے نظم ونسق کے ذمہ دار درجے میں فوجی حاکموں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اس نے تجارتی شاہراہوں کی حفاظت پر مامور دیوانی حاکم کے ساتھ تعاون سے انکار کر دیا۔ اس کے بقول ہم یہاں پر حاکم ہیں محکوم اور خدمت گار نہیں ہیں۔

جب کہ سکندر کا استدلال یہ تھا کہ ہمیں ان درجوں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ اور سب کے لئے ایک مساوی آزادی کے تصور کو لے کر ایک عالمی نظام حکومت کی راہ ہموار کرنی چاہیئے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے دارا کی لاش کو پرسی پولس (تخت جمشید) میں تمام فوجی آداب کے ساتھ سپرد خاک کرنے کا حکم دیا۔ دارا کی والدہ کو عزت واحترام دیا گیا۔ اور دارا کے بیٹوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ان کے مشوروں کو اہمیت دی گئی۔ سکندر نے انہیں یونانی زبان سکھانے اور فوجی تربیت دینے کے بھی احکام جاری کیے۔

ایرانی خواتین سے حسن سلوک

سکندر نے جہاں امور سلطنت میں بے پناہ بلند پایہ کام کیے، ان میں سے ایک عورتوں کے حقوق کا تحفظ تھا۔ اس کا حکم تھا کہ ایرانی خواتین درجہ اور حقوق

کے لحاظ سے مقدونی عورتوں کے برابر ہیں۔ ان کو ویسی ہی عزت دی جائے۔ کسی بھی زیادتی کی صورت میں انہیں شکایت کا حق حاصل تھا۔

روایتی اعتبار سے مقدونی اس بات کے قائل تھے کہ عورتوں کو مردوں سے الگ رہ

کر گھر کے کام کاج کو دیکھنا چاہیئے۔ (انہیں ماں، بیٹی، بہن کا رتبہ ملنا چاہیئے۔) جب کہ طوائفوں کو مردوں سے تعلقات رکھنے کی بھرپور آزادی تھی۔

لوچس اور طوائف

ایسا ہی ایک واقعہ آئی گائی کے رہنے والے یوری لوچس کے ساتھ پیش آیا۔ اس کا تعلق ایک طوائف سے تھا۔ جسے وہ بے حد پسند کرتا تھا۔ اور اسی سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ اسی جذبے سے سرشار یوری لوچس نے فوج سے رخصت کی درخواست دے دی۔ اس کی درخواست پر لکھا گیا کہ اسے جسمانی لحاظ سے فوج کی نوکری کے لئے نااہل قرار دیا جائے۔ جب یہ درخواست سکندر کی نظروں سے گزری تو اس نے یوری کو بلایا اور اس سے عرضداشت کی وجہ پوچھی۔ یوری نے سچ سچ بتادیا کہ اس درخواست کے پیچھے محبوبہ سے ملنے کی آرزو ہے۔ ورنہ وہ جسمانی اعتبار سے مکمل صحت منداور توانا ہے۔ اس کی محبوبہ ایک آزاد عورت ہے۔ اور بندرگاہ پر اس کا انتظار کر رہی ہے۔ سکندر نے حکم دیا کہ یوری لوچس کو یونان جانے کی اجازت دے دی جائے۔ اور اگر اس کی محبوبہ اس کے ساتھ نہ گئی تو اسے واپس آنا ہوگا۔

اس واقعہ سے سکندر کے اس جذبے کا اظہار ہوتا ہے جو وہ عورتوں کے بارے میں رکھتا تھا۔ وہ اس بات پر مصر تھا کہ مفتوح علاقے میں عورتوں کے ساتھ کسی بھی طرح کے امتیازی سلوک کی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ انہیں پہلے سے بھی بہتر حقوق ملنے چاہیئں۔ ان دنوں میں سکندر کی طبیعت میں ایک تبدیلی یہ آئی کہ وہ اپنے اوپر کی گئی تنقید زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اصل حالات کا ادراک کم یا دیر سے ہوتا تھا۔ اس کے اردگرد موجود مشیران اس کی جلالی طبیعت کے پیش نظر اس کی رائے سے اختلاف نہیں کرتے تھے۔ جو اختلاف رکھتے وہ خاموش رہتے۔ سوائے فلوٹس کے۔

فلوٹس کون تھا؟

فلوٹس سکندر کی فوج کا منتخب کمانڈر تھا۔ سکندر کے بعد اس کا فوج میں کافی اثر و رسوخ تھا۔ وہ اپنے خیالات کا برملا اظہار کر جاتا تھا۔ فلوٹس کے منفی خیالات سکندر کے دماغ میں چبھتے تھے۔ لیکن وہ انہیں نظر انداز کرتا چلا آرہا تھا۔ لیکن ایک واقعے نے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ فلوٹس کے ایک طوائف سے تعلقات تھے۔ تاریخ میں اس طوائف کا نام انٹی گون بتایا گیا ہے۔ اور وہ پدنا کی رہنے والی تھی۔ اس زمانے کے دستور کے اعتبار سے طوائفوں سے میل جول رکھنا اعلی عہدوں پر فائز مردوں کے لئے روزمرہ کی بات تھی۔ انٹی گون نے اپنی خلوت میں فلوٹس کی کی گئی باتوں کا راز افشا کر دیا۔ فلوٹس نے کہا کہ سکندر جیسا ناتجربہ کار آدمی اتنی بڑی فتوحات کا حامل نہیں ہوسکتا۔

مقدونیہ کی فتح میری اور میرے والد پارمینیو کی مرہون منت ہے۔ جس کے بعد یہ سلسلہ اب آگے چل نکلا ہے۔ یہ باتیں جب سکندر کے کانوں تک پہنچیں تو اس نے انٹی گون کو بلایا اور اس واقع کے اصل حقائق کے متعلق دریافت کیا۔ لیکن انٹی گون نے اپنے لب سی لیے۔ ابھی ان باتوں کی بازگشت فضا میں موجود ہی تھی کہ ایک اور واقعہ رونما ہوا اور سکندر کے قتل پر ایک سازش کی بو ایک عام سے لڑکے نے سونگھ لی۔ اس کی رسائی فلوٹس تک تھی۔ اس نے اس سازش کی اطلاع فلوٹس کو دی۔ لیکن فلوٹس نے اسے سکندر تک نہ پہنچایا۔ جب سکندر نے از خود یہ خبر سنی تو فلوٹس کے متعلق اس کے دل میں چھپی چنگاری کو جیسے ہوا مل گئی۔ لیکن اس چنگاری کا شعلے کا روپ دھارنے سے پہلے اس نے یہ اس خبر کی تصدیق فلوٹس کے منہ سے سننا چاہی۔ فلوٹس نے کہا کہ اسے اس خبر کی صداقت پر شبہ تھا۔ اور اس کے نزدیک یہ خبر نا قابل اعتماد تھی۔ یہ الٹا جواب سن کر برسوں سے دبی چنگاڑی نے شعلے کا روپ دھار لیا اور سکندر نے غصے میں آ کر فلوٹس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور اپنے خاص محافظ دستوں کے ذریعے برچھیوں کے مسلسل وار کر کے اسے مروا ڈالا۔ ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ پارمینیو کو کمان داری کے منصب سے ہٹا کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے اپنے خاص افسر ایکتبانہ روانہ کیے۔

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ایک لحاظ سے پارمینیو جیسے مخالف نظریات رکھنے والے شخص کے پاس ایسے اہم مرکز کے محافظ کا منصب سکندر کے لئے خطرہ بن سکتا

تھا۔ اس سیاسی چال کے پیچھے سکندر کی دور اندیشی کی جھلک نظر آتی ہے۔ پارمینیو کے پہلے ہی دو بیٹے مختلف جنگوں میں موت کا ذائقہ چکھ چکے تھے۔ فلوٹس اور پارمینیو کے قتل کے بعد پارمینیا خاندان کا صفایا ہوگیا۔

یہ واقعہ اسی تاریخی پس منظر میں ایک شاخسانہ نظر آتا ہے۔ جس کا ذکر اوپر کے صفحات میں ہوا ہے۔ یعنی جوں جوں سکندر کی سلطنت کی حدیں پھیلتی گئیں، وہ اپنے پختہ کار افسروں اور جرنیلوں سے دور ہوتا گیا۔ پارمینیو بھی سکندر سے اسی دوری کا شکار ہوا تھا۔ بہر حال فلوٹس اور پرمینیو کے ساتھ ہونے والے اس بے رحمانہ سلوک نے فوج کے اعلی افسروں میں دہشت کی ایک لہر دوڑادی۔ اس واقعہ کا ایک دوسرا پہلو فلوٹس کی سرکشی اور فرعونی طبیعت بھی ہے۔ اس نے اپنا اثر و رسوخ فوج میں بڑھانے کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ عین ممکن تھا کہ وہ آگے چل کر سکندر کے لئے ایک بڑے خطرے کا سبب بنتا اور یہ بات بعید از قیاس بھی نہیں تھی۔

مرد آہن

اس تاریخی واقعہ کے بعد سکندر قیادت، سیادت کی تن تنہا علامت بن کر رہ گیا۔ اس نے انتظامی امور میں مقامی تجربات سے بھی استفادہ حاصل کیا۔ پارمینیو کے بعد سکندر نے ایکتبانہ کا نظم ونسق اپنے دو معتمد خاص افسروں کے سپرد کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی فوج خاص میں وسیع اصلاحات کیں، فوج کے دو حصے بنائے گئے۔ ایک کی کمان ہفاش اور دوسرے کی کمان کلائٹس کے

سپرد کی گئی۔ سواروں کی ایشیائی طرز پر ایک علیحدہ رجمنٹ بنائی گئی ۔ جو ہلکے ہتھیاروں سے لیس تھی ۔ مقدونیہ سے نکلتے وقت ،سکندر کی فوجی کونسل مقدونیہ کے افسروں اور امراپر مشتمل تھی ۔ لیکن ان اصلاحات کے بعد ایرانی اور تھسلی کے جنگ جو بھی اس فوج میں شریک ہونے سے فوجی کونسل کی ہیئت ہی بدل گئی ۔ پہلے ہی فوج جاگیرداری نظام کے تحت وجود میں آتی تھی ۔ اب اس کی حیثیت مفتوحہ علاقوں میں انتظامی پولیس کی تھی ۔ اور سکندر اس کا اکلوتا بلا شرکت غیرے مردآہن تھا۔

سورج نکلنے کی حد

ابھی تکسکندر فوج نے جتنی منزلیں طے کی تھیں ۔ ارضی پیائش کے ماہر چھڑی کے سائے کی مدد سے طے کردہ فاصلے کا حساب رکھ رہے تھے ۔ ہر آدھے گھنٹے بعد سائے کی پیائش کی جاتی تھی ۔ دوپہر کا سایہ سب سے چھوٹا ہوتا تھا۔ فوج کے ساتھ جو مصری ہیئت دان تھے وہ ستارہ شناس تھے۔ اور ستاروں کی مدد سے طول بلد کا اندازہ کرتے تھے ۔ لیکن دجلہ اور فرات کے بعد سے ان کے اندازے صرف اندازے ہی تھے ۔ کہ وہ کرہ ارض کے کس حصے میں ہیں ۔ ان ک اسفر جاری تھا۔ ان کے راستوں میں وہ علاقے آرہے تھے جو پہلے نقشے پر موجود نہیں تھے ۔ زمین کے متعلق ارسطو اور یونانیوں کے اندازوں کے مطابق سورج کے نکلنے کی حد مشرق کی سمت میں پانی پر ختم ہوتی تھی ۔ جب کہ ایرانیوں سمیت اس وقت کوئی دنیا میں ایسا نہ تھا جو باقاعدہ نشان

دہی کر سکتا کہ وہ کرہ ارض کے کس مقام پر ہیں۔

انجانی منزلوں پر بڑھتے ہوئے ان کے قدم انہیں ایک ایسے پہاڑی دریا کی سمت لے گئے۔ جس کا پانی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ یہاں پر انہیں بتایا گیا کہ وہ درختوں میں گھرے پہاڑی دریا یا بل کھاتی ندی سے گزر کر شمال کی جانب ایک ایسے سمندر پر پہنچیں گے جس کے کنارے کسی نے نہیں دیکھے۔ کہنے والے کہتے تھے کہ اس سمندر کو جا لینے کے لئے چار منزلیں درکار تھیں۔ ان کی رائے مہم جوئی کی دعوت دیتی تھی۔ اور یہ سکندر کو پسند آئی کیونکہ وہ خود مہم جو تھا۔ چنانچہ سکندر تجارتی سڑک چھوڑ کر اس غیر معلوم سمندر کی طرف بڑھا، راستے میں میٹھے پانی کے بہت سے چشمے اور ندیاں آئیں۔ یہ ندیاں آگے جا کر سمندر میں گرتی تھیں۔ اس مقام پر سمندری پرندوں کے غول اور ماہی گیروں کی کشتیاں موجود تھیں۔ یہ ایک خوب صورت اور زرخیز جگہ تھی۔ لیکن بے نام تھی، ماہی گیر اسے پرندوں کا سمندر یا بحیرہ گیلاں کہتے تھے۔ اس زمانے کے یونانی نقشوں کے مطابق سمندروں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ جس میں سب سے پہلے بحیرہ روم اور پھر بحیرہ اسود کا نام لیا جاتا تھا۔ اس سے آگے دیومالائی داستانوں کا تذکرہ تھا۔ جیسے دریائے تنائس جس میں سمندر گرتا تھا۔ اسے سانپوں کی سرزمین کہا جاتا تھا۔ اس کے آگے کا علاقہ دیوتیوں کے قبضے میں بتایا جاتا تھا۔ لیکن نقشے کی سوجھ بوجھ اور آگاہی رکھنے والے عالم جب (بقول ان کے) جب وہ کوہ قفقاز کو عبور کر کے بحیرہ فینڈ کے کنارے

پہنچے تو سامنے سمندر تو موجود تھا۔ لیکن سانپ کہیں نہ تھے۔ لیکن ارضی پیمائش کے ماہرین کی رائے میں وہ مشرقی سمندر جس نے زمین کو گھیر رکھا ہے۔ وہی ہے جس کا ذکر پرانے افسانوں میں ملتا ہے۔ بہر حال یہ بات طے تھی کہ وہ مشرق کی سمت میں بہت آگے نکل چکے تھے۔ اور سورج کے نکلنے کے مقام کے بارے میں یونانیوں یا ارسطو کے نظریات ادھورے ثابت ہوئے تھے۔

ان نئے انکشافات نے سکندر کے شوق کو مزید ہوا دی۔ اور اس کے آگے بڑھنے کے جنون میں اضافہ ہوا۔ لیکن دوسری طرف فوج کی اکثریت ایک مختلف نظریے کی بنیاد پر فکرمند تھی۔ اپنے بزرگوں کی حکایتوں کی روشنی میں وہ قفقاز سے آگے نکل کر تاریکی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ وہی قفقاز کی بلندی تھی جہاں پر پرومیتھیس کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ جب کہ اسے بہادری کے دیوتا ہرقل اور جادوگر میڈیا کی سرپرستی حاصل تھی۔ بقول ان کے وہ زمین کی آخری حد تک بڑھ رہے تھے۔ جہاں جنوں بھوتوں کی شکل میں موت ان کی منتظر تھی۔ آگے بڑھنے کے اس سفر میں ان کا واسطہ متضاد خیالات کے حامل افراد سے پڑتا تھا۔ لیکن سکندر ان خیالات کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

زورہ کارٹا

اس نرالے سفر میں وہ دریائے اشیرون کے کنارے پہنچا۔ جہاں انہوں نے ایک ایسا شہر دیکھا جہاں کے لوگ اعلی طرز کے برتن بنانے کے فن کے

ماہر تھے۔ ان کے فوج جیسا عظیم اجتماع ایک عجیب وغریب نظارہ تھا۔ تاریخ کے مطابق سکندر کے لشکریوں نے اسے زورہ کارٹا کا نام دیا، موجودہ دور میں یہ جرجان کہلاتے ہیں۔ مقدونیوں کو ان لوگوں کے علاقے کی زرخیزی نے حیران کردیا۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ یہ سرزمین انگوروں کی کاشت اور شراب کشید کے لحاظ سے موزوں ہے۔ اس سرزمین کی ایک اور خصوصیت مرغزاروں کا لامتناہی سلسلہ تھا۔ اہل مقدونیہ کے لئے ان کے وطن کی تنگ گھاٹیوں کے مقابلے میں یہ جنت نظیر تھیں۔ ان وادیوں میں چرند پرند کے لئے وسیع وعریض چراگاہیں تھیں۔ ان ہی چراگاہوں میں سے ایک میں ایک دن ایک گھوڑے کو اس کے سائیسوں سمیت اغواہ کرلیا گیا۔ یہ حرکت علاقے میں بسنے والے خانہ بدوشوں کی تھی۔ اغواہ ہونے والا گھوڑا کوئی عام گھوڑا نہ تھا۔ بلکہ سکندر کا من پسند بیوسی فالس تھا۔ سکندر نے اس حرکت کا فوری نوٹس لیا اور حکم دیا کہ اگر گھوڑا معہ سائیسوں کے عزت واحترام کے ساتھ واپس نہ کیا گیا تو علاقے میں موجود تمام خانہ بدوشوں کے خیمے جلا دیے جائیں گے۔ اس انتباہ نے فوری کام کیا اور گھوڑا جلد ہی واپس کردیا گیا، اس طرح نقض امن کا ایک بہت بڑا خطرہ ٹل گیا۔

سد (دیوار سکندری)

آئندہ اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے دریا کے پشتے پر حفاظتی دستہ مقرر کیا گیا۔ سکندر نے پہاڑی سلسلے کی قدرتی سرحد کو مضبوط

بنانے کے لئے اس کے ساتھ ساتھ سرخ پتھر کی ایک دیوار عظیم تعمیر کی، جسے سکندر کے نام پر سکندر کی دیوار (سد سکندری) کہا گیا۔ یہ دیوار خم کھاتی ہوئی ترکمان قبائل کے علاقے سے ہوتی ہوئی سطح مرتفع کے ڈھلوانی علاقے تک جاتی ہے۔ اسی سرخ رنگ کی وجہ سے ترکمان قبائل نے اس دیوار کو ''سرخ سانپ'' کا نام دیا۔ اس زمانے میں دیواروں کی تعمیر جنگی اور دفاع حکمت عملی کا حصہ تھی۔ ایسی ہی ایک دیوار سکندر نے تباہ کر دی۔ جس کے بارے میں عام خیال تھا کہ اسے یاجوج ماجوج کا راستہ روکنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پچھلی صدی میں سابقہ دیوار برلن جس نے جرمنی کی دو نسلوں کے درمیان حد کھینچ دی تھی۔ آج کل اسرائیل فلسطینی علاقوں پر اپنا تسلط مضبوط کرنے اور مقبوضہ علاقوں میں فلسطینیوں کی آزادانہ نقل و حمل کو معطل کرنے کے لئے اور یہدیوں کی آبادکاری کو پرامن اور یقینی بنانے کے لئے ایسی ہی ایک دیوار تعمیر کر رہا ہے۔

مرغزاروں کے اس علاقے میں سکندر نے اپنی فوج کو آرام کرنے کا موقع دیا اور خود آگے بڑھنے کے لئے معلومات اور اطلاعات کا جال پھیلا دیا۔ سکندر کو ایک عظیم الشان پہاڑی سلسلے کے بارے میں بتایا گیا جس کے سامنے زورہ کاٹا کی پہاڑیاں ہیچ تھیں۔ اس پہاڑی سلسلے کے وسیع دامن میں چراگاہیں بنائی گئیں۔ جن میں تندرست توانا گھوڑے پالے جاتے تھے۔ اس جنت نظیر وادی کا نقشہ سکندر کے سامنے اس طرح کھینچا گیا کہ وہ فوراً اس مہم کی طرف

روانہ ہونے کے لئے تیار ہوگیا۔ لیکن اس کی فوج اس مہم جوئی کے حق میں نہ تھی۔ ان کا خیال تھا کہ جس مہم کا مکمل نقشہ ہی ان کے پاس نہ ہو۔ اس مہم کو آگے بڑھانا بے سود ہے۔

زمین کے وہ حصے جس پر آج تک کسی انسان کے قدم نہیں پہنچے۔ سکندر کے لئے وہاں پہنچنا اور ان حوادث پر قابو پانا کیوں کر ممکن ہوگا۔ تاریخ کے اس موڑ پر غلطی کا ایک پہلو یہ نکلتا ہے کہ اکثر مفتوحہ علاقوں جیسے ایکتبانہ میں نظام حکومت ابھی مکمل نہیں تھا۔ اور سکندر آگے بڑھنے کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔

سکندر اپنی شہرت کا بہت دل دادہ تھا۔ اس نے اس مقصد کے لئے کئی شہروں کی بنیاد رکھی اور سکندر سے ذہنی ہم آہنگی رکھنے والے تاریخ دان اس کام کی تشہیر کے لئے مامور تھے۔

یہ کہانی بھی اس کی حوصلہ افزائی کے سبب پروان چڑھی۔ اس کے انتہائی نزدیکی افسروں میں سے ایک نے اپنی یاداشتوں میں دعویٰ کیا ہے۔ کہ سکندر کا ایمازون کی ملکہ کے ساتھ معاشقہ تھا۔ آہستہ آہستہ عشق و محبت کی یہ داستان زبان زدعام ہوگئی۔

سکندر کی زندگی میں ایسی کوئی قابل اعتماد شہادت تو دستیاب نہیں ہے۔ جو اس رومانی داستان پر روشنی ڈال سکے۔ لیکن ایتھنز میں کئی مقرروں کی تقریروں میں اس بات کے اشارے ملتے ہیں۔ اس زمانے میں تخلیق کے لئے آرٹ کے فن پاروں میں سکندر کے رومانس کے حوالے سے ایک عورت کی موجودگی

کے اشارے ملتے ہیں۔

ذکر تاریخ

سکندر کی بحری فوج کے افسروں کی ایک سرکاری جاری کردہ لسٹ میں جو ہندوستان میں محفوظ ہے، اس بات کا ذکر آیا ہے کہ سپاہیوں کو محظوظ کرنے کے لئے ان کے خیموں میں منعقد کیے جانے والے تنقیدی ڈرامے کی چند سطریں برد زمانہ سے بچ کر ہماری نسلوں کو اس زمانے کی ایک جھلک پیش کرتی ہیں۔ یہ سطریں جو ڈرامے میں اداکاری اور آواز کے ایک مخصوص تاثر کے ساتھ پیش کی گئی تھیں۔ مقدونیہ کی علاقائی تاریخ پر روشنی ڈالتی ہیں۔ بلکہ اس وجاہت اور شان وشوکت کی تصدیق کرتی ہیں، جس کے ذریعے سکندر نے ایرانی بادشاہت حاصل کی۔ اس دوران سکندر کی ذات اور شخصیت کے متعلق اس زمانے کے نفسیات کو سامنے رکھ کر افسانے گھڑے جا رہے تھے۔ جیسے سکندر نے عقاب کے پروں سے بنے دو پر لگوا رکھے تھے۔

ارسطو کا شاگرد کلسٹینز

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ سکندر نے اپنی شخصیت اور کاموں کو اجاگر کرنے کے لئے ارسطو کے شاگردوں میں سے تاریخ دان منتخب کیے۔ جو تاریخی واقعات کو سکندر کے نقطہ نظر کے عین مطابق سامنے لاتے تھے۔ ایسے ہی ایک تاریخ دان کلیسٹینز کا تذکرہ ملتا ہے۔ جو سکندر کا پہلا درباری مورخ تھا۔

اس نے ''سکندر کے کارنامے'' کے عنوان سے ایک کتاب رقم کی۔ اس کے سرپرست نے اسے مہم جوئی کے آٹھویں سال موت کا جام پلا دیا۔ کلیسٹیز سکندر کے پاس ایسے آدمی کی حیثیت سے آیا تھا۔ جس نے ارسطو کے ساتھ کام کیا تھا۔ اس نے چوتھی صدی کے وسط میں یونان کی تاریخ لکھنے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ اور بہت سے نامور فاتحین کے ناموں کو ترتیب دیا تھا۔ شروع شروع میں کلیسٹیز نے سکندر کی خوب تعریف لکھی۔ جیسی وہ اپنے بارے میں سننے کا خواہش مند تھا۔ لیکن مورخ نے حقائق کو مکمل طور پر نظر انداز نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا بلکہ ان حقائق کو ایک مضبوط عمارت فراہم کی۔ اس کی اس حقیقی طرز عمل کو کلیسٹیز کے ہم عصر مورخوں نے بطور سند استعمال کیا اگرچہ یہ کام کئی جگہوں پر صرف کہنے کی حد تک تھا۔ جتنا ہم کلیسٹیز کی لکھی ہوئی تاریخ کی گہرائی میں جاتے ہیں۔ اتنا ہی ہمیں سکندر کے بارے میں اس کی شخصیت کا بڑھایا ہوا تاثر ملتا ہے۔ اس سے نزدیک کسی بھی تلاش کے عمل کے ذریعے نہیں پہنچا جا سکتا۔ کلیسٹیز کے نزدیک اہم واقعات ہی بنیادی اہمیت کے حامل تھے۔ اس نے سکندر کی شخصیت ہومر کے ہیروں کے ساتھ سکندر کے تعلقات اور دیوتا کا بیٹا ہونے کے واقعات کو موضوع بنایا۔

اس نے سکندر کی یونانی ثقافت کو ایشیا کی وحشی اقوام کی ثقافت سے بہتر قرار دیا۔ اور یہ انکشاف بھی کر ڈالا۔ کہ ایشیا اور یورپ باہم ایک کر دیئے جائیں گے۔

اس نظریے کے منکشف کیے جانے پر اس مورخ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ جب کلیسٹینز کی موت واقع ہوئی تو اس کے ہم عصرین نے اس کی موت کے مخصوص طریقے کو پانچ مختلف انداز سے پیش کیا۔ ان کی یادداشتیں سکندر کی پیش قدمی کی مفید اطلاعات فراہم کرتی ہیں۔ ان کی تحریر کردہ تاریخیں یقینی نہیں ہیں۔ زیادہ خیال یہی ہے کہ سکندر کی بحری فوج کے افسر اونیسیکرائٹس نے پہلی مرتبہ اس کی یادداشتوں کو شائع کیا۔ سکندر کے بعد نیرکس پر جو سکندر کا دوست اور بحری کمانڈر تھا۔ اونیسیکرائٹس کی کتاب کے ذریعے حملہ کیا گیا، نیرکس کریٹن میں پیدا ہوا تھا۔ اور کریٹن باشندے جھوٹ بولنے کی عادت کے سبب بدنام تھے۔ نیرکس نے اپنی کتاب میں ایک آدھا سنجیدہ سچ ہی لکھا ہے۔ تقریباً بیس ہم عصر مورخوں نے سکندر کی زندگی کے مختلف گوشوں سے نقاب اٹھایا، اور اگر آج ان کے کام اصل شکل میں دستیاب ہوتے تو سکندر کے لئے کافی مشکلات پیدا کرتے۔ لیکن سکندر کی موت کے تین صدیاں بعد تک ان تخلیقی کام سے استفادہ کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اس تاریخ کے بعد سے چار تاریخی تذکروں کا سراغ ملتا ہے۔ جن پر سکندر کی موجودہ تاریخ کی بنیاد ہے۔

تاریخی دستاویزات برائے سکندر

اس سلسلے کی سب سے بڑی تاریخ یونانی سیسیلین ڈیوڈورس کی مرتب کردہ یونیورسل تاریخ کے نام سے تھی۔ اس کے بعد رومی کرٹس کی یادداشتوں پر مبنی

تاریخ تھی جو پہلی صدی کے وسط کا ایک سینٹر تھا۔ پھر دوسری صدی کے شروع میں پلو ٹارچ نے یونانی زبان میں ایک تاریخ رقم کی۔ جس میں تاریخی واقعات کے حصول کے ذرائع بھی درج تھے۔ اوران واقعات کا یاداشت میں محفوظ تاریخی حقائق سے موازنہ کیا گیا تھا۔ لیکن یہ تاریخ کسی واضع مدت بتانے سے قاصر تھی۔ دوسری صدی کے وسط میں ایک بہترین تاریخی کام سامنے آیا۔ جوایک رومی سینٹر آرین (Arrian) کا مرتب کردہ تھا۔ آرین کا تعلق یونانی زبان بولنے والے مشرقی علاقے سے تھا۔ اس نے سکندر کے دوست ٹولمے اور آرسٹو بولس کی کتب کو اپنی کتاب کے واقعات کا ماخذ قرار دیا۔

تاریخی تضادات

یادرہے کہ ارسٹوبوس، سکندر کا انتہائی معتمد اور عمر رسیدہ درباری تھا۔ بادشاہ نے اسے تعمیراتی امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی تھی۔

ارسٹوبولس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے بیاسی برس کی عمر میں یہ کتاب شائع کروائی تھی۔ واقعات کی صداقت کے لئے اس نے آرئین کی رائے کو قابل اعتماد قرار دیا، چونکہ آرئین نے ایڈمرل نیرکس کی یاداشتوں پر انحصار کیا تھا۔ اس کے طریقہ کار پر مختلف سوال اٹھتے ہیں۔ جن کے صحیح جواب بھی میسر نہیں ہیں۔ لیکن تاریخ ہمیں واقعات کی شہادت فراہم کرتی ہے۔ اس امر پر دکھ ہی کیا جاسکتا ہے۔ کہ اس تذکرے میں کلیسٹھیز کا تذکرہ کہیں شامل

نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ان ثانوی تاریخی تذکروں نے بہت سے مسائل کو جنم دیا۔ کیونکہ سچائی کے لئے کسی ایک مرکزی کتاب کی تلاش ابھی جاری تھی۔ ڈیوڈورس کی مختصر ہینڈ بک ایک اچھا یونانی ماخذ فراہم کرتی ہے۔ کرٹیس نے اس کا یونانی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اور اسے آرئین کی بیان کردہ تاریخ کے ساتھ جوڑ دیا۔ کبھی کبھی سکندر کے درباریوں ٹوملے اور آرسٹو بولس کے حوالے سے کوئی کہانی سناتا تھا۔ جب کہ ڈیوڈورس کے حوالے سے یہی کہانی کسی یونانی ماخذ میں ظاہر ہوتی تھی۔

مختلف گزرے تاریخی واقعات کے بیان میں فرق واضع نظر آتا ہے۔ جیسے جب سکندر نے پرسی پولس کو جلایا تو اس نے شراب پی ہوئی تھی۔ اور وہ نشے کی حالت میں تھا۔ جب ایشیا میں سکندر نے اپنی پہلی فتح حاصل کی تو اس نے انتظار کرنے کا ڈرامہ رچایا، ہغاشن یا ایرانی بادشاہ نے اس کا کیا مطلب لیا۔ اس نے ایرانی بادشاہ کے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ایرانی سلطنت میں پائی جانے والی خرابیوں نے اس پر کتنا اثر کیا۔ کتنی مرتبہ سکندر کے لشکری آمادہ بغاوت ہوئے؟۔ ہندوستانی فوج کے کتنے افراد قتل عام کا شکار ہوئے۔ کتنے فوجی افسروں کو سکندر کی ماں کے بارے میں افسانے گڑھنے پر گرفتار کیا۔ اس کی زندگی کے بارے میں کی جانے والی دو سازشوں کی تفصیلات کیا تھیں؟۔ بحری فوج کے دو افسروں نیرکس اور سکرائمس کے بیان کردہ ابتدائی واقعات اس حریف مورخ کے علم میں آئے۔ کلیسٹھینز کی بیان کردہ تاریخ ایک

کھلی کتاب تھی۔ وہ اتنا کچھ جانتا تھا کہ سکندر کے اختیار کردہ زمینی راستے کی ایک ایک منزل کا نقشہ تصاویر کی مدد سے سمجھا سکتا تھا، لیکن بعد کی بیان کردہ تاریخ کا ماخذ نا معلوم تھا۔ اور کوئی اس کا عینی شاہد نہ تھا۔ وہ اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ پیش قدمی کے دوران یونانی شہری ریاستوں کے اتحادیوں کو کب واپس بھیجا گیا۔ اس لحاظ سے ان مورخین کا اخلاقی تعصب ثانوی درجہ کا تھا، اور ان کے دلائل اعلیٰ نسل کے قطعی نہ تھے۔

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

کلیستھینز اور سکندر

کلیستھینز ارسطو کا بھتیجا تھا۔ اور لیسیم درس گاہ کا فارغ التحصیل تھا۔ جنگ وجدل کے دوران سکندر کے پاس سب کچھ تھا۔ لیکن اس کے اندر کا انسان کسی فلسفی کی باتوں اور افکار کا متمنی تھا۔ سکندر کے پاس مقدونیہ کے اہل دانش کی ایک کثیر تعداد تھی، لیکن وہ سفری صعوبتوں کے سبب فلسفے سے کوسوں دور ہو گئے تھے۔ پانچ سال کی سختیوں نے ان میں مذاق اور لطیفہ بازی کی ہمت نہ چھوڑی تھی۔ ان حالات میں سکندر کلیستھینز کا بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔ کلیستھینز اپنے استاد ارسطو کی تازہ تصانیف لایا، یہ تصانیف مابعد الطبیعات (Metaphysical) اور طبیعات (physics) کے متعلق تھیں۔ کلیستھینز کو اچھا دماغ قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن اس کی قوت لطافت اس کے بارے میں لوگوں کی رائے کو متاثر کرتی تھی۔ یہ یہی وجہ تھی کہ اسے کبھی فلسفی اور کبھی سوفسطائی قرار دیا جاتا۔ بہر حال سکندر نے اس کے بارے میں یہ رائے دی کہ اس شخص کا فہم فراست پر ادراک تھا۔ لیکن وہ قوت فیصلہ کی کمی کا شکار تھا۔

شاگرد ارسطو

سکندر پر چونکہ شروع سے ارسطو کے خیالات کی چھاپ تھی۔ اس نے اپنے استاد کی تمام تصانیف کا بھرپور مطالعہ کیا۔ لیکن کئی باتیں اسے کافی مشکل

محسوس ہوئیں، اس نے کلیستھینز سے مشورہ کیا تو اس کا بھی یہی خیال تھا کہ خدا کا وجود جیسے ثقیل موضوعات پر سکندر کا اظہار رائے عام آدمی کی ذہنی استطاعت سے باہر تھا۔ صرف باعلم اذہان ہی ارسطو کی بات کے وزن کو سمجھنے پر قادر تھے۔ یہ بات سن کر سکندر کو خیال آیا کہ پھر ایسے الفاظ کیوں استعمال کیے جاتے ہیں، جنہیں عام آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اس خیال کے تحت سکندر نے ارسطو کو ایک خط بھیجا جس کا متن کچھ یوں تھا:۔

”بڑے ادب کے ساتھ ارسطو کی خدمت میں سلام، معاملہ یہ ہے کہ جو مسئلہ عام آدمی کی دسترس سے باہر تھا، اور چند حقیقت شناس افراد کے لئے مخصوص تھا، اس معاملے کو ایک کھلی کتاب میں بحث کرنا کیوں کر فائدہ مند تھا“

سکندر کے اس خط میں اس کی ذہنی سوچ کی عکاسی ہوتی ہے۔ کہ استاد شاگرد کے درمیان دوری ہوئے پانچ سال ہونے کو تھے۔ اور اس عرصے میں دونوں کے سوچنے کے انداز فکر میں کافی تبدیلی آچکی تھی۔

کلیستھینز کی معلومات کے مطابق سکندر کی آمد کے بعد مغرب اور مشرق کا ایک حسین ملاپ معرض وجود میں آرہا تھا۔ یونان سے ماہر فنون اور اشیائے تجارت تیزی سے مشرق کی طرف آرہی تھی، غلاموں کی تجارت جو اس زمانے کے مخصوص سماجی و معاشی حالات کی نشان دہی کرتی تھی۔ پہلے سے دوگنا ہوگئی تھی۔ آپس کی چھوٹی چھوٹی جنگیں ایک سپر پاور کے آنے سے ختم ہوگئی تھیں۔ دجلہ فرات کے درمیانی دوآبے میں یونانیوں نے اپنی بستیاں آباد کرلی تھیں۔

سکندر کے نام سے سکے چل نکلے تھے۔ جا بجا سکندر کے بت بنا کر ان کی پوجا کی جا رہی تھی۔ لسی پس اس کی زندہ مثال تھا۔

کلیستھینز کو اپنی مخصوص عادتوں کے سبب عام مقدونیوں میں کوئی قابل قدر پذیرائی حاصل نہ تھی۔ وہ اس کی عجیب و غریب حرکتوں پر حیرانگی کا اظہار کرتے جیسے وہ شراب پیتا تو نشہ نہ ہوتا۔ کھانے کے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے کو گھورتا رہتا، جیسے کھانا کھانے سے بیزار ہو۔ مقدونی کلیستھینز کی سکندر کے ساتھ ایک ہی طرح کی گفتگو سے بڑے جز بز ہوتے تھے۔ وہ حیران تھے کہ ایک ہی سوال بار بار ان کے سامنے آتا ہے۔ اور وہ انہیں دہراتا ہے۔ جیسے سردی کے موسم میں مقدونیہ میں کیسا لباس پہنا جاتا ہے۔ تو کلیستھینز نے جواب دیا کہ وہاں موسم کے لیے ایک سوتی لباس کافی سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ یہاں پر تین پوستیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

کلیستھینز کا لباس اعلیٰ طبقے کے نزدیک ہونے کے باوجود ایک سادہ سا چغہ تھا۔ اس کے مقابلے میں کلائنٹس دوہرے لبادے پر مشتمل لبادہ اوڑھتا تھا۔ جس کے کنارے قراقلی چمڑے سے مزین تھے۔ یہ لبادے اس وقت کے معاشرے کا مقبول فیشن تھے۔

کلیستھینز کا ہر معاملے میں غیر مقبول راہوں پر چلنا ہی کلیستھینز کے ہم عصرین کو ہضم نہیں ہو رہا تھا اور جلد ہی بھید بھی کھل گیا۔

سکندر کلیستھینز کے پر مغز الفاظ کا گرویدہ تھا۔ لیکن اسے ان الفاظ کے

پیچھے چھپی ہوئی نیت پر شک تھا۔

بھٹکے خیالات کی راہگور

ایک روز سکندر کی محفل میں کلیستھینز نے مقدونیوں کی شاندار اور پے در پے فتوحات کی بہت اچھے الفاظ میں تعریف کی۔ سکندر نے اس کے جواب میں کہا کہ پوری پائیڈیز کا ایک قول تھا کہ جب آپ اچھی تحریریں پڑھیں گے تو اچھے الفاظ بھی آپ کو استعمال کرنا آ جائیں گے۔ میں حقیقت میں تمہاری چھپی رائے جاننا چاہوں گا۔ تب کلیستھینز نے لب کشائی کی اور کہا کہ مقدونیوں کو جو مواقع ملے انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ لیکن انہوں نے کہیں بھی کوئی منضبط نظام دینے کی بجائے بے یقینی چھوڑی، اس نے اپنی بات میں وزن کے لئے ایک قول سنایا کہ جب شورش اور بدامنی کا دور دورہ ہو تو ایک مزدور بھی اپنے آپ کو بادشاہ سمجھتا ہے۔

یہ سن کر سکندر غصے میں آ گیا اور کہا کہ اگر تمہارے خیالات اس حد تک ہیں تو تم مزدوروں میں کیا کر رہے ہو۔ اور کیوں ادھر آئے۔ کلیستھینز نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا کہ میں وطن سے بھٹکے ہوؤں کو واپس لینے آیا ہوں۔ سکندر اب غصے میں آگ بگولا تھا، پھر بھی اس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے تمام اتحادیوں کو واپسی کی اجازت دے دی ہے۔

کلیستھینز نے پھر کہا کہ میں مقدونیوں کی بات کر رہا ہوں جو ایک مدت سے اپنے وطن سے دور بھٹک رہے ہیں۔ اس جواب نے سکندر کو لاجواب کر

دیا اور وہ بغیر کچھ کہے دستر خوان سے اٹھ گیا۔ کلائیٹس جو اس محفل کا مندوب تھا وہ بھی خاموش دبا دبا بیٹھا رہا۔ لیکن ہفاشن نے سکندر کے جانے کے بعد کلیستھینز کو اس کے الفاظ کی تلخی کا احساس دلایا اور سمجھایا کہ تحقیر کے الفاظ سکندر کبھی نہیں بھولتا۔ آئندہ کلیستھینز کے لئے بے وطنی ایسے سخت الفاظ استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ بہر حال سکندر اور کلیستھینز کے درمیان خیالات کا تضاد اور ٹکراؤ شروع ہو چکا تھا۔ سکندر نے دوبارہ کبھی اس موضوع پر بات نہ کی۔ لیکن کلیستھینز کی شخصیت سکندر کی توجہ کا مرکز رہی۔

اس کا اظہار ایک اور موقع پر سکندر کی محفل میں ہو گیا۔ جب کلیستھینز نے ایتھنز کی آزادی کے ضمن میں ڈیماستھینز کے کردار کو سراہا۔ یہ تبصرہ سکندر پر انتہائی گراں گزرا۔ اس نے غصے میں اپنا شراب والا پیالہ میز پر پٹخ دیا۔ اور چلایا کہ ایتھنز کا کردار ایک طوائف جیسا ہو گیا ہے۔ کہ جو بھی آیا اس کے ساتھ چل پڑی۔ طوائف صرف ساتھ چاہتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی لانا ناممکن ہوتا ہے۔ ڈیماستھینز نے ایک شہری ریاست کو شہری حدود سے نکال باہر کیا۔ اب ایتھنز میں کیا باقی رہ گیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد سکندر نے مشرقی امور پر کلیستھینز سے کسی قسم کا مشورہ کرنا پسند نہ کیا۔ شاید وہ کلیستھینز کو اس قابل نہ سمجھتا تھا۔ یا اس کی رائے کو پسند نہیں کرتا تھا۔ بہر حال کلیستھینز نے ایک کتاب مرتب کرنا شروع کی جس کا نام ''سکندر کی پیش قدمی تھا۔''

دوسرا اور تیسرا اسکندریہ شہر

سکندر نے مشرق کی سمت میں پیش قدمی جاری رکھی۔ راستے میں سکندر نے موجودہ قندھار کی جگہ تیسرے سکندریہ شہر کی بنیاد رکھی اور چوتھے سکندریہ شہر کی بنیاد آگے چل کر رکھی۔ جہاں آج کل کابل کا شہر واقع ہے۔ وادیوں، جھیلوں، جھرنوں اور چشموں میں سے گزرتے ہوئے سکندر آگے بڑھتا چلا گیا، کابل سے شمال کی سمت میں سکندر اور اس کے لشکر نے دریائے نیل سے زیادہ بڑے عرض کا چشمہ بہتے دیکھا۔ یہ ایک دریا سمندر کے منہ پر تھا۔ اور اسے تیر کر عبور کرنا ایک مشکل کام تھا۔ اسے عبور کرنے کے لئے مختلف طریقے سوچے گئے، لیکن جارح قبائل نے گھات لگا کر حملہ کیا اور دریا عبور کرنے والوں کی کثیر تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مقدونیوں کے دستوں کو ان حملہ آوروں کے تعاقب میں بھیجا گیا۔ لیکن کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ وہاں ان کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

حیران کن واقعہ

انہوں نے انسانوں کا ایک ایسا گروہ دیکھا جو وحشیوں کی طرح حرکتیں کر رہا تھا۔ چیخ چلا رہا تھا۔ اس گروہ کے افراد کے گلوں میں سبز پتوں کے ہار تھے۔ اور ہاتھوں میں شاخیں تھیں۔ وہ اپنے آپ کو یونانی کہتے تھے۔ جس کی تصدیق کرنے پر ثابت بھی ہو گیا کہ یہ وہ جنگی قیدی ہیں جنہیں ایرانی مختلف جنگوں میں پکڑ کر لے گئے تھے۔ اور وہ مخبوط الحواس ہو چکے تھے۔ ان کو دن میں کئی بار چیخنے چلانے کے دورے پڑتے تھے۔ انہوں نے چمڑے کے لباس پہن رکھے

تھے۔ سکندر نے ان کی حالت زار دیکھی۔ پھر حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ بقول اس کے یہ وحشی اس کی فوج کے قابل نہ تھے۔ اس قتل عام کے سامنے پارمینیو اور فلوٹس کے واقعات بھی ہیچ تھے۔

مورخ آریاں نے اس واقع کو اپنی یاداشتوں پر مبنی تاریخ میں کہیں ذکر نہیں کیا۔ جب کہ کرٹس نے دبے الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کلیستھینز نے بھی اس بے رحمانہ فعل کے ارتکاب کی مذمت کی بجائے خاموشی اختیار کی۔ اس واقعے کے فوراً بعد شہر کوروش کی مہم پیش آئی۔ جس کے دوران سکندر کو شدید پتھر لگنے سے زخم آیا اور اس کی بینائی متاثر ہوئی۔ اس کا معتمد خاص کریٹرس بھی زخمی ہوا۔

ناکوں چنے چبانا

مشرق کی طرف سکندر کے سفر میں قدم قدم پر مزاحمت تھی۔ ایسی ہی ایک مزاحمت کا سامنا مقدونیوں کو ایک تجارتی شاہراہ پر کرنا پڑا۔ یہ ایک کھلا میدانی علاقہ تھا۔ اور یہاں پارتھی قبیلے آباد تھے۔ یہ لوگ برق رفتار گھوڑوں پر سواری کرنے اور تیر چلانے میں بڑے مشاق تھے۔ اس مزاحمت کو سرد کرنے میں کئی مہینے لگ گئے۔ اس سے پہلے مقدونی جو بحیرہ عرب میں جنگیں لڑ کر آرہے تھے۔ وہ ان سے بہت مختلف تھیں۔ پارتھی آج کی زبان کی رو سے شدت پسند تھے۔ اور جان پر کھیلنے والے لوگ تھے، انہوں نے مقدونیوں کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ اس تیزی سے تیر پھینک کر نکل جاتے تھے کہ مقدونیوں کو ان کا تعاقب نا

ممکن ہو جاتا تھا۔ ایسے دشمن سے مقابلے کے لئے سکندر نے حکمت عملی تبدیل کی۔ اور جل دے کر حملہ کرنے کی ترکیب پر عمل کیا جو کافی کامیاب رہی۔ پارتھیوں کو یہ باور کرایا جاتا کہ فلاں شہر کا محاصرہ کیا جا رہا ہے۔ جب کہ حملہ دوسری جگہ کر دیا جاتا۔ اس طرح سکندر نے انہیں بھرپور نقصان پہنچایا۔ پہلے سکندر کی حکمت عملی شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں فوج تعینات کر کے اس نو آبادی کی حفاظت کی تھی۔ لیکن دشمن کی کمر توڑنے اور منظم مزاحمت سے بھرپور طریقے سے نمٹنے کے لئے کئی شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد سکندر نے پوری کی پوری آبادی قتل کروا دی۔ اس حکمت عملی سے منظم مزاحمت کی حوصلہ شکنی تو کر دی گئی۔ لیکن مفتوحہ علاقے پر دیرپا قبضہ برقرار نہ رکھا جا سکا۔

سپٹاما

جس مزاحمت کا یہاں ذکر ہو رہا ہے۔ اس کا امیر ایرانی فوج کا ایک سابقہ سالار تھا۔ اس نے پارتھیوں کے ساتھ ساتھ علاقے کے ستھیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اس کا نام سپٹاما تھا۔ وہ مضبوط جنگی قوت بن کر ابھرا۔ سپٹاما نے جنگی محاذ کے ساتھ ساتھ سکندر کا سیاسی محاذ پر بھی بھرپور مقابلہ کیا۔ اس کی ہر جنگی چال اور سیاسی تدبیر کو توڑ نکالا۔ سکندر نے ہلکے اور بھاری ہتھیاروں سے علیحدہ علیحدہ جنگی مہمات روانہ کیں۔ لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ کردوش شہر کو فتح کرنے کی مہم کے دوران سکندر کے سر پر گولی لگنے کی چوٹ کا زخم بھی اب بھر گیا تھا۔ صحت بحال ہونے پر سکندر نے اپنی حکمت عملی کا جائزہ لیا اور ان

محرکات پر ازسرنو غور کیا۔ جن کی وجہ سے مقدونی قوت پر مضر اثرات پڑ رہے تھے۔ اور جنگ جو خانہ بدوشوں کی دہشت بڑھ گئی تھی۔ ان اثرات کو زائل کرنے کے لئے ضروری تھا کہ سکندر اپنی حکمت عملی پر ازسرنو غور کرے۔ چنانچہ غوروحوض کے بعد سکندر نے ستھیوں کے علاقے میں پیش قدمی کا فیصلہ کیا۔

علاقے کی ساخت کچھ یوں تھی کہ یہ صحرائی علاقہ تھا۔ اس کی مٹی زردی مائل چکنی تھی۔ اور سرخ رنگ کے تودے جا بجا کھڑے نظر آتے تھے۔ یہ تودے قدرت کی کاری گری کا ایک انمول شاہکار تھے۔ لیکن سکندر کی فوجوں کے لئے ایک عظیم خطرہ تھے۔ کیونکہ ذرا سی ہوا چلنے پر بھی گردوغبار کا ایسا طوفان عظیم اٹھتا کہ جس میں ہر چیز سما جاتی تھی۔ سکندر نے مشرقی سمت کی پہاڑیوں کو اپنی فوج کی حفاظت کے لئے استعمال کرنے کی ٹھانی۔ تاکہ میدانی سواروں کی یلغار سے محفوظ رہ سکے۔ اس علاقے میں موجود قلعوں کی فصیلیں پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ ان ہی میں سے ایک قلعے میں سکندر نے اپنی فوج کو ٹھہرایا۔ یہ جگہ موجودہ سمرقند کے مقام پر تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر سکندر خود ستھیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور آگے بڑھ گیا، لیکن خطرہ اس جگہ سے آگے جانے والوں کے لئے تھا۔ سکندر نے علاقے میں موجود ماضی کی مہموں پر مبنی ڈرا دینے والی داستانوں پر کوئی توجہ نہ دی اور عزم و استقلال کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ حالانکہ حالات قطعاً اس کے موافق نہ تھے۔ چلتے چلتے اس دوآبے کا (جس کا پہلے ذکر آیا ہے۔) دوسرا دریا گھوڑے کے سموں

تلے آیا۔ یہ دریائے ریگ تھا۔ اس دریا کے کنارے سکندریہ نامی ایک اور شہر آباد کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ مسلسل یورشوں کا ایک اور بھرپور مقابلہ کیا جا سکے۔ سکندر نے اس شہر کو مستحکم کرنے کے لئے ماہرین فنون اور انجینئرز سے بھرپور مشاورتی اجلاس کیے۔ اب مقدونیوں اور سیتھیوں کے درمیان صرف دریائے ریگ حائل تھا۔ اگلا مرحلہ دریا عبور کر کے سیتھیوں پر کاری ضرب لگانے کا تھا۔ جب کہ سیتھیوں کے تیر اور دریا کی موجیں سکندر کے حریف تھے۔ اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ سپتاما نے مرکند (موجودہ سمرقند) میں ٹھہرائی گئی فوج پر ہلہ بول دیا اور فوج کو حفاظت کی خاطر قلعے میں بند ہونا پڑا ہے۔ اس نازک موقعہ پر اگر سکندر اس فوج کی مدد کرتا تو اس محاذ پر سیتھیوں نے دریا عبور کر کے اس کی فوج کی تکہ بوٹی کر ڈالنی تھی۔ اور وہ دریا پار کر کے آگے بڑھتا تو خود خطرے میں پڑتا ہی لیکن محصور فوج کا مورال گر جاتا۔

ان حالات میں سیتھیوں کی حکمت عملی کامیاب نظر آتی تھی۔ دارائے اول کا انجام بھی بے زبان عبرت سکندری فوج کے اذہان میں تھا۔ سیتھیوں کا ظاہری حلیہ لمبے بال ڈھیلے ڈھالے لبادے، لمبی تلواریں اور خمیدہ کمانیں اس صحرائی ماحول میں سکندر کو ایک بڑے طوفان کی آمد کا عندیہ دے رہی تھیں۔

سکندر جسمانی مسائل کا شکار تھا۔ کورش کے سنگی قبیلے کے ایک پتھر نے اس کے سر کو پہلے ہی کمزور کر دیا تھا۔ وہ اکثر سر درد کا شکار رہتا اور اس کا علاج وہ شراب میں تلاش کرتا تھا۔ مزید براں گدلے پانی کے استعمال نے اسے بد

ہضمی کا مریض بنا دیا تھا۔ رہی سہی کسر پیچش نے پوری کر دی۔ یہ تمام اطلاعات ستھیوں کے پاس تھیں۔ ان اطلاعات نے ستھیوں کے مورال کو آسمان تک بلند کر دیا تھا۔ اور وہ دریا کے پار سے مقدونیوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور ان پر آوازیں کستے تھے۔ سکندر نے اپنی طبعی کمزوریوں پر قابو پانے کے دوران شہر نو کی فصیل اور بیرونی دیوار کی مرمت اور مضبوطی پر توجہ مرکوز رکھی۔ شہر کی دیوار آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہی تھی اور ساتھ ساتھ ستھیوں کی تعداد دریا کے پار بڑھ رہی تھی۔ جب کہ محصور مقدونی فوج کمک کی راہ تک رہی تھی۔

اس زمانے کے مخصوص سیاسی اور قبائلی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے شہر تعمیر کرنے کی یہ پالیسی انسانان عالم میں مشترکہ طور پر پائی جاتی تھی۔ بلاشبہ یہ شہر دفاعی نقطہ نظر سے فصیل کا کام کرتے تھے۔

سکندر کی حاضر دماغی اور ستھی

ان نامساعد حالات میں حاضر دماغی اور ٹھیک وقت پر ٹھیک فیصلوں نے سکندر کو سکندر اعظم کہلوایا۔ سکندر نے پیادہ اور سواروں کی دو الگ الگ رجمنٹیں تشکیل دیں۔ تاریخ ان رجمنٹوں میں شامل افراد کی تعداد دو ہزار چار سو بتاتی ہے۔ ان کی کمان کرینوس کے ہاتھ میں تھی۔

اریسٹانڈر اور پیشن گوئی

اریسٹانڈر کو حکم دیا گیا کہ وہ دریا عبور کرنے کے لئے مناسب شگون

دیکھے۔ اس نے بھیڑ ذبح کر کے اس کا جگر دیکھ کر پیشن گوئی کی کہ فوج کو آگے بڑھنے کی صورت میں نقصان کا سامنا ہوگا۔ یہ نتیجہ یا شگون سکندر کی ذہنی سوچ سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس کی خفگی دیکھ کر ایرسٹانڈر نے دوبارہ ایک اور بھیڑ ذبح کی اور بتایا کہ فوج دریا پار کر جائے گی۔ لیکن سکندر کی ذات کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ سکندر نے یہ سن کر کہا مجھے اپنے اوپر آنے والی ہر مصیبت برداشت کرنا قبول ہے۔ لیکن میں یہاں زیادہ دیر ویران خانہ بدوشوں کی بکواس نہیں سن سکتا۔ ایرسٹانڈر بادشاہ کا یہ آخری فیصلہ سن کر کیا کہہ سکتا تھا۔ لیکن اس نے صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا کہ دیوتاؤں کی مرضی کے معاملے میں احتیاط برتنی چاہیئے۔ کیونکہ ان کے فیصلے کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہیں۔

ستھیوں سے مڈبھیڑ

ستھی اپنی چالیں کئی مہینوں سے چل رہے تھے۔ سکندر زچ آچکا تھا۔ اب سکندر کی باری تھی۔ ستھی بھی حالات پر بغور نظر رکھے ہوئے تھے۔ کہ سکندر اب کیا پینترا بدلتا ہے۔ سکندر نے بھی انہیں مایوس نہیں کیا۔ جونہی اس کے تعمیر کردہ شہر کی حفاظت اپنی آخری منزل کو پہنچ گئی۔ اس نے بیماروں، بچوں اور بوڑھوں کو اس شہر کی فصیل کے اندر بھیج دیا اور خود دریا عبور کرنے کی تیاریوں میں لگ گیا۔ اس کی فوج کے لئے فوری خطرہ سامنے سے آنے والی تیروں کی بوچھاڑ تھی۔ اس خطرے سے فوج کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑی بڑی کمانیں دریا

کے کنارے لگا کر انہیں ستھیوں کے تیروں کے لئے ڈھال بنا دیا گیا تھا۔ درمیانی فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ستھیوں کے تیر مقدونیوں کے لئے بے ضرر ثابت ہو رہے تھے۔ جن سے مقدونیوں کا حوصلہ بلند ہوا اور ستھی تذبذب کا شکار ہو گئے۔ ان کے اس تذبذب میں اضافے کے لئے سکندر نے ایک اور چال چلی اور فوجیوں کو کھیل تماشہ کرنے کا حکم دیا۔ ڈھول باجا بجوایا گیا اور گھڑ دوڑ کا اہتمام کیا گیا۔ چڑھاوے کی شراب دریا کی نذر کی گئی، ستھی دریا کے پار سے یہ تماشا دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔

اسی اثنا میں سکندر نے بڑی کمانوں سے تیر اندازی شروع کرنے کا حکم دیا اور فوج کو اشارہ ہوا کہ وہ دریا عبور کرے، بڑی کمانوں سے نکلنے والے تیروں نے ستھیوں کو کاری ضربیں لگائیں۔ اور وہ ان کی ڈھالوں کو چیرتے ہوئے نکل گئے۔ ان اچانک حملوں نے انہیں دریا کے کنارے کے نزدیک سے پیچھے دھکیل دیا۔ جس سے سکندر فوج دریا پار کرنے لگی۔ مورخ آریاں رقم طراز ہے کہ جنگ کے پہلے حملے میں سکندر اپنی حکمت عملی میں کامیاب رہا کہ '' دور مار تیروں کے سائے میں فوج کو بحفاظت دریا پار کروایا جائے اور ستھیوں کو اس قدر ہراساں کردو کہ وہ دریا پار کرنے والوں پر تیر نہ چلا سکیں۔

بدلہ

ستھیوں کی جنگی حکمت عملی تیر چلا کر بھاگنے کی تھی یعنی (Hit s Run) سکندری فوج ان کی حکمت عملی کے ہاتھوں نالاں تھی۔ سپاٹ میدان میں ان

کی حملی کرنے کی یہ صلاحیت انتہائی کارگر تھی۔ وہ تیر چلا کر بھاگ جاتے اور چکر کاٹ کر عقب میں آ جاتے۔ دریا کے پار آ کر سکندر نے لڑائی کی صف بندی کے دوران دو ہزار افراد پر مشتمل دستے کو آگے بھیجا۔ ستھیوں نے ان کو صحرائی جنگی طریقوں سے حملہ کر کے زچ کر دیا اور کاٹ ڈالا۔ اس منفی تجربے نے سکندر کو ایک نیا تجربہ دیا۔ اس نے چھوٹے دستوں کی بجائے بڑی فوج کو آگے بڑھایا، ستھیوں کی پچھلی حکمت عملی کو مد نظر رکھتے ہوئے سکندر نے پیادوں کو مربع شکل میں آگے بڑھانے کی بجائے رسالے کو غنیم کے ایک بازو کی طرف بڑھایا، ان کے پیچھے دوسرا رسالہ بھیجا تاکہ غنیم پہلے والے کو اپنے حصار میں لے لے۔ اس کا کام آگے بڑھتے ہوئے ستھیوں کو روکنا تھا۔ لڑنا نہیں تھا۔ اس کے بعد سکندر اپنی خاص فوج کو لے کر آگے بڑھا۔ اور اسے متحرک فوج کے برابر لا کر ایک متوازی چکر بنا لیا۔ اس طرح ستھی مقدونی فوج کے دونوں پاٹوں کے درمیان آ گئے۔ اب بدلہ لینے کی باری مقدونیوں کی تھی۔ اور ستھیوں کے پاس موت، ہلاکت کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان کی ہلاکتیں مقدونیوں سے کم ہی تھیں۔ لیکن ان کا جذبہ ماند پڑ گیا تھا۔ اور مزید لڑائی کی سکت باقی نہ رہی تھی۔ مقتولین میں ان کا ایک نامی گرامی سردار بھی شامل تھا۔ ان حالات میں سکندر کی برتری واضح تھی۔ اور سپتاما کے پاس صلح کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ سکندر نے پیش قدمی کی اور تاشقند پہنچ گیا۔ جب ستھیوں کو اندازہ ہو گیا کہ سکندر کی آمد آندھی اور بگولے کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ وہ علاقے

میں موجود رہے گا تو انہوں نے باقاعدہ سفارت بھیج کر صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔

جیسا کہ اوپر ذکر آ چکا ہے کہ سکندر بدہضمی اور اسہال کے عارضے میں مبتلا تھا۔ اس حالت میں جب کہ اسے کافی کمزوری ہوگئی تھی۔ وہ اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوتا تھا۔ اس نے پالکی میں بیٹھ کر فوجی امور نپٹائے اور اس طرح اریسٹانڈر کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ سالار اعظم سکندر کی ذات کو خطرہ ہوگا۔ جب کہ فوج دریا بحفاظت پار کر لے گی۔

لیکن بری خبروں کا سلسلہ عارضی طور پر رکا ہوا تھا۔ فوج کا ایک حصہ جسے مرکنڈ میں فوج کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ سِتھیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ سِتھیوں کی جنگی چالیں مخصوص لیکن کارگر تھیں۔ مقدونی سالار کرٹیس ان کے ہاتھوں زچ ہو کر تمام فوج سمیت کام آیا۔ بظاہر یہ کام سپاما کی مدد کے بغیر ممکن نہ تھا۔ سکندر یہ سن کر نہایت برق رفتاری سے مرکنڈ کی طرف بڑھا اور غصے اور جوش کے عالم میں ایک سو پینتیس میل کا فاصلہ اس زمانے کی رفتار کے لحاظ سے ریکارڈ تین دنوں اور تین راتوں میں طے کیا۔ چوتھے دن جب سورج نے سر باہر نکالا تو سکندر اپنے ساتھیوں سمیت مرکنڈ کے قلعے کے سامنے موجود تھا۔ لیکن حملہ آور کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے، کیونکہ وہ سکندر کی آمد کی اطلاع پا کر بھاگ گئے تھے۔ تعاقب بے سود تھا۔ کیونکہ سن 332-329 ق،م، کا موسم سرما شروع ہو چکا تھا۔ اور برف نے تمام پہاڑی درے بند کر کے آمد

ورفت کے تمام ذرائع مسدود کر دیے تھے۔ ان موسمی حالات میں سکندر کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ اور عقل مندی بھی یہی تھی کہ بلند مقامات پر بسیرا کیا جائے۔ اور دشمن کی چالوں پر نظر رکھ کر موقع ملتے ہی اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جائے۔ سکندر کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔ کہ وہ گاؤں کو جہاں سپٹاما کو مزاحمت کے لئے کمک فراہم ہوتی ہے صف ہستی سے مٹادے۔ چنانچہ اس نے مشتبہ گاؤں کے گاؤں جلا دیئے۔ اوران کے لوگوں کو بلند مقامات پر آباد ہونے کو کہا۔ تاکہ ڈھلوانیں صاف رہیں۔ اس پالیسی سے ان لوگوں کے پالتو جانوروں کو بلند چوٹیوں پر چارہ نہیں ملتا تھا۔ ڈھلوانوں کی طرف چارے کی تلاش کی صورت میں یہ جانور مقدونی سپاہیوں کے ہاتھوں لقمہ اجل بن جاتے تھے۔ اوران کے مالک بلند جگہوں پر بیٹھ کر بھوکوں مرتے تھے۔ اس دوران میں سکندر کے پاس کمکوں کی صورت میں ایک کثیر التعداد لشکر تیار ہو گیا۔ اور یہ تعداد بڑھ کر ڈیڑھ لاکھ تک چلی گئی۔ جن میں تنخواہ دار بھی شامل تھے۔ جو بعد میں آباد کار بنادیے جاتے تھے۔

سپٹامہ کا شکاری

اب سکندر کا نشانہ سپٹاما تھا۔ جس کا قلع قمع کرنا علاقے سے دہشت گردی کا خاتمہ تھا۔ اس کام کے لئے جس تدبر اور حکمت کی ضرورت تھی۔ وہ سکندر کے پاس بدرجہ اتم موجود تھی۔ جتنی مشکلات زیادہ ہوتیں وہ اتنی ہی ہمت بڑے حوصلے اور چیلنج کے ساتھ ان کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور اس وقت تک چین سے

نہ بیٹھتا تھا۔ جب تک ان پر قابو نہ پالیتا تھا۔ اس وقت کی سیاسی صورت حال اس سے اسی جذبے کی متقاضی تھی۔ مقامی صورت حال سکندر کے حق میں ہو رہی تھی۔ مقامی باشندے جو شروع سے ہر غیر ملکی حملہ آور سے لڑتے چلے آرہے تھے۔ لیکن سپٹاما کی زیادتیوں کے بعد ان پر واضع ہو گیا تھا کہ جب تک وہ سکندر کا ساتھ نہیں دیں گے۔ خواری ان کا مقدر رہے گی۔ ان کی ذہنی سوچ کی تبدیلی نے سکندر کے ہاتھ مضبوط کیے۔ اور سپٹاما کے دشمنوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔

نفسیاتی جنگ

اس وقت کی تاریخ سے اگر مورخین کی یہ رائے کہ ہرقل یا سیمیرس کی عظمت اور شان وشوکت کے واقعات سے متاثر ہو کر سکندر نے ان سے بلند تر واقعات کو جنم دینے کا عزم لے کر یہ مہم جوئی شروع کی تھی۔ قطعی طور پر صحیح نظر نہیں آتا ہے۔ سکندر نے جس طرح سطح مرتفع کے لوگوں کے دل جیتے وہ اسی کا خاصا ہے۔ اس نے ان کے ساتھ سماجی میل جول ویسے ہی بڑھایا جیسے ایرانیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اس نے ان کے ساتھ گھڑ دوڑ میں بھرپور حصہ لیا۔ خوب دھول اڑائی اور ان کے جنگ جوؤں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ سطح مرتفع کے علاقوں میں ایک کہاوت عام تھی کہ ’’گھوڑے پر بیٹھا آزاد اور گھر میں بیٹھا غلام‘‘ سکندر ان کی اس کہاوت پر پورا اترتا تھا۔ اس طرح سکندر ان کے دماغوں سے دلوں میں اتر گیا۔

یہ سکندر کی شخصیت کا خاصا تھا کہ اتنی مشکلات کے باوجود اس کی فوج اس کی آنکھ کے اشارے پر مزید سختیاں جھیلنے کے لئے تیار ہو جاتی تھی۔ قدم قدم پر خون ریز جنگوں اور پے در پے تلخیوں نے ان میں صدمے برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔ موسم سرما کی ناموافق فضا کے باوجود سکندر نے سپٹاما کا تعاقب جاری رکھا۔ اور اس کو کہیں سانس لینے اور شورش پسندی کی کوئی نئی ترکیب سوچنے کا موقع نہ دیا۔ اس کے پاس ہفاشن، بطلیموس، پرڈو کاس، کوئینس کی شکل میں کمانڈروں کی بہترین بیڑی موجود تھی۔ جو پانچ لشکروں پر مشتمل تھی۔ آخر ایک روز سپٹاما کی موت اسے شہر کی طرف لے ہی آئی۔ سپٹاما نے ایک آبادی پر حملہ کیا، وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ تہہ تیغ اور لوٹ مار میں مصروف تھا۔ کہ کوئینس نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ ابھی سپٹاما مزاحمت کی سکیمیں بنا رہا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اس کا سر کاٹ کر صلح کی درخواست کے ساتھ پیش کر دیا۔ اور اپنی جانیں بچائیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سپٹاما جیسے موذی کا صفایا اس قدر جلدی کیسے ہو گیا۔ تو اس کا جواب سکندر کے رعب و دبدبے، اس کی طلسماتی شخصیت کا نفسیاتی اثر اور سپٹاما کو مقامی لوگوں کی طرف سے تعاون کا عدم فقدان کا اس کے مورال کے خاتمے پر منتج ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ سکندر کی آمد کی افواہ نے سپٹاما کے ساتھیوں کے مورال کو زمین پر لا پٹکا اور انھوں نے اپنے سردار کو مار ڈالا۔

اس فتح کے بعد ایک پہاڑی قصبے کے علاوہ تمام علاقہ مقدونیوں کے زیر

نگین آ گیا۔ اور اس کے باسیوں کو بھی مقدونیوں نے میخوں کی سیڑھیاں بنا کر ٹیلے پر چڑھ کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006

دختر نور سے ملاقات

سکندر کی فوج مخالفین کا تعاقب کرتی اور قلعے پر قلعے مارتی ایک ایسی جگہ پر جا پہنچی جہاں قلعہ ایک بلند چٹان پر واقع تھا۔ یہ علاقہ باختری قوم کے زیر تسلط تھا۔ سکندر کی فوج دیکھ کر باختریوں کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو قلعے میں محصور کر لیں۔ کیونکہ وہ کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ قلعے کی جغرافیائی پوزیشن اس کی بلندی کی وجہ سے نا قابل تسخیر تھی۔ پہاڑی کی چوٹی پر کثیر تعداد میں برف قلعے کو ایک سرحد اور مدافعین کو پانی فراہم کرتی تھی۔ سکندر نے یہ بھی اندازہ کر لیا تھا کہ اس قلعے کو فتح کرنا آسان نہ تھا۔

لیکن جنگی حکمت عملی کے تحت، مخالف کو مرعوب کرنے کے لئے پیغام بھیجا کہ اگر باختری اپنے مکانوں میں واپس چلے جائیں تو انہیں معافی مل سکتی ہے۔ باختریوں نے اس کی پیش کش کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ چونکہ اس قلعے پر چڑھنا ناممکن ہے اس لئے سکندر کو پروں والے سپاہی چاہیئے جو اڑ کر قلعے کی فصیل تک پہنچ سکیں۔ اس جواب سے یہ اندازہ بخوبی ہوتا ہے کہ باختریوں کو اپنے قلعے کے استحکام پر ناز تھا۔

بہر حال باختریوں کی مزاحمت نے سکندر کو زچ کر دیا۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ سکندر کے ذہن نے مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس کا ساتھ نہیں

چھوڑا۔ اسے ایک عجیب وغریب خیال آیا، اس نے اعلان کیا کہ جو قلعے کی چڑھائی والی مہم میں حصہ لے گا، سب سے آگے والے کو بارہ ٹیلنٹ کا انعام ملے گا۔ حتیٰ کہ سب سے آخر والے کو بھی اشرفیاں ملیں گی۔ چنانچہ سکندر نے ایک ایسے راستے کا انتخاب کیا، جہاں سے قلعے کی طرف چڑھائی کرنا ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ باختریوں نے اس سمت میں قلعے کی فصیل پر کوئی حفاظتی انتظامات نہیں کیے تھے۔ چٹانوں پر چڑھنے کے شوقین فوجیوں نے اپنے نام لکھوا دیئے۔ انہیں رسے، میخیں اور پرچم دیے گئے۔ ان رضا کاروں کی تعداد لگ بھگ تین سو تھی۔ سکندر نے ان مہم جوؤں کو ایک دن پہلے پہاڑ پر چڑھنے اور وہاں سے پرچم کے ذریعے اشارہ دینے کی خوب مشق کروا دی تھی۔ موسم سرما کی ایک یخ بستہ رات میں جب ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر کوئی اپنی جگہ دبکا گرم ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ پرعزم دستہ اپنی مہم کو سر کرنے کی دھن میں اپنا لہو گرما رہا تھا۔ یہ کوئی آسان مہم نہ تھی۔ جہاں ضرورت پڑتی، میخیں ٹھونکتے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ پھر بھی ان کے تین ساتھی رات کی تاریکی میں نیچے گر گئے۔ اور کافی تلاش کے باوجود ان کی لاشیں نہ مل سکیں۔ باقی کامیابی سے اوپر پہنچ گئے۔ اوپر سے اشارہ ملنے پر نعرہ تحسین بلند ہوئے اور باختریوں کو پتہ چل گیا کہ سکندر کے پروں والے سپاہی پہنچ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد سکندر خود بھی وہاں پہنچ گیا۔ باختریوں کے غرور کا بت پاش پاش ہو گیا۔ اور ان کو راستہ دینا پڑا۔

صنف نازک سے واسطہ

روشنک کون تھی؟۔

لیکن یہ جنگ یہیں ختم نہیں ہو جاتی ۔ بلکہ اس جنگ اوراس جنگ میں درپیش چیلنج نے سکندر کی جنگی زندگی کوایک نیا باب دیا۔ اس مرد آہن کا واسطہ صنف نازک سے پڑا اور سکندر کی ذاتی زندگی میں خوشی کا ایک پھول کھلا دیا۔ قلعے کے معائنے کے دوران اچانک سکندر کا سامنا ایک لڑکی سے ہوا۔ لڑکی کے چہرے پر خوف اور حیرانگی کے ملے جلے تاثرات تھے۔ لیکن اس نے سکندر کے سامنے دستور زمانہ کے خلاف سر نہیں جھکایا۔ وہ بلا کی حسین تھی ۔ اس کے بال سورج کی روشنی میں چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ سکندر اس لڑکی سے ملاقات اور اس کے خود اعتمادی سے بھرپور رویے سے متاثر ہوا اور اس کا نام دریافت کیا۔ جواب ملا۔ روشنک یعنی دختر نور۔ وہ سکندر کی آنکھوں سے اس کے دل میں تو پہلے ہی اتر چکی تھی۔ جب سکندر نے اس کا ہاتھ تھاما تو اس نے بھی چنداں مزاحمت نہیں کی۔ کیونکہ قواعد جنگ کی رو سے مفتوح علاقے کی ہر چیز فاتح کا مال تصور کی جاتی تھی۔ روشنک کو اندازہ تھا کہ چاہے وہ باختری سردار کی بیٹی ہے لیکن اس وقت سکندر کے مفتوحہ مال میں سے ہے۔ سکندر نے ایک لمحہ توقف کیا اور اسے کڑا پہنا کر اس سے شادی

کا اعلان کر دیا۔

باختری رسم و رواج کے مطابق ان کی شادی ہوئی۔ ہندوستان کے سفر میں روشنک سکندر کے ہم رکاب تھی۔ وہ سکندر کے لئے ایک وفادار بیوی ثابت ہوئی۔ اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ حالانکہ روشنک اس زمانے کے معیار کے مطابق تعلیم یافتہ نہ تھی۔ لیکن مذہب اور شوہر کا حد درجہ احترام کرتی تھی۔

کرٹیس

سکندر کے پاس نت نئے کمالات والے انسانوں کا ہجوم تھا، بلکہ ایک جم غفیر تھا۔ انہی میں سے ایک کا نام اونیس کرٹیس تھا۔ یہ شخص روزنامچے لکھنے کا ماہر تھا۔ اپنے روزنامچوں میں وہ عوام کی دلچسپی کی خاطر سنسنی بھی پیدا کر دیتا تھا۔ سکندر اور مقدونیوں کی رائے کے مطابق یہ شخص بحری امور کا ماہر نہیں تھا۔ بلکہ جھوٹوں کا سردار تھا۔

ہیرڈ ولیم کی تصنیف سکندر اعظم میں غلام رسول مہر رقم طراز ہیں کہ اونیسی کرٹیس نے خوارزمی سرداروار بربری روشنک سے شادی کے واقعات سامنے رکھ کر ان کے ارد گرد ایک عجیب افسانہ بنا دیا۔ اس نے لکھا کہ سکندر کی شہرت ایشیا کے وسیع سطح مرتفع میں خوب پھیل گئی۔ رفتہ رفتہ یہ شہرت دیوبیوں کی ملکہ کے کان تک پہنچ گئی جو بڑی تند خو اور جنگ جو تھی۔ اور مردوں سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ سکندر کی شہرت سنتے ہی اس نے سکندر کے پاس قاصد بھیجے کہ میں اپنی سرحد پر ایک رات کے لئے آؤں گی۔ وہاں مجھ سے ملو اور ایک

رات میرے پاس رہوتا کہ میں ایک بچہ جن سکوں۔ سکندر پر تیار کیا گیا افسانہ ایسی ہی داستانوں پر مشتمل تھا۔

تیز فکر ایرانیوں کو بھی مشاہیر کی کہانیوں اور ان کی مدح وستائش سے بڑی دل چسپی تھی۔

اونیس کرٹیس نے ان کی اس عادات کے پیش نظر سکندر کے کارناموں کا رشتہ کروش اور نیگاں کی کہانیوں سے جوڑنا شروع کیا۔ جو ان کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس طرح سکندر اور اپنے مورث اعلیٰ کے درمیان ایسی مشابہت پیدا کر دی کہ آنے والی نسلیں سمجھیں کہ انہوں نے ایک ایرانی بہادر کی خدمت کی۔ نہ کہ ایک بربری حملہ آور کو تقویت پہنچائی۔ اس بنا پر انہوں نے سطح مرتفع میں بہادر سکندر کے سفر کے متعلق کچھ اس قسم کی باتیں لکھ ڈالیں کہ اس کے خود پر عقاب کے دو پر لگے ہوئے تھے۔ وہ ایک تاریک سرزمین میں گھس گیا، جہاں تمیں دن تک سفر جاری رہا۔ کوہ فردوس میں پہنچ گیا جو سورج کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ نیگاں اس سفر میں سکندر کا محافظ تھا۔ بعد ازاں اس داستان میں یہ اضافہ کر دیا گیا کہ سکندر ہومر کی روح سے بات چیت کرنے اس پہاڑ پر گیا۔ پھر افسانے میں ایک اور ارغوانی پیوند لگا دیا گیا کہ اس سفر میں سکندر نے ایک بڑی دیوار تعمیر کرائی۔ اور اسے تیل سے تر کر دیا گیا اور پھر اسے آگ دکھا دی گئی۔ اس آتشیں دیوار کی تعمیر سے سکندر کا مدعا یہ تھا کہ یاجوج ماجوج کی تباہ کاریاں آگے نہ بڑھیں۔ اور شمالی سمت تک ہی محدود رہیں۔ مزید زمانہ گزر

گیا جب ایرانیوں نے اسلام قبول کیا تو بعد کے سکندر ناموں میں نیا گاں کی جگہ حضرت خضر کو دے دی گئی۔ اور رہومر جبرائیل بن گیا۔

قیام باختر کے دوران میں سکندر کو تیل بھی ملا۔ ایک صبح وہ سو کر اٹھا تو دیکھا کہ خیمے ایک چشمے کے کنارے لگے ہوئے ہیں اور چشمے میں نیم سیال مادہ بھرا ہوا ہے۔ ایک جگہ سے یہ مادہ پانی کی طرح ابل ابل کر نکل رہا تھا۔ یہ مٹی کا تیل تھا۔ ایرانی اور کاہنوں نے اسے نیک شگون سمجھا۔

باختر اور سغد کی فتح کے بعد کے حالات میں امن تھا۔ لیکن مسلسل محنت نے مشقتوں کا عادی بنا دیا تھا۔ سکندر کے لئے نیند اور دماغ کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ رات کا ایک پہر سلطنت کے امور پر صرف ہو جاتا تھا۔ اور دوسرا پہر شراب نوشی میں گزر جاتا تھا۔ مدہوشی کے اس پہر میں جب وہ دنیا و مافیا سے بے خبر ہوتا تھا۔ صرف اس کی محافظ فوج کا دستہ اور طبیب ہی اس کے پاس ہوتے تھے۔

موقع پرستی یا نبض شناسی

ایرانی بڑے نبض شناس تھے۔ سکندر کی قربت نے انہیں سالار اعظم کی کمزوریوں اور ذہنی طبع سے روشناس کروا دیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ سکندر کی طبعیت میں مقدونیوں کے لئے چڑ شامل ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ سکندر کے کار ناموں پر مقدونیوں کی طرح کیڑے نکالنے کی بجائے اس کی مدح سرائی سے کبھی نہ چوکتے تھے۔ وہ یونانی تنخواہ دار اور ایرانی جن سے سکندر میل جول

رکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ آج اس کی محفل میں اولین نشستوں پر تھے۔ سکندر کے مزاج میں حالات کی سختیوں نے تبدیلی کا زہر گھول دیا تھا۔ رویے بدلنے سے دوست بھی بدل گئے تھے۔ چہرے بدلنے سے پالیسیاں بھی بدلنے لگیں۔ جن کا شکار سکندر کے پرانے رفقا بھی بننے لگے۔ ایسا ہی ایک واقعہ سکندر کے ایک پرانے جان نثار کلائٹس کے ساتھ پیش آیا۔ یہ واقعہ دوررس نتائج کا حامل تھا۔ مولانا غلام رسول مہر اپنی تصنیف ''سکندر اعظم'' میں اس واقعے کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

کلائٹس کا واقعہ

سیاہ فام کلائٹس ایک رجمنٹ کا کمانڈر تھا۔ وہ لینیس کا بھائی تھا۔ جو بچپن میں سکندر کی انا رہ چکی تھی۔ گویا کلائٹس کو سکندر کے ساتھ اک گونہ دودھ بھائی کی نسبت تھی۔

چونکہ لینیس کے اپنے بیٹے ابتدائی مہموں میں مارے جا چکے تھے۔ لہذا کلائٹس کے سوا اس کا کوئی سہارا نہ تھا۔ پھر یہی کلائٹس تھا جس نے دریائے گرینی کس کی جنگ میں سکندر کی جان بچائی تھی۔ وہ زیادہ تیز فہم نہ تھا اور اسے ایرانیوں کے لباس یا طور طریقوں سے نفرت تھی۔ ایک موقع پر اس نے کہا: سکندر اس کے سوا کیا ہے۔ کہ فیلقوس شاہ مقدونیہ کا بیٹا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایرانیوں کے ڈھنگ میں نہ ڈھال سکا تھا۔

ہیرلڈیم کی رقم کردہ تاریخ کو اپنے لفظوں کا جامہ پہناتے ہوئے غلام

رسول مہر لکھتے ہیں کہ ایک شام یا صبح کو سکندر نے زیوس کے بیٹوں کے لئے قربانی کا حکم دیا جن کے متعلق عام عقیدہ یہ تھا کہ وہ انسانوں کی مدد کرتے ہیں۔ خوشامدیوں کا جو گروہ اس کے اردگرد جمع ہو گیا تھا۔ انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ہمارا سکندر بھی تو زیوس کے جواں مرد بیٹوں کی حیثیت رکھتا ہے۔

مجلس میں سے کسی نے شراب کے نشے میں کہا مغرب برا ہے اور مشرق بہترین ہے۔'' جو یونانی نئے نئے آئے تھے۔ ان میں سے ایک بولا کہ پرانے مقدونوی کمان داروں نے مغرب میں بڑے اعلیٰ کارنامے انجام دیے تھے۔ لیکن یہاں باخت میں وہ بری طرح پلٹے۔ سکندر کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور اس کی نگاہیں کلائنٹس کو تلاش کرنے لگیں۔ وہ میز پر موجود نہ تھا۔ ایک سپاہی نے بتایا کہ وہ بھیڑ کے دو بچے زیوس کے دو بیٹوں کے لئے قربان کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔

سکندر نے کہا اسے فوراً بلاؤ۔ چنانچہ چند منٹوں میں کلائنٹس آ گیا۔ بھیڑ کے بچے اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ اور ان کے سروں پر قربانی کا تیل ملا ہوا تھا۔ کلائنٹس نیم مدہوش سا تھا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ بھیڑ کے بچے اس کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ آتے ہی بولا، لو سکندر میں آ گیا۔ جتنے آدمی وہاں بیٹھے تھے حیران رہ گئے کہ بھیڑ کے بچوں کو تو ساتھ نہیں لانا چاہیئے تھا۔

سکندر کے چہرے پر خفگی کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے کلائنٹس کو بیٹھنے کا

اشارہ کیا۔ کسی نے پھر صدا لگائی ''مغرب برا ہے اور مشرق بہترین ہے''۔ کلائٹس نے پہلی مرتبہ یہ سنا کہ باختریوں کے روبرو فرار اختیار کر لینے کے باعث مقدونیوں کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے۔ اس نے غصے سے اپنا پیالہ زمین پر دے مارا۔ اور کہا جن لوگوں نے ان پہاڑیوں میں جانیں قربان کر دیں۔ وہ ان سے بدرجہا بہتر ہیں جو یہاں ان کی ہنسی اڑا رہے ہیں۔ ایک شخص نے بلند آواز سے پکار کر کہا ''کلائٹس ہوش کی بات کرو۔ جانتے ہو تم کن کی مذمت کر رہے ہو''

کلائٹس نے پھر ایک بھرا ہوا پیالہ اٹھایا اور پیتے ہوئے بڑبڑاتا رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے دماغ میں ایک وقت میں ایک ہی خیال آ سکتا تھا۔ وہ بولا ''میں بہترین آدمیوں کا ذکر کر رہا ہوں۔ میں ان کا ذکر کر رہا ہوں، جنہوں نے فیلقوس کے سر پر فتوحات کا تاج رکھا تھا۔ میں اپنی پرانی فوج کا ذکر کر رہا ہوں۔ ہاں میں کائی رونیا اور تھیبز کی فتوحات کا ذکر کر رہا ہوں۔'' پھر اس نے اردگرد نظر ڈالتے ہوئے سکندر سے پوچھا ''بتاؤ تم ان لوگوں کو بزدل کہہ رہے ہو''؟۔ سکندر چیخ کر بولا۔ ''زبان بند کرو''۔ ساتھ ہی محفل پر سکوت چھا گیا۔ صرف کلائٹس بیٹھی ہوئی آواز میں بولا۔ ہاں ۔۔۔۔ ہم جو آزاد پیدا ہوئے ہیں۔۔ اپنے دل کی بات بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اب ہم فیلقوس کے بیٹے کے سامنے زبان بھی نہیں کھول سکتے۔۔

محفل میں جو بزرگ بیٹھے تھے۔ وہ کلائٹس کے گرد جمع ہو گئے اور اسے پکڑ

کر ہلایا۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کا جو بازو زخمی تھا۔ آستین سے باہر نکل آیا۔ اس نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ'' سکندر کی طرف اشارہ کیا جو غصے سے آگ بنا بیٹھا تھا۔ پھر کہا یہی بازو ہے۔ جس نے دریائے گرینی کس میں فیلقوس کے بیٹے کی جان بچائی تھی۔ اور اب؟ اب کلائنٹس اس سے بات بھی نہیں کرسکتا۔ ۔ سکندر بولا تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔ تمہیں کوئی سزا نہ دی جائے گی۔'' کلائنٹس نے اپنے سر کو جنبش دی۔ اور دوسرے افسروں کو پیچھے ہٹا دیا اور پھر کہا۔ '' آہ ہم مقدونوی لوگ ایرانی افسروں سے اجازت لیے بغیر زبان بھی نہیں ہلا سکتے۔ ہم تمہارے سفید چمکیلے کمر بند کے سامنے جھکے بغیر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ نہیں نہیں۔ ۔ ۔ ہمیں جو سزا مل چکی ہے اس سے زیادہ سزا کیا دو گے؟ ۔''

سکندر یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اچھلا اور تلوار کو سنبھالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

بطلیموس اس کے شمشیر بردار کو شامیانے سے باہر لے گئے۔ سکندر نے مقدونوی زبان میں تری بجانے والے کو پکارا۔ تری بجانے والا بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ سکندر نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا۔ آدمی کلائنٹس کو پکڑ کر شامیانے کے دروازے سے باہر تاریکی میں لے گئے۔ لیکن سکندر زور زور سے پکار رہا تھا۔ کلائنٹس، کلائنٹس۔ ۔ ۔ یہ سنتے ہی کلائنٹس ایک دم لوٹا اور خیمے کا پردہ ہٹا کر اندر آ گیا۔ اگرچہ وہ شراب کے نشے میں مدہوش تھا۔ لیکن اس نے سکندر کی آواز سن لی تھی۔ ''لو سکندر کلائنٹس آ گیا''۔ سکندر نے ایک

سپاہی سے برچھی چھینی اور اس زور سے کلائٹس کے ماری کہ وہ آر پار نکل گئی۔ کلائٹس فرش پر گر گیا۔ سکندر نے برچھی کا دستہ پکڑ لیا۔ تمام افسر ارد گرد جمع ہو گئے۔ سب کی زبانیں بند تھیں۔ اب سکندر کی نظر اپنے رفیق پر پڑی تو گھٹنوں کے بل جھک کر برچھی کھینچنے کی کوشش کی۔ افسروں نے خود برچھی پکڑ لی۔ انہیں ڈر پیدا ہو گیا کہ شاید سکندر اپنے کو برچھی مار کر خودکشی کر لے۔ ایک لمحے بعد سکندر اٹھا اور شامیانے کا پردہ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ وہ سیدھا اپنے خیمے میں پہنچا اور منہ کے بل زمین پر گر گیا۔

دیر تک کسی کو اس کے قریب جانے کی ہمت نہ پڑی۔ نہ اس نے کھانا طلب کیا نہ پانی۔ دوسرے دن انگزارکس خوف زدگی کی حالت میں ایرسٹانڈر کو لے کر خیمے کے اندر پہنچا۔ سکندر نے رات کے وقت جو لباس پہن رکھا تھا۔ اسی لباس میں وہ بیٹھا تھا۔ آنکھیں سوجھی ہوئی تھیں۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر روتا رہا ہے۔ وہ کھانا اور پانی لائے۔ سکندر نے آنکھ اٹھا کر بھی کسی چیز کو نہ دیکھا۔ ایرسٹانڈر گھبرا گیا اور بولا، جو کچھ ہوتا ہے، انسانی ارادوں کے مطابق نہیں، دیوتاؤں کی مرضی سے ہوتا ہے۔ کلائٹس کی موت بھی دیوتاؤں کی مرضی سے ہوئی۔ سکندر نے نگاہیں اوپر اٹھائیں اور کہا ’’لینیس کا کوئی بیٹا باقی نہ رہا تھا۔ اب اس کا بھائی بی موت کی آغوش میں پہنچ گیا۔۔۔ تھیبز میں ایک عورت تھی۔۔۔

انگزارکس نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہا ’’شاہ مقدونیہ اور شہنشاہ ایشیا سکندر

بیٹھا ہوا ایک غلام کی طرح رو رہا ہے۔ اس طنز آمیز آواز نے سکندر کے دل پر گہرا اثر ڈالا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گیا۔ اس نے اپنا سے بازوؤں میں چھپا رکھا تھا۔ گویا وہ بے بسی کے عالم میں اپنے سر کو سہارا دیے ہوئے تھا۔

جب انسان تنہا ہوتا ہے۔ تو وہ انسانوں سے گہری وابستگی پیدا کر لیتا ہے۔ گہری افسردگی کے عالم میں سکندر جرم کے احساس سے مغلوب ہو جاتا تھا۔ بالکل یہی کیفیت اس پر کلائنٹس کے قتل کے بعد طاری ہوئی۔ وہ ان لوگوں کو قتل کر چکا تھا۔ جو اس کے قریب ترین رفیق تھے۔

تھیبز کو تباہی کے بعد جلا چکا تھا۔ وہ کسی آسیب کا شکار نہ تھا۔ بلکہ ہلاکت کی خیالی صورتیں اس کے فکر و خیال کے لئے اذیت کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ ایسے اوقات میں وہ اپنے آپ پر اور اپنے اعمال پر نظر ڈالتا تو اپنے اوپر تاسف کی دھندلاہٹ میں نہیں بلکہ حافظے کی خوفناک تازگی میں ڈالتا۔ زمانہ ماضی کے یہ بھوت پریت اس کے دل و دماغ پر چھا جاتے تو وہ معذرت کا کوئی پہلو بھی اپنے سامنے نہ لا سکتا تھا۔ وہ کثرت سے شراب پیتا، لیکن شراب بھی اندوہ ربا نہ تھی۔ اور رو وہ بھی اس کا غم غلط نہ کرتیں۔ ایسے وقت میں روشنک اور ہفاشن کی روحیں بھی ان خیالی صورتوں کے درمیان حائل نہ ہو سکتی تھیں۔

سکندر پر دلی اذیت کی جو کیفیت گزر رہی تھی وہ رومی مورخ آریان کے خشک الفاظ سے بھی صاف نمایاں ہے۔ جس کا تعلق کلبی فرقے سے تھا۔

”یقیناً سکندر سے سخت غلطیاں سرزد ہوئیں۔ خواہ یہ اس کے تحیر کا نتیجہ ہو یا

غصے کا۔ میرے نزدیک یہ غلطیاں تعجب خیز نہیں ہیں۔ وہ نوجوان تھا۔ اور خوش نصیبی کی لہر بہر نے اسے انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ یہ امر بھی تعجب انگیز نہیں کہ اس نے غیر متناسب انداز میں ایرانی شہنشاہوں کے طریقے اختیار کر لیے تھے۔

باقی رہے وہ لوگ جو اس کے اردگرد جمع تھے۔ تو بادشاہوں کو ہمیشہ ایسے رفیقوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایسے رفیق ہمیشہ بادشاہوں کو غلطیوں پر اکساتے رہتے ہیں۔ ان کے اہم مفاد کا بھی کچھ خیال نہیں رکھتے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ زمانہ قدیم کے بادشاہوں میں سے سکندر کے سوا کوئی نہیں جسے اپنی غلطیوں پر اس درجہ پشیمانی ہوئی ہو۔ بہت سے آدمی پہلے بھی موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ جو کوئی گناہ کر گزرتے ہیں تو اسے صحیح عمل قرار دے کر چھپانے کی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ سکندر تنہا ہے جس نے ایسی کوئی بات کبھی نہیں کی۔

یہاں آریاں معذرت پیش کر رہا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ سکندر نے اپنے آپ کو نیچا گرانے کے لئے جو کچھ کیا۔ اس کی اہمیت کو وہ سمجھ چکا تھا۔ بظاہر سکندر کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ قربانی کسی کے دامن سے خون کے دھبے دھو سکتی ہے۔ لیکن کلائٹس بھیڑ کے جن دو بچوں کو قربانی کے لئے وقف کر چکا تھا۔ وی زیوس کے بیٹوں کے لئے نہیں بلکہ جنگ کے دیوتا دیونی سس کے لئے قربان کیے گئے۔

اب سکندر ایرانیوں کی گم شدہ بہشت یعنی ایران ونج کا راستہ پانے کی امید کھو چکا تھا۔ یہ ربع مسکوں کا وہ انتہائی شمالی گوشہ تھا۔ جہاں سے کروش نکلا تھا۔ سکندر نے مرکنڈ تک کروش کا راستہ طے کیا۔ کلائٹس غالباً اسی مقام پر مارا گیا تھا۔ اب وہ ان پہاڑوں میں سے گزر رہا تھا۔ جن کی چوٹیاں بہت بلند تھیں۔ اور بربری لوگ ان پہاڑوں میں آباد تھے۔ لیکن ربع مسکوں کے ابتدائی تصور میں وسعت پیدا ہو چکی تھی۔ یونانی جغرافیہ دانوں کے خیال سے ربع مسکوں مشرق کی جانب زیادہ پھیلی ہوئی نکلی۔ جس مقام پر انتہائی شمالی سکندریہ تعمیر ہوا ہے۔ (غالباً اسی مقام پر آج کل لینن آباد موجود ہے۔) اس نے ستھیوں سے ایک سرزمین کا ذکر سنا تھا۔ جو یونانیوں کو معلوم نہ تھی۔ یہ سطح مرتفع سے آگے تھی۔ اور اس کا نام سغد بتایا جاتا ہے۔ سکندر کو اب یہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ دریائے سندھ ان پہاڑوں سے مشرقی جانب خاصی دور واقع ہے ۔لیکن سوال یہ تھا کہ سندھ اور وادی سندھ کے آگے کیا ہے۔ سمجھا جاتا تھا کہ اسے ربع مسکوں کی آخری حد یا یوریشیا کی حد کا آخری کنارہ سمجھنا چاہیئے۔ آگے سمندر کے سوا کچھ نہ ہونا چاہیئے۔

عام خیال تھا کہ وہیں دریائے نیل اور دریائے سندھ کا پراسرار منبع ملے گا۔ یونانیوں میں روایت چلی آتی تھی کہ انتہائے مشرق میں سورج کے چشموں سے دریائے اتھیوپ نکلتا ہے۔ یہ دریائے نیل کے جھرنوں کو پانی پہنچاتا ہے۔ سکندر یا اس کے سرویروں کو جنوب یا مشرق کی سمت میں زمین کی شکل کا

کچھ علم نہ تھا۔ ارسطو سمجھے بیٹھا تھا کہ زمین جنوبی سمت میں جنوبی مصر سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور نیل کا منبع دریائے سندھ کے منبع سے قریب ہے اور یہ انتہائے مشرق میں واقع ہے۔ مقدونیوں میں سے کچھ لوگ یقیناً بحیرہ قلزم کے شمالی گوشے اور بحیرہ ایران کو دیکھ چکے تھے۔ لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ پانی اس سمندر کی شاخیں ہیں۔ جس نے ربع مسکوں کو گھیر رکھا ہے۔ یا کسی زمین بند سمندر کے حصے ہیں۔ سکندر کا خیال تھا کہ یہ کسی بڑے سمندر کی شاخیں ہیں۔ بہت سے آدمی انہیں مین بند سمندر سمجھتے تھے۔ آخری صورت میں ظاہر تھا کہ زمین بالائی نیل سے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور غالباً نیل زمین کی سطح سے نیچے نیچے بہتا ہوا مصر میں نمایاں ہو گیا تھا۔ یونان میں وہ ایسے زمین دوز دریاؤں کا ذکر عام طور پر سن چکے تھے۔ انہیں میں سے ایک دریا کا نام اسکس تھا۔

اسی اثنا میں ایک معاملہ طے ہو چکا تھا۔ یعنی وہ بحیرہ فیٹیڈ اور دریائے تنائس کے قریب نہ پہنچ سکے تھے۔ جہاں سے تھوڑا سا چکر کاٹ کر وہ با آسانی مقدونیہ جا سکتے تھے۔ اس صورت میں انہیں آرگوناٹوں کے نقشے پر چلنا پڑتا۔ ہر سپاہی مشرقی سمت میں بہت لمبا فاصلہ طے کر چکا تھا اور سب کو یقین تھا کہ اب وہ غیر معلوم خطے میں پھر رہے ہیں۔ جو بحیرہ قزوین سے آگے اور بابل سے بہت دور مشرق میں ہے۔ بہر حال ساتھ ہی جغرافیہ دان زمین کی حقیقی ہیئت کے متعلق ایک نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔ اور وہ یہ کہ کوہستان طارس مغرب کی جانب

جاتا ہے۔ لیکن اس سلسلہ کوہ سے آگے کا انہیں کچھ علم نہیں تھا۔ صرف یہ معلوم تھا کہ آگے دریائے سندھ ملے گا۔ کلیستھینز نے بتایا تھا کہ دریائے سندھ کے آس پاس زمین کی حیثیت ایک چھوٹے جزیرہ نما کی سی ہے۔ اور اس کے آگے سمندر ہے۔ بہر حال سکندر کے لئے ایک امر یقینی ہو گیا تھا کہ مشرقی سمت میں زمین کیسی بھی ہو وہ اس کی آخری حد تک پہنچ جائے گا۔ اس آخری حد کو اب اس نے اپنی منزل مقصود بنا لیا تھا۔ فوجیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس نے پرانے افسانوں سے بھی کام لیا یعنی بتایا کہ ہرقل اور دینی سس ایسے افراد جنہیں دیوتاؤں کی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ مشرقی حدود میں پھر چکے تھے۔ اور ان کے سر پر فتح اور عظمت کے تاج رکھے گئے تھے۔ ہمیں بھی ان کے پیچھے چلتے ہوئے غیر فانی زندگی حاصل کرنی چاہیئے۔

بعض مقدونیوں نے سنتے ہی یہ کہا کہ صرف غیر فانی لوگ ہی اتنی دور پہنچ سکتے ہیں۔ انہیں ایرانی فوجوں سے سخت نفرت تھی جو مختلف مرکزوں میں بیٹھی تھی اور بعض اوقات پہرے بھی دیتی تھی۔ ایرانی فوجیں درحقیقت نیزے نہیں تیر چلاتی تھیں۔ یونانی انہیں سنہری سیب والے نیزہ بردار کہہ کر پکارتے تھے۔ اس لئے کہ ان کی برچھیوں میں انی کے نیچے چمک دار گولے لگے ہوئے تھے۔ 327 ق م کے موسم بہار میں نقل و حرکت شروع ہوئی تو باختر اور ستھیا کے نئے رسالے بھی فوج میں شامل ہو گئے۔ اب کیمپوں میں جو لا متناہی ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ اس کے متعلق سکندر بھی تردد میں پڑ گیا۔ ہر فوج کے ساتھ

کاہن، پروہت اور صراف تھے۔ سپاہیوں کے ساتھ ساتھ بہت سی عورتیں تھیں اور عورتوں کے ساتھ بچوں کی خاصی تعداد تھی۔ ہر فوج ایک متحرک نوآبادی بن گئی، باقی رہا سامان۔۔۔

سکندر نے اپنی فوجوں کے ساز و سامان کی گاڑیاں اور بار برداروں کے جانور دیکھے تو فوجیوں کو تلقین کی کہ اس طرح بے شمار چیزیں ساتھ اٹھائے پھرنا بہت برا ہے۔ بھاری سامان کو آگ کی نذر کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں سامان کے ڈھیر کو آگ لگا دی گئی۔ اور سڑکوں میں دور تک الاؤ جلنے لگے۔ سکندر نے اپنے بہادروں سے کہا، کیا ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں فتوحات کرنی چاہیں۔ اور وہ مصیبتیں اپنے اوپر نہیں لینی چاہیں جو ان لوگوں نے اٹھا رکھی ہیں جنہیں تم مسخر کر رہے ہو۔

لوگوں کے سامنے اچھی مثال پیش کرنے کے لئے سکندر نے اپنا سارا ساز و سامان چھوڑ دیا۔ اسے شبہ ہوا کہ ایک بڑے با اختیار افسر کے پاس (مورخوں نے اس بڑے افسر کا نام ہرپالوس بتایا ہے لیکن غالباً ہرپالوس بابل اور ایکتبانہ ہی میں رہ گیا تھا)۔ بہت سا سونا چاندی صندوق میں بھر رکھا ہے اور صندوق اس کے خیمے میں ہے۔ پوچھا گیا تو اس نے انکار کر دیا۔ سکندر نے تلاشی مناسب نہ سمجھی لیکن اپنا شبہ دور کرنے کے لئے اسے ایک عجیب تدبیر سوجھی۔ یعنی اپنے پہرے داروں کو خفیہ حکم دے دیا کہ اس کے خیمے کو آگ لگا دو۔ آگ لگتے ہی خیمہ جل اٹھا۔ اس کے پردے، خوشبوئیں، قیمتی جواہرات، غرض

ہر چیز شعلے کی نذر ہو گئی۔ بے شک سونا چاندی چھپا ہوا موجود تھا۔ لیکن اس کا ثبوت نہ مل سکا۔ افسر کا جتنا نقصان ہوا تھا۔ معذرت کر کے اپنے پاس سے دے دیا۔

اگر چہ فوجوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی لیکن تجربہ کار مقدونوی افسر گھٹ گئے تھے۔ کیونکہ اکثر مقامات پر کاروبار حکومت چلانے کے لئے ایشیائیوں کی مدد کے لئے چھوڑ دیے گئے تھے۔ ایک ایک کمان دار ایک ایک شہر کا فوجی گورنر پانچ لاکھ کی آبادی کے علاقے کا ذمہ دار تھا۔ سکندر کو دوعملی پر اصرار تھا اس لئے کہ جس یوریشیائی سلطنت کا نظام وہ تیار کر رہا تھا۔ اس میں کسی ثقافت یا قوم کا مقتدر بنا دینا مناسب نہ سمجھتا تھا۔ فوجی کنٹرول بھی مناسب حدود سے تجاوز نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے کسی فوجی افسر کو خزانہ عامہ پر اقتدار حاصل نہ تھا اور خزانہ عامہ میں جو روپیہ آتا وہ نشوو ارتقا کے منصوبوں پر خرچ ہوتا۔ ان منصوبوں میں یونانیوں جیسے تھیٹر اور دارالعلوم قائم کرنے بھی شامل تھا۔ نیز پہاڑی علاقوں میں سے سڑکیں بنانا، شفا خانے تعمیر کرنا، بیڑوں اور بندرگاہوں کا انتظام وغیرہ اس میں سے کوئی بھی کام مقدونیوں کو پسند نہ تھا۔ وہ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ہر عمل کے لئے ایشیائی افسروں سے اجازت لیں یا اپنی رسد کے لئے روپے درکار ہوں تو شامی یا مصری خزانچیوں کے سامنے دست طلب دراز کریں۔ انہیں ان کے نام بھی مضحکہ خیز معلوم ہوتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ کیسے عجیب وغریب نام ہیں جیسے امیر البحر، فرزند صداقت یا خورشید۔۔۔ ان

کے ساتھ جو مخروطی مہریں ہوتی تھیں۔ ان سے ہلال یا ملکہ وحوش یا پر دار سر کے نشان بنتے تھے۔ مقدونیوں کے دل میں ان کے متعلق بھی کوئی اچھی رائے نہ تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ان سے کبھی کوئی خوشگوار نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

سکندر نظم و نسق چلانے کے لئے روز افزوں مصیبتیں برداشت کر رہا تھا۔ کوئی افسر بیمار ہو جاتا تو پوچھتا کہ کیوں پہلے اطلاع نہ دی گئی۔ کوئی شخص کسی ایشیائی عورت سے شادی کرتا تو اس کے لئے تحفے بھیجتا۔ مطلب یہ تھا کہ وہ ایسے کاموں کو پسند کرتا تھا۔ نئے افسروں کو معلوم ہو چکا تھا کہ سکندر کے ذاتی فیصلوں کے خلاف کہیں اپیل نہیں کی جا سکتی۔ جب وہ معلوم دنیا ربع مسکوں کی حدیں گزر کر انتہائی بلندیوں پر پہنچ چکا تو اس سے فیصلے حاصل کرنا آسان نہ رہا تھا۔ افسروں کے دل میں طبعاً سوال پیدا ہوتا کہ وہ اگر واپس نہ آیا تو کیا بنے گا۔ باختر اور سغد میں جو تکلیفیں اور خطرے پیش آ چکے تھے۔ انہیں مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان سے واپس آنے کا امکان کم تھا۔ ان حالات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے افسر جو گورنری پر تھے۔ اپنی جائیدادیں اور مستقل حکومت کی داغ بیل ڈالنے لگے۔ اس سلسلے میں مقدونیوں کا جرم ایشیائیوں سے بہت زیادہ تھا۔ دراصل ایشیائی لوگ انتہائی وفاداری کے مسلک پر قائم تھے۔ سکندر نے یہ وفاداری بڑی قیمت دے کر خریدی تھی۔

اس نے ایشیائی ذہنیت کا اندازہ انتہائی حیرت انگیز تیزی سے کر لیا تھا۔ وہ ایشیائیوں سے ملتا تو مقدونی سپہ سالار کی حیثیت میں نہیں بلکہ کوروش کے

جانشین کی حیثیت میں ان سے اطاعت کا طلب گار ہوتا۔ یہ جانشینی حقیقت میں آسمانی اختیار کی دستاویز تھی۔ ایسے موقعوں پر وہ ایشیائی لباس پہنتا۔ دراصل سکندر کے لئے لازم ہو گیا تھا کہ وہ محض ایشیائیوں کو مطیع وفرمانبردار نہ رکھے۔ بلکہ ان کا احترام بھی حاصل کرے۔ مقدونیوں نے اسے پہلی مرتبہ تخت پر بیٹھے اور تاج پہنے دیکھا تو بے اختیار ہنس پڑے اور بولے ”سکندر یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے۔“

سکندر اس پر غصے میں آ گیا۔ وہ کھانے کے وقت سنہری کرسی پر بیٹھتا اور اردگرد خوشبوئیں جلتی رہتیں۔ ایشیائی لوگ یہ دیکھ کر خوش ہوتے۔ ورنہ ان پر حیرت سی طاری ہو جاتی، اس دوگونہ کردار کو پورا کرنے کے لئے اسے بڑی مشقت اٹھانا پڑی۔ کبھی وہ آزادی پسند مغربیوں کا بادشاہ ہوتا، کبھی مشرقیوں کا مطلق العنان شہنشاہ ہوتا۔ مغربیوں نے مطلق العنانی کبھی دیکھی نہ تھی اور وہ اس سے نفرت کرتے تھے۔ جب وہ باہر نکلتا اور مشرقی کمال احترام میں اس کے سامنے جھک جاتے تو مغربی اور مشرقی تصورات میں کش مکش برپا ہو جاتی تھی۔ مشرقیوں کے خیال میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ سکندر کی ذات آسمانی قوت سے خالی ہے۔ وہ اسے دیکھتے تو ہاتھ منہ پر رکھ لیتے اور گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

ایسے ہی ایک واقعہ نے کلیستھینز کا خاتمہ کر دیا تھا۔ یہ فلسفی جو ارسطو کا شاگرد تھا بارہا سکندر کو کھلم کھلا تنبیہہ کر چکا تھا۔ انگزارکس اور دوسرے لوگوں کو

معلوم تھا کہ کلیستھینز مقدونیہ کی تاریخ لکھ رہا ہے۔ انھوں نے سکندر سے کہا تھا کہ فلسفی کہتا ہے کہ میری تاریخ حکمرانوں کو ہمیشہ کے لئے نامور کردے گی۔ (اصل میں کلیستھینز نے کہا تھا کہ سکندر نہ دیوتا ہے نہ زیوس کا بیٹا ہے جو اولیمپیاس کے بطن سے پیدا ہوا تھا) صرف زندگی میں سکندر کے کارنامے ہی اس کی اچھی بری شہرت کے ذمہ دار ہوں گے۔

انکزارکس نے فلسفی نے شاید یہ کہا ہو کہ سکندر بظاہر ہی نہیں حقیقتاً حد درجہ جواں مرد انسان ہے۔ بادشاہوں میں اسے سب سے بڑا بادشاہ ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ سپہ سالاروں میں سب سے بڑھ کر قابل۔ انکزارکس نے اعتراف کیا کہ صرف موت کے بعد ہی انسان آسمانی اعزاز کا مرجع بنتا ہے۔ انسان ہونے کی حیثیت میں ڈیٔی سس تھینز کا بادشاہ تھا۔ اور ہرقل آرجیا کا۔ لیکن وہ زندگیاں پوری کرکے جا چکے تو انہیں دیوتا سمجھا جانے لگا۔ یقین ہے کہ سکندر کو بھی موت کے بعد دیوتا مانا جائے گا۔ اور اس کی مورتی کے سامنے قربانیاں کی جائیں گی۔ پھر کیا یہ قرین انصاف نہیں کہ ہم زندگی میں ہی اسے انتہائی اعزاز کا مستحق سمجھیں۔

کلیستھینز: پھر سوچو کہ سکندر فانی ہو کر دیوتاؤں کے سے اعزاز و اکرام کا مالک بننے کی کوشش کرے گا تو دیوتا اس سے کیا سلوک روا رکھیں گے۔

انکزارکس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن بعد ازاں کلیستھینز سے یہ قول منسوب کیا گیا کہ سکندر دیوتا بننا چاہے گا تو ممکن ہے کہ اسے قتل کر دیا

جائے۔ مقدونیوں نے طبعاً کلیستھنیز کی اس رائے کو مستحسن سمجھا اوراس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ سکندر پرانی رسموں کو چھوڑ رہا ہے۔ اور وہ مشرقی طورطریقوں کو پسند کرنے لگا ہے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ اس طرح اس کی فطرت بھی بدل سکتی ہے۔ اور وہ اپنے پرانے ساتھیوں اور ہم وطنوں سے بے پرواہ ہو کر واقعی ایشیا کا مالک بن سکتا ہے۔ گویا سکندر سے محبت اور وفا داری ہی مقدونیوں کے لئے غصے کا باعث بنی تھی۔

ایک شام ایک تقریب میں مقدونوی اور ایرانی دونوں یکجا تھے۔ مقدونوی سکندر سے ملتے تو معمول کے مطابق بغل گیر ہوتے۔ ایرانی کورنش بجا لاتے۔ شراب پی جارہی تھی۔ اور ہر آدمی شراب پینے سے قبل بادشاہ کو سلام کرتا تھا۔ مشرقیوں کی پیروی کرتے ہوئے مقدونوی چپ چپ ذرا آگے جھکتے پھر آگے بڑھ کر سکندر کے رخسار پر بوسہ دیتے۔ کلیستھنیز آگے بڑھا تو سکندر ہفاشن سے باتیں کررہا تھا۔ اس لئے کلیستھنیز کے متعلق اس کو علم نہ ہوا۔ ایک ساتھی نے سکندر کے بازو پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ دیکھیے آپ کے سامنے آکر فلسفی نے جھکنا گوارا نہیں کیا۔ سکندر نے اردگرد نظر ڈالی اور کلیستھنیز کا سلام قبول کیے بغیر اسے جانے کا اشارہ کردیا۔

انتقام

سکندر کے کئی جذباتی اقدامات کا واضع ردعمل اس وقت سامنے آیا جب پارمینیو، فلوٹس، اور کلائٹس کی موت اور کورنش کی رسم کے خلاف غم و غصے نے

ایک واقعے کو جنم دیا۔ پچھلے صفحات مین یہ ذکر ہو چکا ہے کہ یہ سکندر کی دوررس پالیسی کا جزو لاینفک تھا کہ ایک مشترکہ کلچر کو فروغ دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے سکندر نے ایشیائی اور مقدونوی بچوں کو مشترکہ تعلیم دلانے کی سعی کی تھی۔ کوئی پچاس ہزار مشرقی بچے فوجی معلموں سے تعلیم پا رہے تھے۔ انہیں یونانی زبان سکھائی جاتی تھی اور یونانی ہتھیاروں کے استعمال کرنے کی تربیت دی جاتی تھی۔ مقدونوی بچوں میں سے زیادہ تر بڑے بڑے امرا یا فوجی افسروں کے بیٹے تھے جو عموماً بادشاہ کے خیمے پر پہرہ دیتے تھے۔ خصوصاً رات کے وقت، نیز شکار کے آلات ان کے پاس رہتے تھے۔ جو بچے فوجی محافظوں میں بلا روک ٹوک آتے جاتے تھے۔ وہ بے روک ٹوک ہتھیاروں تک پہنچ سکتے تھے۔ ان کی وفاداری پر کبھی کسی کو شبہ نہیں ہوا۔ ایک افسر نے سب سے پہلے سازش کا اشارہ کیا۔ اس کا علم بطلیموس کو ہو گیا۔ افواہ یہ تھی کہ بچے اس بات پر خفا ہیں کہ ایرانی بچوں کو بھی خاص تعلیم و تربیت میں ان کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔ سازش کے مطابق انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ جب سکندر رات کے وقت اپنے خیمے میں تنہا رہ جائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اس میں سے ایک نوجوان جس کا نام ہرمولاس تھا۔ کلیستھنیز سے فلسفہ پڑھتا تھا۔ یہ افواہ بطلیموس نے سکندر تک پہنچائی۔ سکندر نے اس افواہ کی جانچ پڑتال کے لئے مقرر کی ہوئی ایک کونسل کے حوالے کر دیا۔ کونسل نے تعذیب کے طریقے کی مدد سے تفتیش کی تو دو یا تین بچوں نے تعذیب سے ڈر کر سازش کا اقرار کر لیا۔ ہر

مولا اس نے اقرار کیا کہ ہمیں پارمینیو، فلوٹس اور کلائٹس کی موت پر سخت رنج ہے۔ نیز ہم مشرقی لباس اور کورنش کو پسند نہیں کرتے۔ لیکن سازش کوئی نہیں کی گئی تھی اور نہ ہی اس بات کا اقرار کیا کہ کلیستھنیز کا کسی سازش میں کوئی حصہ ہے۔

لیکن افسروں نے تمام بچوں کو موت کی سزا دے دی۔ اور کلیستھنیز کو بیڑیاں پہنا دی گئیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس پر سخت پہرہ لگا دیا گیا اور وہ کچھ دیر بعد مر گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ سکندر نے خود جو خط انٹی پیٹر کو مقدونیہ بھیجا۔ اس میں لکھا کہ بچوں کو افسروں نے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا۔ لیکن کلیستھنیز کا فیصلہ میں خود کروں گا اور ان کا بھی جنہوں نے اسے بھیجا، بہر حال اس کے بعد کورنش کی رسم ترک کر دی گئی۔

پھر سکندر نے فالتو ساز و سامان کو آگ لگائی اور تیزی سے پہاڑوں کو عبور کر گیا۔ اسے اس ملعون سرزمین سے بڑی نفرت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ جلد بچ کر نکل جائے۔ اس موقع پر اس نے نہ شگون نکلوائے اور نہ کونسل سے مشورہ کیا۔ صرف ایک مقام پر اتنا ٹھہرا کہ مشرقی سکندریہ کی بنیاد رکھ سکے۔ جب وہ دریائے کابل اور مشرقی تجارتی شاہراہ پر پہنچا تو فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ سرگرمی عمل شک وشبہ اور سازش کی فضا پیدا ہی نہ ہونے دیتی تھی۔ سکندر کے حد درجہ مصروف دماغ کو یک گونہ اطمینان مل گیا۔ اور اس کے کمان دار کام میں لگ گئے۔

ہفاشن اور پرڈیکاس کو درہ خیبر کے راستے وادی سندھ میں جانے کا حکم ملا۔ منجنیقیں اور ساز وسامان انہیں کے ساتھ کیا گیا۔ اب فوج مقدونوی نہ رہی تھی۔ اگرچہ اس کے بڑے افسر مقدونوی تھے۔ ایرانی امراء نے ایک خاص رسالہ تیار کر لیا تھا۔ جسے فوج خاص کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ ان کی ڈھالیں چاندی کی تھیں۔ بعض پرانی فوجیں ختم ہو چکی تھیں۔ کریٹ کے مشاق تیر اندازوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے۔ انہیں نیارکس کی فوج میں شامل کر دیا گیا تھا۔ معاون دستے صدر مقامات میں تعین کر دیے گئے۔ مقدونیہ کی پیادہ فوج جیسی تھی ویسی ہی رہی۔ سکندر میں اسے برباد کرنے کا حوصلہ نہ تھا۔

اب کم از کم نصف فوج اسپ سوار تھی۔ نئے ایشیائی حلیفوں کے نزدیک صرف سواروں ہی کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں تمام جنگجو گھوڑے استعمال کرتے تھے۔ البتہ ملازم یا کرایہ دار نیزہ بردار پیدل چلتے تھے۔ مقدونوی پیادوں کو بھی طبعاً شکایت کا موقع ملا۔ انہیں اپنا سامان اٹھا کر ایشیائی رسالوں کے ساتھ گرد پھانکتے ہوئے پیدل چلنا منظور نہ تھا۔ سکندر نے ان میں سے بعض رجمنٹوں کے لئے سواری کا انتظام کر دیا۔ باقی جو بدستور پیدل رہے۔ ان کا سامان گاڑیوں پر لد کر جانے لگا۔

دریائے کابل پر جو آخری سکندریہ آباد ہوا تھا۔ اس میں پندرہ ہزار فوجی متعین کیے گئے تھے۔ یہ ہندوستان میں پیش قدمی کا مرکز تھا۔ خود سکندر کے ساتھ کوئی چالیس ہزار فوجی تھے۔ غیر مضافاتی آبادی کی تعداد معلوم

نہیں۔ گرینی کس کی جنگ میں اس کے پاس جتنی فوج تھی۔ اب اس سے تین چار گنا ہو چکی تھی۔ لیکن یہ فوج قومی نہ تھی بلکہ بینال اقوامی تھی۔

اتنی بڑی فوج کو متحد رکھنا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اور سکندر اس فوج کو قبض وتصرف کے لئے بلکہ دریائے سندھ کے آریائی لوگوں کے ہم نوا بنانے کے لئے ساتھ لے جا رہا تھا۔ اس نے خط وکتابت شروع کر دی وہ جانتا تھا کہ وادی سندھ کے لوگ اس کی پیشوائی کو تیار ہیں۔ رسد کے تحفے لائیں گے اور عجیب وغریب قوی ہیکل جانور پیش کریں گے۔ جسے ہاتھی کہتے ہیں۔ چند سال سے وہ سکندر کے متعلق بہت کچھ سن چکے تھے۔ ایشیا کے شہنشاہ کو اپنے وطن سے امن پسندی سے گزارنے پر بالکل آمادہ تھے۔ حقیقت میں سکندر خود بھی جنگ کا وہ بوجھ خواہ مخواہ برداشت نہ کرنا چاہتا تھا۔ جس میں گزشتہ ڈھائی سال کی مدت گزار چکا تھا۔

مشرق کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس نے معمول کے مطابق فوج کے مختلف حصے کر لیے۔ اور ہر حصے کے الگ الگ کمان دار بنا دیے۔ بطلیموس کو اپنا نائب بنایا۔ نقل وحرکت کا کام کرٹیرس کے حوالے کیا۔ وہ خود شمال مشرق کی طرف مڑا۔ فوج کے نہایت تجربہ کار دستے اس کے ساتھ تھے۔ اور انجینئر ان منجنیقوں کو ساتھ لیے جا رہے تھے جو پہاڑوں میں کام دے سکتی تھیں۔ اس طرح وہ بلند درے کی طرف بڑھا جو ہندی کوہ ہمالیہ کے عظیم الشان سلسلے سے مل جاتا ہے۔ اردگرد سے کوئی فوج نہ گزر سکتی تھی۔

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

دولت کی ذخیرہ اندوزی

مشرق سے واپسی پر سکندر اپنے مفتوحہ علاقوں کے انتظامات کو دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ چار سال قبل وہ جب وہ عجلت میں ایکتبانہ سے نکلا تھا تو سلطنت کے معاملات جس نہج پر چھوڑ کر گیا تھا۔ وہاں سے پہلے کی طرح مائل خرابی تھے۔ مقدونیوں نے اختیارات کا بھرپور بلکہ ناجائز استعمال کیا مرکز تک یہ اطلاعات نہیں پہنچی تھیں۔ سکندر کو وہاں پہنچ کر ایرانیوں کی زبانی تمام حالات کا علم ہوا۔

سکندر نے ایشیا میں فوجی گورنر مقرر کیے تھے۔ انہوں نے تمام تر توجہ مال بنانے پر صرف کی۔ جب کہ سکندر نے واضح طور پر اس پالیسی سے منع کیا تھا۔ ایشیائی یونانیوں کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا۔ ایرانیوں سے سخت رویہ رکھا گیا۔ ان کی عبادت گاہوں پر حملے کیے گئے اور انہیں لوٹا گیا۔ مقامی سرداروں کو قتل کی سزائیں سنائی گئیں۔ یہ سکندر کی حکومتی پالیسی کے خلاف تھا۔

ہندوستان میں ایک جنگ کے دوران جب سکندر زخمی ہوا تو اس کا سردار پیوسی ٹس اس کے آگے ڈھال بن گیا تھا۔ سکندر نے پیوسی ٹس کو ایران کا نائب السلطنت مقرر کیا۔ ایسے حالات میں سکندر نے مجرموں کو قرار واقعی سزائیں دیں اور اپنے فوجی سرداروں کو نکیل ڈالی۔ سکندر جہاں بھی گیا لوگ جوق در جوق اس سے ملنے آتے تھے۔ لیکن وہ استقبال کی نیت سے کم بلکہ اپنے

مصائب کے ہاتھوں پریشان اور مسائل کا بوجھ اٹھائے پھرتے تھے۔ ان مسائل کی اکثریت سکندر کے انتظامی افسروں کی پیدا کردہ تھی۔ سکندر کو جب معاملات کے اس رخ کا اندازہ ہوا تو اس نے فی الفور یورپی افسروں کو انتظامی عہدوں سے ہٹا دیا۔ اس سے مقامی لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہیں حاکم اعلیٰ کے آنے کا احساس ہوا۔ اس طرح وہ اپنی شکایتیں لے کر سکندر کے دربار میں حاضر ہونے لگے۔

مصر کا انتظام

مصر میں سکندر نے اپنی دوبارہ آمد پر کئی بڑے تغیرات محسوس کیے۔ پہلی بڑی تبدیلی یہ تھی کہ مشرق اور مغرب کا ملاپ بڑی تیزی سے ہو رہا تھا، تمام تجارتی راستوں پر تجارت بڑھنے سے یہ علاقے ساحلی علاقوں سے مل گئے تھے۔ پہلے مصر بیرونی دنیا سے منقطع تھا۔ لیکن اب وہاں دنیا بھر سے جہاز آ کر لنگر انداز ہوتے تھے۔ ان جہازوں میں زیادہ تر غلہ ہوتا تھا۔ مصر کے تاجروں نے فیصلہ کیا کہ شہر میں غلے کی قیمت کو قابو میں رکھنے کے لئے باہر سے آنے والے غلے پر محصول ٹیکس عائد کیا جائے۔ ان بدلتے حالات میں بہت سے لوگ پیسہ کمانے کی نئی سے نئی ترکیبیں بروئے کار لا رہے تھے۔ اس طرح کے نت نئے مسائل سکندر کے دربار میں پیش ہو رہے تھے۔

کوروش کا مقبرہ

سکندر کے علم میں آیا کہ کوروش کا مقبرہ اس کی توجہ کا طالب ہے۔ سکندر

کے دریافت کرنے پر اسے بتایا گیا کہ کوروش کے مقبرے کے پہرے پر مامور عملہ زیر حراست ہے۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے کوروش کی قبر سے سونے کا تابوت چرایا ہے۔ یا چرانے میں معاونت کی ہے۔ اس وجہ سے پہرے داروں کے لئے روزانہ کی خوراک ایک بھیڑ، آٹا، اور شراب کی سپلائی روک دی گئی۔

یہ سن کر سکندر کے چہرے کا رنگ غصے سے متغیر ہو گیا۔ وہ سرعت سے اپنے سفید گھوڑے پر سوار ہوا اور اکیلا ہی کوروش کے مقبرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا محافظ دستہ اس سے بہت پیچھے رہ گیا۔ وہ پارساگرد کی پہاڑی نشیب میں واقع برساتی نالے کے پاس کوروش کے مقبرے کے پاس جا کر رک گیا۔ قبر چاک تھی۔ اور سونے کا تابوت غائب تھا۔ قبر کے شگاف کو کسی چیز سے ڈھانپا گیا تھا۔ سکندر کے ذہن میں کوروش کے الفاظ بجلی کی طرح گونجے۔

میں ایرانی سلطنت کا کوروش ہوں، میں نے ایشیا کو ایک ریاست بنایا ہے۔ اے جانے والے جان لے کہ میری ابدی خواب گاہ میں کوئی خلل اندازی نہ کرے۔

چونکہ قبر میں قیمتی چیزیں تھیں۔ جنہوں نے خلل اندازی کی وجہ فراہم کی۔ لیکن سکندر کو یقین تھا کہ یہ کام صدیوں سے چلے آنے والوں کا نہیں۔ یہ لوگ نسل در نسل مقبرے کی حفاظت پر مامور تھے۔ اس لئے ان پر چوری کے الزام میں کوئی وزن نہ پایا گیا۔ سکندر کے خیال میں یہ کام کسی باہر والے کا تھا۔ اسے زیادہ شک مقدونیوں پر تھا۔ وہیں اس کی ملاقات بوڑھے مجوسیوں سے

ہوئی جو اس سے ملاقات کے لئے آئے تھے۔ وہ بڑے ادب سے کورنش بجا لائے۔ سکندر نے انہیں مدعا بیان کرنے کی اجازت دی تو انہوں نے کہا کہ

”اے انسان، آپ جانے والے کی جگہ جانشین ہو۔ یہ سلسلہ جانشینی نیا گاں کے زمانے سے بادشاہوں میں چلا آرہا ہے۔ لیکن بعض اوقات یہ منصب ہر کسی کو نہیں ملتا۔ اور یہ کہ نالائقوں کو وراثت ملنی بھی نہیں چاہیئے۔ اس پر بزور قوت قبضہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب کسی کو ملتی ہے تو اسے چھپایا بھی نہیں جا سکتا۔ بہت سے بادشاہوں کی عظمت کا دور گزر چکا ہے۔ ان کے نام بھی فراموش کر دیے گیے۔ یہ وراثت کوروش سے تمہیں ملی ہے۔ یہ نہ پوچھنا عظمت کہاں سے آتی ہے۔

ان تین بوڑھوں کی خواہش پر سکندر نے ان کا لایا ہوا ناشتہ تناول کیا۔ اسے ان کی باتوں سے کیلی ناس کی یاد آئی۔ سکندر نے ان کے ندی سے لائے ہوئے ٹھنڈے پانی سے ہاتھ دھوئے۔ ان کے الفاظ سکندر کے دل میں اتر گئے۔ کہ جو خدا کے بندوں کا بادشاہ بنتا ہے۔ وہ ایسی باتوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہ افراد تو یہ کہہ کر چلے گئے۔ لیکن سکندر خیالات کی گہرائی میں کیلی ناس کے ان الفاظ کہ ”تم خدا کی زمین میں جتنا مرضی اودھم مچاؤ، تمہیں صرف اتنی ہی زمین درکار ہے۔ جتنی ایک قبر کے لئے چاہیئے ہوتی ہے۔

کیلی ناس کے یہ الفاظ سکندر کے سامنے آخری الفاظ تھے۔ بیمار ہونے اور وطن سے دوری کے سبب اسے اپنی موت یقینی نظر آرہی تھی۔ لیکن وہ مزید جینے

کا بالکل خواہ نہیں تھا۔ اس نے وصیت کی کہ ایک چتا جلائی جائے۔ وہ اس میں بیٹھ کر اپنی جان دے دے گا۔ سکندر کو ان الفاظ پر یقین نہ آیا۔ لیکن جوگی نے ایک چتا بنوائی اور اس پر بیٹھ کر جلنے کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سکندر نے اس کی خواہش پوری کرنے کا حکم دے دیا۔ ایک عمدہ گھوڑا اور بہت سے سنہری برتن کیلی ناس کی طرف سے قربانی کے لئے پیش کیے گئے۔ لیکن کیلی ناس کو یہ قربانی پسند نہ آئی۔ اس نے گھوڑا اور برتن مقدونیوں کے حوالے کر دیے۔ اور چپ چاپ چتا پر لیٹ گیا، اس کے گرد آگ بھڑکنی شروع ہو گئی۔ سکندر نے زور زور سے باجے بجانے کا حکم دیا، ہاتھیوں نے چنگھاڑ سے سلامی دی۔ یہ اعزاز اس ہندوستانی جوگی کی بہادری اور جرات مندی کے سلسلے میں دیا گیا۔ فوج کو ایسا معلوم ہوا کہ ایک طلسم ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ کیل ناس جلنے پر اصرار نہ کرتا۔

یروشلیم کے ایک بڑے مذہبی پیشوا کی طرف سے حفاظتی گارڈ کی تعیناتی پر اصرار کیا۔ سکندر نے پچھلے سات سالوں کی روشنی میں اس کے استدلال کو نہ مانا۔ اور اسے محفوظ قرار دیا۔ کہ اس عرصے میں نہ تو کوئی جنگ ہوئی اور نہ ہی اسے کسی نے ستایا۔

یونان پر گہری نظر

یونان کی اندرونی شورشوں پر قابو پانے کے بعد سکندر نے مناسب سمجھا کہ انٹی پیٹر کی جگہ کریٹرس کو مقرر کر دے۔ جو نہایت قابل ناظم تھا۔ انٹی پیٹر

نے تمام احکام کی تعمیل نہایت وفاداری سے کی تھی۔ لیکن اس کی رائے میں یونانی باغی تھے۔ سکندر ضرورت محسوس کرتا تھا کہ اس کی جگہ کوئی جوان آدمی یونان کا نظم ونسق سنبھال لے۔ خصوصاً اس لئے کہ اس کی ماں اولمپیاس اپنی ایک پارٹی بنا رہی تھی۔ کریٹرس بخار کے باعث کمزور بھی بہت ہو چکا تھا۔ اور سکندر نہیں چاہتا تھا کہ اس کے بہترین افسر کی زندگی خطرے میں پڑی رہے۔

چنانچہ اینٹی پیٹر سے نظم ونسق لے لیا گیا۔ تو اس کے بیٹے کیسنڈر نے احتجاج کیا اور سکندر کے پاس ایشیا آیا۔ اس نے کہا لوگوں نے میرے باپ پر حقائق جانے بغیر دور بیٹھ کر الزام عائد کیے جب کہ ان میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ اس نے براہ راست سکندر پر الزام عائد کرنے میں احتیاط سے کام لیا۔ سکندر نے کورا جواب دیا کہ تم اور تمہارا باپ اگر مجرم ٹھہرے، تو ضرور سزا دی جائے گی۔ لیکن ابھی مجھے معلوم نہیں ہوا کہ آیا تم مجرم ہو؟۔

کیسنڈر پر واضع ہو گیا کہ سکندر بالکل بدل چکا ہے، اور اسے اپنے دوستوں پر بھروسہ نہیں رہا ہے۔ نہ ان دیوتاؤں پر اعتقاد رہا ہے۔ جن کے لئے وہ پہلے قربانیاں کیا کرتا تھا۔ اس نے سکندر اور دوسرے مقدونیوں کو دس برس بعد دیکھا تھا۔ لیکن اس تغیر کی اسے امید نہ تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اس قدر ڈر گیا تھا۔ حتیٰ کہ سکندر کی موت کے بعد کیسنڈر کسی وقت بھی سکندر کے کسی مجسمے کے پاس سے گزرتا تھا۔ تو اس پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔

اب سکندر کے کارناموں اور فتوحات کی دھوم چاروں طرف تھی۔ اس کی

فتوحات نے مشرق ،مغرب میں تجارت کے نئے باب کھول دیے تھے۔ جیسے سترنئ شاہراؤں کی تعمیر، بیس ہزار سٹیڈ کی کثیر رقم سے چلنے والے تجارتی قافلے ،جنوبی سمندر میں جہاز رانی وغیرہ۔ اس سے پہلے سمندر میں اس درجے کی نقل وحرکت اس وقت کی دنیا کے لئے بالکل نئ بات تھی۔

جنوبی سمندر میں جہاز رانی دنیا ک ایہ وسیع تر تصور ان کے لئے مسحور کن تھا۔ انہیں ایسے وسائل میسر آ گئے تھے جن کے روبرو یونانی شہروں کے وسائل بے حقیقت رہ گئے تھے۔ اتنی بڑی آبادی ان کے ماتحت آ گئی تھی۔ جس کے سامنے یونان کی آبادی ایک چھوٹی سی اقلیت کی حیثیت رکھتی تھی۔

نظام حکومت ساتھ ساتھ

اب سکندر جہاں جاتا، حکومت کا نظام اس کے ساتھ چلتا تھا۔ نظام حکومت کے بارے میں کیلی ناس کی کی گئ نصیحت اسے یاد تھی۔ سکندر کو ارسطو کی اس سکیم نے بھی متاثر نہیں کیا تھا۔ کہ حکومت کا نظام تعلیم یافتہ افراد کی ایک مخصوص جماعت کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ یہ نظریہ اس دور کے لوگوں کو ناقابل عمل نظر آیا، اب چونکہ سکندر کی سلطنت مقدونیہ سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گئی تھی۔ ایک ایسی جماعت کا تصور ہی محال تھا۔ دوسرا سکندر کو اس کی زندگی نے ہی اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اپنے مفتوحات پر کوئی نظام حکومت لاگو کرتا۔ جس سے اس کے ذہن میں موجود کسی خاص نقشے کا اندازہ ہوتا۔ اس سے پہلے سکندر افلاطون کی مثالی حکومت کے نظریے کو بھی رد کر چکا تھا۔

جس طرح سکندر اپنے ابتدائی دور میں ہر معاملے میں جنگی کونسل سے مشورہ کرتا تھا۔ لیکن ایک عرصہ گزرنے پر اس نے یہ سلسلہ بند کر دیا۔ اور صرف مخصوص افراد سے ہی مشورہ کرتا تھا۔

بطلیموس نے اس کے لئے خطابات کی ایک فہرست تیار کر رکھی تھی۔ جیسے سکندر سوم، شاہ مقدونیہ، یونانی شہروں کا نیم ملکوتی مشروط آقا، مصر کا فرعون، خدا کا اوتار۔ آئی اونیا کی بندرگاہوں کا حلیف اور آقا، قونیقی شہروں اور بحری بیڑوں کا خود مختار مالک اور یہودیوں کے مذہبی پیشوا کا محافظ، ایرانی مجوسیوں کا شہنشاہ، ہندوستان کے راجاؤں کا دوست اور ہندوستان کا ایک ایسا فرمانروا جس کا منصب تعین نہ ہوا تھا۔

بطلیموس جانتا تھا کہ سکندر القابات اور خطابات سے بالکل پرواہ ہے۔ لیکن بطلیموس کو یہ بھی یقین تھا کہ سکندر جب تک زندہ ہے۔ اپنی نومولود عالم گیر سلطنت پر قبضہ برقرار رکھے گا۔

روشنک اب امید سے تھی لیکن کوئی مورخ اس بات کی تصدیق نہیں کرتا کہ سکندر نے کبھی یہ کہا ہو کہ اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو۔ اسے میرا جانشین سمجھا جائے۔ مقدونیہ میں اپنے قریبی رشتے داروں کے بارے میں بھی وہ کچھ سوچنے اور وقت ضائع کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ایشیائی خاتون سے جو بچہ پیدا ہوگا۔ اس کے ساتھ رشتے دار کیا سلوک کریں گے۔ اس کا ذہن ایرانی سلطنت کی حدود بحال کرنے کی مختلف

ترکیبیں سوچ رہا تھا۔ اسے کروش کے طرزِ حکومت نے بہت متاثر کیا تھا۔ اس لئے کہ اس کی حکومت کی وجہ سے امن قائم ہوا تھا۔ لیکن وہ خود کہتا تھا کہ مقدونوی فتوحات ایرانی حکومت کے دائرے سے آگے نکل گئی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک رعایا پر حکمران نہیں سمجھتا تھا۔ بلکہ اسے احساس تھا کہ وہ ایک بہت بڑا مقصد لے کر آیا ہے۔ جسے پورا ہونا چاہیئے۔ فوج سے اپنی نئ حکومت کے متعلق بات چیت کرتا تو کہتا کہ یہ مقدونی دولت متحدہ ہے۔

چونکہ ایرانی دیوتا کے سامنے جھکنے کو باعث ذلت نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے سکندر کے ایران پر تسلط کو قانونی حیثیت دینے اور اس نظام حکومت کو ایرانیوں کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے سکندر کو دیوتا کا درجہ دینے کا اعلان کیا گیا۔ ایسا اعلان ڈلفی کے مندر سے کیا گیا۔ سکندر نے اس بیان پر کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

اس اعلان میں فیصلہ کیا گیا کہ سکندر کی مورتی کے سامنے قربانیاں ہونی چاہییں۔ اور کھیلوں کا انعقاد کیا جانا چاہیئے۔

سوس

سوس میں قیام کے دوران بھی سکندر حکومت کے کاموں اور مسائل پر برابر توجہ دیتا رہا۔ وہ اپنی سرکاری مشینری پر ان تھک اور مسلسل کوششوں کی ضرورت پر زور دیتا رہا۔ ایشیا میں فصلوں کو پانی کی کمی جیسے مسائل کا سامنا تھا۔ اس کے علاوہ قحط بھی اس علاقے کا ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ زرعی اراضی کا

انحصار بارشوں پر تھا۔ بارشیں ہونے کی صورت میں زرخیزی ورنہ زمین بنجر ہی رہتی تھی۔

سکندر نے اس مشکل کو مستقل بنیادوں پر حل کرنے کے لئے دریا سے چھوٹی بڑی نہریں نکالیں۔

سکندر کی آباد کردہ نوآبادیاں اس زمانے کے تمدن کے اعتبار سے ایک زبردست تجربہ تھا۔ جس کے تحت تھوڑے عرصے میں نئے شہر تعمیر ہو جاتے تھے۔ چند دنوں میں پختہ اینٹوں کی دیواریں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ چھت کے بغیر تھیٹر بنا لیے جاتے۔ پہاڑوں کے دامن میں یا صحرائی میدانوں میں کھیلوں کے لئے زمین تیار کر لی جاتی۔ ہر نوآبادی میں تعلیم اور تفریح کا پورا انتظام ہوتا۔ ان نوآبادیوں میں طرح طرح کے لوگ بس جاتے تھے۔ تاجر باہر سے چیزیں لانے کا انتظام کرتے۔ دیہات کے لوگ روپے اور سامان کے لئے آ بستے۔

مثال کے طور پر تدمر ایک پرانا تجارتی شہر تھا۔ جب اس میں رومی پہنچے تو وہاں عرب آرامنی، یونانی، یہودی اور شامی آباد تھے۔ تدمر اور الرقیم سے جو تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ ان سے محصول لیا جاتا۔ تجارت کی ترقی نے نئے شہروں کی اہمیت بہت بڑھا دی تھی۔ بہت سی ایسی نوآبادیاں بھی تھیں جو تجارت کے باوجود ترقی نہ کرسکیں۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ آباد تھے جو ایک زمانے میں فوجی خدمات سرانجام دے چکے تھے۔ یا مقامی باشندوں نے وہاں اپنے مکان بنا رکھے تھے۔

وجہ معلوم نہیں لیکن سکندر نے مشرقی جانب کی فوجی چوکیوں سے تمام تنخواہ دار یونانی فوجیوں کو بلا لیا اور انہیں واپس وطن بھیج دیا۔ اس کے پیچھے کار فرما عنصر فوجیوں کو درپیش تکالیف ہی نظر آتا ہے۔ اسی زمانے میں اسے معلوم ہوا کہ ایکتبانہ میں تین ہزار یونانی ہنر مند گویے اور فن کار مشرق کی طرف جانے کے خواہش مند ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوجی قوت کے ساتھ ساتھ غیر مضافی آباد کاروں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی اس کی دوررس حکمت عملی کا حصہ تھی۔

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

بدشگونی

چھلائیز نے پیشین گوئی کی تھی کہ سکندر کو بابی لون کے شہر میں ناتجربہ کاری کے سبب مشکل اور بدقسمتی کا سامنا ہوگا۔ لیکن سکندر نے نہ صرف کامیابی کے ساتھ بابی لون شہر کی طرف مہم جوئی کی، بلکہ دریائے فرات اور پیلاکوپاز (Pella) کے درمیان ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ اس شہر میں اپنی پسند سے رہائش اختیار کرنے والوں کے علاوہ اس نے یونانی تاجر اور ایسے افراد آباد کیے جو اپنی عمر یا مہلک چوٹ کی وجہ سے فوجی سروس ادا کرنے سے قاصر تھے۔

اس پیشین گوئی کے غلط ثابت ہونے پر سکندر کا دیوی دیوتاؤں کے اعتقاد میں اضافہ ہوا۔ اس نے بابی لون شہر کے بائیں طرف سے دریا کے گدلے حصے میں آگے بڑھنے کے لئے لنگر اٹھا لیے۔ بہت سے (Assyrians) بادشاہوں کے مقبرے ان ہی گدلے پانیوں میں تعمیر کیے گئے تھے۔ ان گدلے پانیوں میں سفر کرتے ہوئے دو اہم واقعات پیش آئے۔ ایک تو یہ کہ اس کی بحری جہازوں کی فوج کا ایک حصہ دریا کے تنگ حصوں میں الجھ کر راستہ بھول گیا۔ ان کو پائلٹ کی ضرورت تھی۔ پائلٹ وہ کردار تھا جو ان کو آگے چل کر راستے کی رہنمائی کرتا تھا۔ سکندر نے ان کے لئے ایک پائلٹ بھیجا جو بھٹکی ہوئی فوج کو دریا کے چینل میں واپس لے آیا۔

ملاح کا سر اور شاہی ہیٹ

دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ دوران سفر ہوا کے تیز دباؤ نے اس کا چوڑا شاہی ہیٹ اور اس کا اوپری دھاتی خول پانی میں گرا دیا جسے سمندر کی ہوا اور پانی اڑا کے مزید دور لے گئے۔ جہاں وہ دریا میں اگے ہوئے سرکنڈوں میں الجھ کر رک گیا۔ یہ سرکنڈے پرانے بادشاہوں کے مقبروں کے نزدیک ہی تھے۔ یہ واقعہ بذات خود بدشگونی اور ایک خطرے کی آمد کی اطلاع دے رہا تھا۔ لشکری بھی اسے بدشگونی تصور کر رہے تھے۔ بعد میں رونما ہونے والے واقعات نے اسے درست ثابت کر دیا۔ سکندر کے ملاحوں میں سے ایک نے غیر معمولی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور دریا میں کود کر اس ہیٹ کو سرکنڈوں سے چھڑا لیا۔ واپسی پر ملاح نے اس ہیٹ کو ہاتھوں میں نہ پکڑا کہ مزید گدلا نہ ہو جائے اور اس نے اس ہیٹ کو سر پر لے لیا۔ جہاز پر پہنچ کر بادشاہ کے حوالے کر دیا۔

سکندر کی سوانح عمری لکھنے والے بہت سے مورخ لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے اس کے جوش جذبے کو سراہتے ہوئے انعام کے طور پر خلعت عطا کی اور ساتھ ہی اس کا سر قلم کرنے کا حکم دے دیا۔ کیونکہ اس نے بزرگوں سے سنا ہوا تھا کہ کسی ایسے سر کو محفوظ نہیں چھوڑنا چاہیئے جس نے شاہی ہیٹ پہنا ہو۔ جہاں اس ملاح نے بادشاہ کی فیاضی کا مزہ چکھا۔ وہاں اس نے بادشاہ کی دشمنی کا مظاہرہ بھی دیکھا۔ کچھ مورخین کے خیال میں یہ ملاح فینوشیز میں سے تھا۔ اور کچھ کے خیال میں وہ سلیوکس میں سے تھا۔ اس لحاظ سے یہ واقعہ سکندر کے لئے

خطرناک تھا۔ اور سلیوکس کے لئے بعد میں مضبوطی کا باعث بنا۔ جن لوگوں نے سکندر کے بعد حاکمیت اعلیٰ سنبھالی۔ ان میں سے سلیوکس سب سے مضبوط بادشاہ بن کر ابھرا۔ اور سکندر سے زیادہ رقبہ زمین پر حکمرانی کی۔

منحوس سایہ

مورخ ارسٹوبولس لکھتا ہے کہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات اپنا سایہ پہلے ہی ڈال دیتے ہیں۔ ان سایوں سے آنے والے واقعات کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ایک جگہ پر پڑاؤ کے دوران سکندر ایران اور سمندر کی طرف سے لائی گئی فوج کی مقدونیہ کی لائینوں میں تقسیم کر رہا تھا کہ اسے پیاس محسوس ہوئی۔ وہ اپنے تخت سے اٹھا اور تخت چھوڑ کر اپنے خاص ساتھیوں کے جھرمٹ میں سے ہوتا ہوا باہر نکلا۔ پیچھے تخت خالی تھا۔ تخت کی ہر سمت میں بیٹھنے کے لئے کرسیاں موجود تھیں۔ جن پر اس کے ساتھی براجمان ہوتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک بے ترتیب حلیے والا شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایسے افراد میں سے تھا جن کو زنجیروں کے بغیر زیر نگرانی رکھا گیا تھا۔ تخت کی طرف گھورتے ہوئے اور کرسیاں کو خالی پا کر (کیونکہ بادشاہ کے کھڑے ہوتے ہی اس کے ساتھی بھی کھڑے ہو کر باہر نکل گئے تھے۔) تخت پر بیٹھ گیا۔ ایک ایرانی قانون کے مطابق، انہوں نے اس شخص کو تخت سے اٹھ کر حکم دینے کا موقع نہ دیا۔ لیکن اچانک کسی عفریت جیسی چیز کو سامنے پا کر اپنی چھاتیاں پیٹنی شروع کر دیں اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سکندر کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو اس نے

حکم دیا کہ اس شخص کو جس نے تخت پر بیٹھنے کی جسارت کی ہے۔ سخت سزا دی جائے اور دریافت کیا جائے کہ اس نے ایسا کسی طے شدہ منصوبے اور سازش کے تحت کیا ہے۔

تفتیش کے دوران اس شخص نے کچھ قبول نہ کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ ایسا کرنے کا خیال اسے ٹھیک اسی وقت ہی دماغ میں آیا جب اس نے تخت کو اپنے سامنے خالی پایا۔

حقائق جاننے کے بعد بھی اس واقعہ کو سکندر کے لئے کوئی نیک شگون قرار نہیں دیا گیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد کام یابی کے لئے دیوتاؤں کو روایتی قربانی پیش کرنے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جشن منا رہا تھا۔ رات گئے تک ان کے ساتھ مے نوشی کرتا رہا۔ اس نے قربانی کے جانور اور بہت سی شراب اپنی فوج کے ہر چھوٹے بڑے درجے میں تقسیم کیے۔ ضیافت کے بعد سکندر آرام کی غرض سے اپنے بستر پر جانا چاہ رہا تھا کہ اس کے ساتھیوں میں سے معتمد ترین میڈیسن نے بادشاہ کو اپنی رہائش گاہ پر ہونے والی موج مستی کی محفل میں شرکت کی درخواست کی۔

سکندر بیمار پڑ گیا

سکندر بیمار پڑ گیا۔ ڈائری کے اوراق کے مطابق وہ میڈیسن کی رہائش پر کھانے پینے میں مشغول رہا۔ فارغ ہو کر وہ کھڑا ہوا، غسل کیا اور سو گیا۔ میڈیسن کے گھر پر ہی اس نے شام کا کھانا کھایا، شراب پی اور رات

کے کسی پہر سو گیا۔ صبح اٹھ کر اس نے غسل کیا تھوڑا سا کھانا کھایا اور پھر وہیں سو گیا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی اپنے آپ کو بخار میں مبتلا محسوس کر رہا تھا۔ اس کی معمول کی عادت کے مطابق اسے قربانیوں کے لئے مخصوص ایک کوچ پر باہر لے جایا گیا مقدس رسومات سے فارغ ہو کر وہ عشائیے والے ہال میں ہی شام ہونے تک لیٹ گیا۔ اس دوران اس نے اپنے افسروں کو مہم اور سمندری سفر کے بارے میں ہدایات دیں۔ اس کا حکم تھا کہ جو پیدل جا رہے ہیں۔ وہ چوتھے دن تیار رہیں۔ اور جو اس کے ساتھ سمندری سفر میں ہوں گے وہ پانچویں دن لنگر اٹھانے کے لئے تیار رہیں۔ اس جگہ سے اسے دریا تک ایک کوچ کے ذریعے لے جایا گیا۔ جہاں سے وہ ایک کشتی میں سوار ہو کر دریا کے پار پارک کی طرف گیا۔ وہاں اس نے غسل کیا اور آرام کے لئے چلا گیا۔

اگلے دن اس نے دوبارہ غسل کیا اور روایتی قربانیاں پیش کیں۔ اس کے بعد سکندر آرام کی غرض سے بنائے گئے عارضی کمرے میں داخل ہوا اور لیٹ کر میڈیسن سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ وہ صبح اس سے ملنے کے لئے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے رات کا کھانا تھوڑا سا کھایا۔ اس وقت تک اس کو بخار نے آن لیا تھا۔ اور وہ رات بغیر کسی وقفے کے بڑھتا گیا۔ اگلے دن اس نے غسل کیا اور قربانی پیش کی۔ جب کہ نیرکس اور دوسرے سمندری افسروں کو حکم دیا کہ سمندری سفر تیسرے دن شروع کیا جائے۔ اگلے دن اس نے حسب معمول غسل کیا اور قربانی پیش کی۔ مقدس

رسومات سے فارغ ہونے کے بعد بھی اس کا بخار کم نہ ہوا۔ اس دوران اس نے تمام افسروں کو بلا کر سمندری بیڑے کو ہر طرح سے تیار رہنے کا حکم دیا۔ شام کے وقت پھر نہایا، اس وقت تک اس کا بخار شدید ہو گیا تھا۔ اگلے دن اس کو تیرتے ہوئے نہانے کے لئے بنائی گئی جگہ (تالاب) کے نزدیک ایک گھر میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں اس نے پہلے سے طے شدہ مذہبی رسومات کو دہرایا۔ اب تک اس کا بخار خطرناک حد تک بگڑ چکا تھا۔ پھر بھی اس نے افسروں کو بلا کر تازہ ہدایات دیں۔ اگلے دن بڑی مشکل سے اسے قربانی کی رسومات ادا کرنے والی جگہ تک لے جایا گیا۔ اس کا تازہ حکم یہ تھا کہ تمام جرنیل حاضر ہوں۔ جب کہ کرنل اور کپتان دروازوں پر موجود رہیں گے۔ حالات چونکہ خطرناک موڑ کی طرف جا رہے تھے۔ اس کو پارک سے محل میں منتقل کر دیا گیا۔ جب اس کے افسر کمرے میں داخل ہوئے۔ حالانکہ وہ ان سب کو بخوبی جانتا تھا۔ لیکن وہ کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ کیونکہ اس کی قوت گویائی جواب دے چکی تھی۔ ہر گزرنے والے دن اور رات کے ساتھ اس کا بخار بڑھتا چلا گیا۔

شاہی ڈائری کے مطابق سکندر کی حالت تشویش ناک تھی۔ اس بات سے قطع نظر یہ بھی تحریر شدہ ہے کہ لشکر اپنے بادشاہ کو دیکھنے کا متمنی تھا۔ درحقیقت لشکر میں یہ افواہ پھیل چکی تھی کہ سکندر کی موت واقع ہو چکی ہے۔ لیکن اس کا اعلان نہیں کیا جا رہا ہے۔ اس کے محافظوں کی طرف سے اس خبر کو صیغہ راز میں

رکھا جا رہا ہے۔ اس خیال کے پیش نظر سپاہی ایک مرتبہ سکندر کو دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کی اکثریت غم سے نڈھال تھی۔ لیکن وہ اپنے بادشاہ کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اور بادشاہ کے لئے دلی محبت رکھتی تھی۔ اس محبت نے انہیں یہ حوصلہ دیا کہ انہوں نے بادشاہ کو بنفس نفیس دیکھنے پر اصرار کیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب سپاہی اس کے پاس سے گزرتے تو قوت گویائی چھنے جانے کے باوجود بادشاہ نے اپنا دایاں ہاتھ ہلا کر انہیں خوش آمدید کہا۔ بمشکل تمام اس نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی آنکھوں کے ساتھ اظہار کیا۔ یہ نظارہ اس کی زندگی کا آخری نظارہ ثابت ہوا۔ اس کے کچھ ہی دیر بعد وہ اس جہاں فانی سے کوچ کر گیا۔

شاہی دائری کے مطابق، پائیتون، اٹالس، ڈیموفو، کلیمینس، مینڈ اس اور سلیوکس نے رات سیراپس کے مندر میں گزاری۔ آگے بڑھنے سے پہلے سیراپس کا ایک مختصر تعارف کرادوں، سیراپس یا سیراپز ایک مصری دیوی تھی۔ جس کی پوجا ٹولمیز کے عہد میں یونان میں متعارف کروائی گئی۔ مندرجہ بالا جرنیلوں نے دیوی دیوتا سے مخاطب ہو کر کہا کہ بہتر ہوگا کہ سکندر کو ٹھیک کرنے کی غرض سے علاج کی نیت سے مندر لایا جائے۔ دیوتا کی طرف سے آواز آئی کہ اسے مندر میں لانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہیں رکھنا بہتر ہوگا۔ یہ جواب سکندر کے معتمد ساتھیوں نے بتایا۔ اس کے بعد جلد ہی سکندر کی روح پرواز کر گئی۔ جیسا کہ یہ سمجھایا گیا کہ یہ واقعہ ہونا تھا۔ واقعہ کی صداقت اور روح سے نہ ارسطوبولس نے اور نہ ہی ٹولمی نے اپنی تاریخ میں اختلاف کیا ہے۔ تاریخ دان رقم

طراز ہیں کہ سکندر کے معتمد ساتھیوں نے سکندر سے دریافت کیا کہ وہ کسے اپنی بادشاہت دینا چاہتا ہے تو اس نے جواب دیا ''سب سے بہتر کو'' اجملے کے بارے میں کئی ایک نے لکھا ہے کہ اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے دیکھا ہے کہ اس کی خدمت میں شان دار جنازہ تیار ہے۔

خودکشی کی کوشش

ایک تاریخ دان یہ لکھتے ہوئے بالکل شرم نہیں کرتا کہ جب سکندر نے محسوس کیا کہ اس کا بچنا محال ہے۔ اور ناممکن ہے تو وہ اپنے آپ کو دریائے فرات میں گرانے جا رہا تھا۔ تا کہ وہ اپنے افراد کی نظروں سے اوجھل ہو جائے اور اپنے پیچھے یہ خیال چھوڑ جائے کہ وہ دیوتاؤں کی طرف سے پیدا کیا گیا تھا۔ اور ان کی طرف ہی غائب ہو گیا۔ لیکن وہ جب بھی باہر جاتا تو اپنی بیوی رخسانہ کی نظروں سے بچ نہیں پاتا تھا۔ جس نے اسے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے سے باز رکھا۔ جب وہ مایوسی کا اظہار کرتا تو رخسانہ اسے دیوتاؤں کی نسل ہونے کا احساس دلاتی، اور اس کی عظمت کا ذکر کر کے اس پر خفگی کا اظہار کرتی تھی۔ ان واقعات کے ذکر کا مقصد ان پر یقین کرنا نہیں بلکہ اس قابل سمجھنا ہے کہ ان واقعات کو بیان کیا جائے اور تاریخی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے۔

اس سلسلے میں اس کی نظر انتخاب نقل مکانی کر کے ایکتبانہ آنے والے یونانیوں میں سے سنیاسی پر پڑی۔ سنیاسی ایک خوب صورت فن کار تھا۔ چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ سنیاسی یہ کام کرے گا۔

سکندر صحرا نوردی کے عمل میں بڑی زمین دیکھ چکا تھا۔ زمین کے متعلق اس کا تخیل واضع ہو چکا تھا۔ اس دوران میں اسے ہفاشن کے شدید بخار اور پھر ناگہانی موت کی اطلاع ملی۔ ہفاشن کا بچھڑ جانا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ کلائٹس سے وہ پہلے ہی محروم ہو چکا تھا۔ اس نے ہفاشن کی کمی کو شدت سے محسوس کیا۔ اس نے عوام کو ہفاشن کی یاد میں قربانیاں دینے کا حکم دیا۔ اور اس کی یاد میں کھیلوں کے ایک میلے کا انعقاد کیا۔ سکندر کو ہفاشن کے لئے مقبرے کے طور پر ایک شان دار یادگار تعمیر کرنے کا خیال آیا۔ اس یادگار میں صندل اور دیودار کی لکڑی استعمال ہو۔ یہ یادگار مندر سے ملتی جلتی ہو گی۔ اور اس پر دس ہزار ٹیلنٹ کا خرچ آئے گا۔ سنیاسی کا دعویٰ تھا کہ اس یادگار کے سامنے مصر کے اہرام ہیچ نظر آئیں گے۔ اس نے کوہ ایتھوس کے پہاڑی سلسلے کی ایک چٹان کاٹ کر سکندر کا ایک عظیم الشان مجسمہ بنانے کی پیش کش کی۔

لیکن سکندر نے اس کی اجازت نہ دی۔ اور مزید مہم جوئی کے لئے جنوبی سمت میں بابل شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہ بطلیموس کو ساتھ لے کر جنوب کی طرف روانہ ہوا۔ بطلیموس ہی اس کے پرانی دوستوں میں سے باقی رہ گیا تھا۔ اس وقت دشوار گزار پہاڑی راستہ عام استعمال نہیں ہوتا تھا۔ بعض اوقات برف پوش چوٹیوں کے قریب پہنچ جاتا تھا۔ نیارکس کے جیل پہنچنے کی خبر سن کر اس نے اپنا راستہ بدلا۔ اور پہلوؤں پر سفر کرنے کی بجائے میدانی علاقے کو ترجیح دی۔ یہاں پر سکندر کا استقبال ایک ہجوم نے کیا۔ جن میں بربری قبیلے

کے قاصد افریقہ کے دور دراز سے تحائف اور پیغامات تہنیت بٹ رہے تھے۔

بادشاہ نے ہر ایک کا دل جیتنے کی کوشش کی۔

سکندر بابل کو اپنی سلطنت کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ بابل کی طرف آگے بڑھتے ہوئے سکندر کی ملاقات راہ چلتے ہوئے پروہتوں سے ہوئی۔ جنہوں نے حساب جوتش کی مدد سے سکندر کے لئے خطرے کا اشارہ دیا اور کہا کہ: خداوند! باب، بابل نہ جائیں۔ اگر آپ اندر جائیں گے تو آپ پر آفت نازل ہو گی۔

سکندر نے اس پیش گوئی کو قیاس قرار دیا اور کہا کہ ایسی باتیں میرے بڑھتے ہوئے قدم نہیں روک سکتیں۔

تمام راستے مقامی برادری اور برادروں کی طرف سے سکندر کا والہانہ استقبال ہوا۔ اسی اثنا میں نیارکس بابل پہنچ چکا تھا۔ نیارکس کے تجربات اور اپنے اکتشافات کی بنیاد پر سکندر نے عرب کی سرزمین کی کھوج لگانے کا فیصلہ کیا۔ سکندر کے جرنیل پرسٹیاس ایران سے ایک نئی فوج اور ریکولس ہاتھیوں سمیت اس کے پاس آچکے تھے۔

سکندر نے بابل میں جہاز سازی کا حکم دیا۔ دس دس اور تیس تیس چپوؤں والے جہاز تیار ہونے لگے۔ سکندر نے خود ایک نئے جہاز کا امتحان لیا اور آبی راستے کا معائنہ کر کے واپس بابل آ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ عالم بقا کو سدھارا۔ صرف بتیس سال اور آٹھ مہینے عمر پائی۔

سکندر کے انتقال کے وقت ایتھنز میں ہیگیپاس کی آرکشپ کا دور تھا۔ ارسٹو بولس کے مطابق وہ بتیس سال زندہ رہا اور 33 سال کے آٹھویں مہینے تک پہنچا۔ اس نے بارہ سال اور آٹھ ماہ حکومت کی۔ وہ ایک خوب صورت اور جاذب نظر مرد تھا۔ دماغی اور جسمانی اعتبار سے چست، توانا، خطرات سے کھیلنے والا اور دیوتاؤں کی طرف سے اپنے اوپر عائد فرائض کو سختی سے بجالانے والا تھا۔ جہاں تک ذہنی اور جسمانی تفریح کا تعلق تھا اسے اپنے اوپر زبردست کنٹرول تھا۔ وہ واقعات میں سے حقائق تک پہنچنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ معاملات جو باقیوں کی نظر سے پوشیدہ رہ جاتے تھے۔ اس کی نظر سے بچ نہ سکتے تھے۔ فوج کی کمان زمانہ امن ہو یا دوران جنگ سنبھالنے کا زبردست ماہر تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کے حوصلے بلند کرنے، ان کو کامیابی کی امید سے بھر دینے اور عین خطرے کے درمیان میں ان کے سر سے خوف کو ہٹا دینے میں شاندار شہرت کا حامل تھا۔ کیونکہ وہ خود خوف سے آزاد تھا۔ جو کام بھی اس کو خاموشی اور رازداری سے کرنا پڑتا۔ وہ بڑے بے باک طریقے سے کرگزرتا تھا۔ وہ اپنے دشمن کے ساتھ معاملہ کرنے میں بڑا ہوشیار تھا۔ رازداری سے ان کے گرد جال بن کر اپنے مقاصد حاصل کر لیتا تھا۔ اور انہیں خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ دوسری طرف اپنے کیے ہوئے معاہدوں پر عمل درآمد کرنے اور ان کو نبھانے کے معاملے میں بڑا مستقل مزاج تھا۔ اپنی پالیسیوں کو دھوکے بازوں سے بچا کر رکھنے میں بھی کافی بہتر ثابت ہوا تھا۔ ذاتی خواہشات کی

تکمیل کے لئے رقم خرچ کرنے کے معاملے میں کافی محتاط تھا۔ لیکن اپنے ساتھیوں اور وفاداروں کے مفاد کے لئے کھلے دل سے کام لیتا تھا۔

اور چراغ بجھ گیا

کئی تاریخ دان اس بات پر مصر نظر آتے ہیں۔ کہ سکندر کی موت زہر دینے سے واقع ہوئی۔ اور زہر خاص طور پر اینٹی پیٹر نے دلوایا تھا۔ جس کے اثرات سے سکندر مرا۔ یہ بھی خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ زہر اینٹی پیٹر نے ارسطو کے ذریعے حاصل کیا گیا جو کیلپسٹیز کی وجہ سے سکندر سے خوف زدہ تھا۔ کیلپسٹیز سکندر کے بعد یونان اور مقدونیہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے اولمپیس، رخسانہ اور اس کے بیٹے سکندر ایکس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور پولی سپر چھو کو رشوت دے کر بارسائن اور اس کے بیٹے ہرکولیس کو تہہ تیغ کر دیا۔ وہ 297 ق م میں (Dropsy) کی بیماری سے مرا۔ کہا جاتا ہے کہ زہر کیسنڈر کے ذریعے بھیجا گیا جو اینٹی پیٹر کا بیٹا تھا۔ یہ زہر پانی شکل میں تھا۔ اسے دریائے سٹیکس (Styx) کے نزدیک اریڈیا کے شمال سے منگوایا گیا تھا۔ یہ زہر کیسنڈر کے چھوٹے بھائی اولاس نے بادشاہ کو دیا۔ اور اس کام کے لئے وہ آدمی منتخب کیا گیا تھا۔ جس کے ہاتھ میں شاہی پیالہ تھا۔ اور جس سے سکندر کا اپنی موت سے قبل تیز و تند مکالمہ ہوا تھا۔ کئی ہم عصرین کے خیال میں میڈلیس کی اولاس سے گہری دوستی تھی۔ اس نے بھی اس فعل بد میں بھرپور حصہ لیا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے بادشاہ کو رقص و سرود کی محفل میں شرکت کے لئے آمادہ کیا تھا۔ وہ کہتے

ہیں کہ شراب پیتے وقت سکندر کو جام ہاتھ میں پکڑے شدید درد کا احساس ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دعوت ادھوری چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

سکندر کے اوصاف، کارنامے اور تاریخی اہمیت

سکندر بحیثیت مدبر

سکندر ہر لحاظ سے یونانی تھا۔ اول تو وہ نسلاً یونانی تھا۔ اس لئے کہ وہ مقدونیہ کے شاہی خاندانوں کا جانشین تھا۔ جنہیں خود یونانی اپنا ہم نسل تسلیم کرتے تھے۔ دوسرے جہاں تک تعلیم وتربیت کا تعلق ہے۔ شاید ہی کسی آزاد یونانی ریاست کے شہری کو ایسی نفیس اور اعلیٰ تعلیم میسر آئی ہو گی جیسی لیونیداس اور ارسطو سے سکندر کو ملی۔ مشکل سے کسی دوسرے شخص نے اس قسم کی تعلیم سے اس کے برابر نام پیدا کیا ہوگا۔ سرزمین یونان کے بڑے بڑے مدبروں کو دو گروپوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو وہ جنہوں نے اپنے طرز عمل کے حق بجانب ہونے کا یقین پیدا کیا۔ اور دوسرے وہ جنہوں نے اپنا کہا محض اپنی قوت اور زور سے دوسروں سے منوایا۔ پہلی میں اس قسم کے مدبر شامل کیے جاسکتے ہیں۔ جیسے آگاسی لاؤس، سولون، فارقلیس، اور اپامنونداس جو یونانیوں کی سربرآوردہ مملکتوں یعنی اسپارٹا، ایتھنز کے فرداً فرداً قائم مقام ہیں۔ دوسری قسم میں جو لوگ نظر آتے ہیں۔ ان کا کام ذرا دقت طلب تھا۔ اور اس میں یونانی خودسر شامل ہیں۔ سکندر کا شمار بھی اس دوسری قسم میں ہوتا ہے۔ اگر اس کی نشوونما کسی جمہوریہ میں ہوتی تو شاید وہ اپنا قیمتی وقت بیکار

جھگڑوں اور مشغلوں میں صرف کرتا۔ چونکہ وہ مقدونیہ کے ایک بادشاہ کے محل میں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے اسے اپنے منصوبوں کے حصول میں غیر معمولی کام یابی حاصل ہوئی۔ یونانی اعتبار سے سکندر یونانی شخصی حکمرانوں سے کہیں بہتر حکمران تھا۔ دراصل وہ تاریخ یونان کے عروج کے زمانے کا اپنے ذاتی اوصاف اور کارہائے نمایاں کے اعتبار سے گویا قائم مقام ہے۔ تاریخ یونان سے سکندر کے ذکر کو نکال دینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے جسم سے دل کو کاٹ کو پھینک دینا۔ اس نے یونانیوں کے فطری احساسات میں سے ایک کو پورا کر دکھایا۔ یعنی اس نے ان میں امتیاز خاص پیدا کیا۔ یونانی وغیر یونانی کے فرق کو اجاگر کیا۔ اس ایک اعلیٰ نقطہ کی بنیاد پر ہماری نظروں میں اس کی وقعت بڑھ جاتی ہے۔

الغرض سکندر کا عہد ہماری دانست میں دو اعتبار سے اہم ہے۔ ایک اس کے تدبر کی حیثیت سے اور دوسرے اس کے انسانیت کی حیثیت سے۔ ہمارے نزدیک سکندر کی تصویر دونوں اعتبار سے خوش کن ہے۔ اور وہ نقائص جو اس کی سیرت میں نمایاں ہیں۔ اس تصویر کی تابناکی و درخشندگی کو ماند نہیں کر سکتے۔ بطور انسان کے سکندر میں ایک ایسا وصف تھا کہ جو اس کے ہم رتبہ انسانوں میں بہت کم نظر آتا ہے۔ اور یہ اس کی سچائی اور حق پسندی تھی۔ ساتھ ہی وہ اپنے باپ کا تابعدار بیٹا اور اپنے ساتھیوں کا وفادار دوست بھی تھا۔ اس کی زندگی کا تاریک ترین پہلو کلی توس اور پارمینیو کی موت میں نظر آتا

ہے۔ ان میں سے کلی توس کا کام اس نے فوری غیض وغضب کے جذبے میں تمام کیا اور اس کے بعد خود اپنی ملامت کی۔ پارمینیو کا قتل تو یہ اس کی پہلی تدبری غلطی تھی۔ اور اس کے تمام سوانح حیات میں یہی ایک تدبری غلطی ہے۔ جس کا ہمیں علم ہے۔ سکندر کے ذاتی اوصاف بھی نہایت پاک اور صاف تھے۔ اور یہ وصف ایسا ہے کہ جو اس وقت کی تاریخ میں بہت ہی کم نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ صرف تین ہی ایسے شخص نظر آتے ہیں جن کا نام بد اخلاقی کے ساتھ نہیں لیا جاتا اور یہ اپامنونڈس، نوکیون، اور سکندر ہیں۔ اس کے نزدیک کمینے پن سے زیادہ کوئی بات قابل نفرت نہ تھی۔ مقدونوی رواج کے مطابق وہ پینے پلانے کا مرد تھا۔ جس کی وجہ سے اسے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ بلاشبہ اس کے اکثر اوصاف اس کی تعلیم وتربیت پر مبنی تھے۔ لیکن اگر اس میں اس کی لاثانی فطری اہلیت نہ ہوتی اور اگر اس نے اس بات کا تہیہ نہ کرلیا ہوتا کہ کچھ ہو۔ وہ اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرے گا تو اسے اتنی کامیابی شاید حاصل نہ ہوتی۔

سکندر بحیثیت سپہ سالار

اس کے دوسرے ذاتی اوصاف کے ساتھ ساتھ اسے کام کرنے سے گویا عشق تھا۔ اور چونکہ اسے ایسے امور انجام دینے پڑتے تھے۔ جو اس سے پہلے کسی اور کو انجام دینے نہیں پڑے تھے۔ اس لئے وہ ان میں دل و جان سے منہمک رہتا تھا۔ اور ذاتی آرام وآسائش کا خیال تک نہ کرتا تھا۔ فرائض منصبی

ادا کرنے میں وہ اپنے عہد میں کوئی ثانی نہ رکھتا تھا۔

سکندر کے اوصاف میں ممتاز ترین اس کا سپاہیانہ انداز اور فوجی قابلیت تھی۔ اور اس میدان میں اس کی جو عظمت تھی وہ اس کے معترضوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اگر سپہ سالار کی قابلیت کا معیار یہ ہے کہ وہ ان باتوں کا صحیح اندازہ کرے جو فتح و نصرت کے لئے ضروری ہیں۔ اور انہیں پورے زور کے ساتھ تکمیل کو پہنچائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مقصد کے حصول کے لئے نہایت تن دہی کے ساتھ بہترین ذرائع کام میں لانے کی کوشش کرے۔ تو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ سکندر دنیا کے اعلیٰ ترین اور قابل ترین سپہ سالاروں میں سے تھا۔ اس کا طرز عمل یہ تھا کہ کسی خاص نقطہ پر پہنچنے کے لئے انتہائی جان بازی سے کوشش کرتا تھا۔ اور وہی نقطہ بالاخر اہم ترین ثابت ہوتا تھا۔ اس کا اپنے سپاہیوں پر جو اثر تھا۔ اس کی نظیر بہت ہی کم سپاہیوں میں پائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ جانتا تھا کہ کن موقعوں پر سر تسلیم خم کرنا ہی مناسب ہے۔ بعض نقادوں کے نزدیک سکندر اپنی زندگی کو خواہ مخواہ خطرے میں ڈال دیتا تھا۔ لیکن میرے خیال میں اس کی تیز روی اور کامیابی کا راز یہی تھا۔ اور بہت سے ایسے سپہ سالاروں تک نے جو اس سے کہیں زیادہ معمر اور تجربہ کار تھے، کئی مرتبہ اپنی جانوں کو نامناسب انداز سے خطرے میں ڈالا۔ سکندر کا طریقہ کار یہ تھا کہ ضرورت کے وقت تامل سے کام لیتا، لیکن جہاں اسے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے جرات و ہمت کی حاجت ہوتی تو وہ اس میں بھی نہ چوکتا تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ سکندر فوجی انتظامات میں بھی باکمال تھا۔ فیلقوس کے عہد سے لے کر سکندر کے بعد تک مقدونوی فوج کا دارومدار جتھے پر تھا۔ جس میں شامل ہر سپاہی کے ہاتھ میں سوا پانچ گز لمبا نیزہ ہوتا تھا۔ لیکن سکندر نے بہت سے میدانوں میں محض اپنے سواروں کی وجہ سے فتح پائی، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان کی تنظیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔

سکندر کے ذاتی محافظوں کا رسالہ بہترین اور پیشہ وارانہ امور کے ماہر افسروں پر مشتمل تھا۔ فوج کے ساتھ ساتھ باربرداری کی قطار بھی چلتی تھی۔ اور ہر سپاہی کو دس ستاتر (یعنی ۴۰ درہم ماہوار تنخواہ اور خوراک ملتی تھی۔) جس میں سے وہ بہت کم پس انداز کر سکتے تھے۔ ہر جگہ مال غنیمت بھی دستیاب نہ ہوتا تھا۔ لیکن جب کسی مقام پر فوج چند دنوں کے لئے پڑاؤ ڈالتی جیسے سغدیانہ یا باختر میں تو وہاں سپاہیوں کی زندگی آرام سے گزرتی تھی۔ جب سکندر کسی مقام پر کوئی نیا شہر آباد کرتا تو وہاں فوج والوں کو اراضی ضرور تقسیم کرتا تھا۔ بہت سے فوجی سپاہی جنہوں نے مدت تک فوجی خدمت سرانجام دی ہوتی یا جو لڑائی میں بےکار ہو گئے تھے۔ انہیں تحائف دے کر گھر واپس بھیج دیا جاتا تھا۔

سکندر نے اپنی بیشتر فتوحات سواروں کی مدد سے حاصل کیں۔ اس ضمن میں یہ واقعہ خاص طور پر اہم ہے کہ ایرانی ہمیشہ اپنے سواروں پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور ان کی فوج کا یہ حصہ اتنا طاقتور تھا کہ ان کا دعویٰ تھا کہ دشمن اسے شکست تو دے سکتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ نہیں کر سکتے۔ سکندر نے اپنے

سواروں کی مدد سے نہ صرف انہیں شکست دی بلکہ ان کا تعاقب کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح اپنی جنگی حکمت عملی کی فوقیت ثابت کر دی۔

سکندر بحیثیت منتظم

علاوہ ازیں سکندر نے اپنی سلطنت کو منظم کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا۔ ایشیا میں قدم رکھتے ہی اسے اپنی سلطنت کے انتظامات کا خیال آیا۔ ساروس پہنچ کر اس نے جو انتظامات کیے وہی اس کے جملہ انتظامات آنے والے حالات کی روشنی میں تھے۔ یہاں پہنچ کر اس نے تین عہدے داروں کا تقرر کیا۔ جو حیثیت میں مساوی تھے۔ ایک قلعہ دار، دوسرا حاکم اعلیٰ اور تیسرا تحصیل الگواری۔ وہ تینوں براہ راست سکندر کو جواب دہ تھے۔ علاوہ مصر کے اس نے دوسرے صوبوں میں بھی اسی حکمت عملی کو جاری رکھا۔ صرف مصر میں اس نے ان اصولوں سے ذرا ہٹ کر انتظام کیا۔ اس نے یہاں کے صوبہ دار کو ضلع، دوسرے حکام کو افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک محصل مال گزاری اور تین فوجی افسر مقرر کیے۔ جن میں سے ایک بری فوج کا سپہ سالار۔ دوسرا امیر البحر، تیسرا اجیر سپاہیوں کا فوج دار تھا۔ سکندر کا یہ طرز عمل جس کی رو سے جس کی رو سے معاملات فوج اور اندرونی حکومت کا انتظام علیحدہ علیحدہ افسروں کے سپرد کیا گیا، مذکورہ انتظام ایرانی طریقے سے کہیں بہتر تھا۔ جس میں جملہ امور کا نگران ایک صوبہ دار ہوتا تھا۔ اور اس کے کام کی نگرانی ایسے افسر کرتے تھے۔ جو ملک کے مختلف حصوں میں دورہ کرتے رہتے

تھے۔ ظاہر ہے کہ سکندر کے طرز عمل سے حکومت اور رعایا دونوں کے مفاد کی حفاظت پہلے سے کہیں بہتر ہوتی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ سکندر نے خود مقامی افراد کو وسطی و مشرقی صوبوں کا جائزہ دار (سپروائزر) مقرر کر کے اس طرح ایشیائیوں کی خودداری کا پاس ولحاظ کیا۔ لیکن ایسی صورت میں صوبہ دار کے اختیار سے مالیات اور فوجی انتظامات دونوں ہٹا لیے گئے۔ جب تبدیلی کا وقت آیا تو اس نے ازسر نو مقدونیوں کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ خود روشنک کا باپ بھی ایک شمالی ملک کا حکمران تھا۔ اور شاید سکندر نے خیال کیا ہو گا کہ اگر میں اس کی بیٹی سے شادی کر لوں تو وہ میرا ہمیشہ مطیع رہے گا۔ ان باتوں کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ سکندر ہمیشہ حالات وواقعات کی روشنی میں فیصلے صادر کرتا تھا۔

اس نے مرکزی حکومت کو بھی ایرانی نمونے پر منظّم کیا۔ لیکن اس فرق کے ساتھ کہ وہ خود شہنشاہان ایران سے کہیں زیادہ سلطنت کے نظم ونسق میں مداخلت کرتا تھا۔ اس کا مددگار خاص یومینس مدبرانہ طبیعت رکھتا تھا۔ جسے بعض مورخ اس کے معتمد اعلیٰ کا لقب دیتے ہیں۔ اور جس کا منصب وہی تھا جو وزیر اعظم کا ہوا کرتا ہے۔ یومینس سرکاری دفتر کا نگراں تھا اور جملہ کاغذات سلطنت اسی کے جائزے میں رہتے تھے۔ سکندر اس کی دل سے قدر کرتا تھا۔ اور بوجہ اپنی قابلیت اور جنگی لیاقت کے وہ اس اعتبار واعتماد کا مستحق بھی تھا۔ وہ خود بھی اپنے عہدے کی اہمیت سے واقف تھا۔ اور نہیں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس

کے اقتدار کے پیچھے پڑے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ہفاشن جو بادشاہ کا منظور نظر تھا۔ اس کا حریف بن جاتا تھا۔ ہفاشن بادشاہ کا فوجی مشیر اور سکندر نے اسے خلیارخ (یعنی یک ہزاری) کا معزز خطاب بھی عطا کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی حیثیت بھی تقریباً وہی ہوگئی تھی جو سلطنت ایران میں وزیر اعظم کی ہوتی ہے۔ الغرض ایک کا اقتدار اور دوسرے کا اختیار وسیع ہونے کی وجہ سے دونوں کے مابین کبھی کبھی جھگڑا ہو جایا کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے بادشاہ کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا تھا۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے کہ مختلف صوبوں کے انتظامات میں یکسانی نہیں تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ سکندر کا طرز عمل یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کے انتظامات میں جو خصوصیتیں قدیم سے چلی آرہی تھیں۔ ان میں اس حد تم مداخلت نہ کرے جب تک وہ اس کی حکومت کی راہ میں سدراہ نہ بنیں۔ یہ تنوع خصوصیت کے ساتھ مغرب میں نمایاں ہوتا ہے۔ اور یہی وہ حصہ ہے جس کی بابت ہم مشرق سے زیادہ واقف ہیں۔ اس نے لیدویوں کے قدیم اختیارات کا احیا کیا ملطہ تک تمام ایولیائی اور ایونیائی شہروں کا انتظام عمومی حکومتوں کے سپرد کیا۔ اور ان پر خراج (جو قبل ازیں وہ عمال شہنشاہی کو ادا کرتے تھے۔) معاف کر دیا۔ اصل میں یہ اضلاع اس کی پیش قدمی کے مزاحم نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس نے ان کے ساتھ یہ رعایت کی تھی۔ لیکن کاریہ کے یونانیوں اور نیم یونانیوں کو بزور شمشیر فتح کرنا

پڑا تھا۔ چنانچہ یہاں کے نظام نے ایک دوسری شکل اختیار کی۔ یعنی یہاں کے تخت پر ملکہ ادا بٹھا دی گئی۔ جن علاقوں کے باشندوں نے اسے خوش آمدید کہا تھا، اس نے مقامی حکمرانوں کو نہیں چھیڑا تھا۔ سلطنت سکندری کا زمانہ وسطی کی سلطنت جرمنی سے دو اعتبار سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو اس اعتبار سے کہ دونوں کی نوعیت جاگیری تھی۔ دوسرے اس وجہ سے کہ دونوں میں ذاتی آزادی کے اصول کو برقرار رکھا جاتا تھا۔ خود ایرانیوں نے یونانی بلدیات کی آزادی کو روا رکھا تھا۔ سکندر نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ اس نے نہ صرف یونانی تمدن کو ترقی دی۔ بلکہ آزادی اور خود اختیاری کے اصول کو بھی آگے بڑھایا۔

سکندر نے جو نئے شہر تعمیر کیے۔ ان کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ کسی شہر کے اسکندریہ نام ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شہر سکندر ہی نے آباد کیا ہوگا۔ اس لیے کہ جیسے اس کے بعد حکمرانوں نے اپنے سکوں پر اس کا نام کندہ کرایا۔ اسی طرح ممکن ہے کہ انہوں نے شہروں کے نام بھی اسکندریہ ہی رکھ دیے ہوں۔

سکندر بحیثیت مہم جو

وہ ہمیشہ ان تحریکات کی پشت پناہی کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا جو اس کے نزدیک کارآمد ہوں۔ ایشیا کے عظیم الشان خزانے جو اس کی موت کے بعد بھی تقریباً ویسے کے ویسے ہی رہے۔ صرف سپاہیوں کی مٹھی گرم کرنے یا بے

ایمان حکام کی جیبیں بھرنے کے لئے نہیں کیے گئے تھے۔ سکندر نے انہیں بابلستان کی نظام نہری کی مرمت، جھیلوں کی نکاسوں کی صفائی اور یونان کے مسمار شدہ بت خانوں کی تعمیر پر لگایا اور اس آخری کام کے لئے اس نے دس ہزار تاخت بالکل علیحدہ رکھ دیے۔ اس نے کلازومے نائے کی بندرگاہ میں ایک پشتہ بنوا کر دیا، اور اس شہر کے قریب واقع جنگل کٹوا کر راستہ نکالنے کی کوشش کی۔

سرزمین عرب کی طرف تحقیقی مہمیں روانہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر حکمیاتی انکشافات کا بڑا دلدادہ تھا۔ اس نے ہندوستانی جوگیوں سے بھی روابط پیدا کیے۔ جس کا مقصد کوئی مادی فائدہ حاصل کرنے کی بجائے صرف علم پروری تھا۔ وہ شاعروں فلسفیوں، اور نقاشوں کی دل سے قدر کرتا تھا۔ جب ارسطو نے موالید ثلاثہ کے میدان میں تحقیقات و تجسس کر کے اس کے نتائج بادشاہ کے سامنے پیش کیے تو اس نے آٹھ سو تاخت (یعنی تقریباً تین لاکھ روپے) انعام دیا۔ ہم ڈروائے سن (۳۷۱ـ ۳۹۶) سے متفق ہو کر اس روایت کو باور کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ یہ رقم گویا ان سب علوم و فنون کا انعام تھا جن کا ارسطو ماہر تھا۔ اور جن میں اس فلسفی نے غیر معمولی قابلیت کا ثبوت دیا تھا۔ اس میدان میں بھی ہم سکندر کو دنیا کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کرتے ہیں۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جنگی مہمات میں مسلسل منہمک رہتا تھا۔ تو ہمارے دل میں اس کی عظمت کئی گنا بڑھ جاتی

تھی۔

یونانیوں نے دو قسم کے خیالات کو بہت کچھ ترقی دی۔ ایک تو اپنی حکومت خود اختیاری کا ارتقا اور دوسرے ان غیر یونانیوں سے جنگ جن کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو یونانی تصور کرتے تھے۔ ایتھنز نے دونوں باتوں کی تکمیل کی کوشش کی۔ لیکن دراصل وہ پہلے مسئلے کو ہی حل کر سکا۔ جو کام ایتھنز سے پورا نہ ہو سکا۔ وہ کام سکندر نے پوری تندہی کے ساتھ پورا کر دکھایا۔ ان دونوں مقاصد کی انجام دہی کی وجہ سے وہ دنیا کے عظیم الشان انسانوں میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ ہمارے خیال میں مطلق العنانی کی طرف اس کا جو میلان نظر آتا ہے۔ اس سے اس کی عظمت میں کوئی بڑا فرق پیدا نہیں ہوتا۔

اگر یونانیوں نے سکندر کی مہمات میں ذرا زیادہ ہمدردی کا اظہار کیا ہوتا تو نتیجہ اس سے بھی زیادہ قابل اطمینان ہوتا۔ اور ان یونانیوں میں سے جو روپیہ لے کر ایرانی فوج میں بھرتی ہو گئے تھے۔ نصف بھی سکندر سے آ ملتے تو نئی مملکتوں کو اس مقدونوی نمونے کی شخصی حکومت قائم کرنے کی ضرورت پیدا نہ ہوتی۔ جو ان میں نظر آتی ہے۔ لیکن یونانیوں نے مہمات سکندری میں مطلق کوئی حصہ نہیں لیا۔ جس کی وجہ سے جو کامیابی بھی انہیں ملی۔ اس کے مستحق مقدونوی ہی قرار پائے۔ اور بنی نوع انسان کو اس سے نقصان پہنچا۔

سکندر سے وابستہ افسانے

سکندر نے ایک نئے یونانی فکر، اور تمدن کی بنیاد رکھی۔ سکندر کی غیر معمولی

اہمیت ان افسانوں اور قصوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو رفتہ رفتہ اس کے نام سے وابستہ ہو گئے۔ ان افسانوں کی ابتدا ان کی موت کے بعد ہی مصر میں ہوئی۔ اور قدیم اور وسطی دونوں زمانوں میں اس میں اضافے ہوتے گئے۔ تخت نشینی کے بعد اس کی زندگی کا بیشتر حصہ مشرق میں بسر ہوا تھا۔ اس لئے اس کی بابت جو قصے اور افسانے فضا میں بکھرے ان کا منبع مشرق ہی میں تھا۔ اور مغرب نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ مشرقی تخیل کے اس پیداوار کو لے کر زیادہ قطع وبرید کئے بغیر ان سے محفوظ ہو۔

ایک افسانے کے مطابق سکندر فیلقوس کا بیٹا نہیں۔ بلکہ ایک مصری بادشاہ نکتائے بوس کا فرزند ہے۔ جو ایک نجومی کا بھیس بدل کر مصر سے فرار ہوتا ہے۔ اور پیلا آ کر پناہ لیتا ہے۔ اپنی ابتدائی مہمات میں سکندر صرف تھبز پر ہی نہیں بلکہ ایتھنز پر بھی قبضہ کرتا ہے۔ اور وہاں سے اٹلی جا کر رومیوں کو بھی زیر نگین بناتا ہے۔ ایشیا میں اس سے بعض عجیب وغریب قصے وابستہ کیے گئے۔ مثلاً بڑے بڑے چیونٹے اس کے سد راہ بنتے ہیں۔ وہ ہرقل کے ستونوں والے مقبرے میں جاتا ہے۔ اور ایسے انسانوں سے دوچار ہوتا ہے۔ جن کے چھ چھ ہاتھ پاؤں ہیں۔ ایسی مچھلیاں دیکھتا ہے جو ٹھنڈے پانی میں پکائی جاتی ہیں۔ اور جن کے معدوں میں چمکدار پتھر ہوتا ہے۔ وہ قنطوروں سے جنگ آزما ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس افسانے کی رو سے سکندر کو زہر دیا جاتا ہے، لیکن موت سے پہلے اس کا وفادار گھوڑا بوسیفلس آ کر

روتا ہے۔ اور اس غلام کو جس نے زہر دیا تھا، مار کر خود بھی مر جاتا ہے۔

ان افسانوں کا منبع مصر تھا۔ یہ جلد دیار مشرق میں پھیل گئے۔ جن میں سے اہم ترین وہ افسانے تھے۔ جنہیں فردوسی نے اپنی مشہور و معروف نظم شاہنامہ میں شامل کیا ہے۔ لیکن شاید چونکہ فردوسی خود ایرانی النسل تھا۔ اس لئے اس نے سکندر کو ایرانی نظر سے دیکھا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ دارا اب شہنشاہ ایران فیلقوس رومی کی لڑکی سے شادی کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد ہی اسے طلاق دے کر ایک دوسری عورت سے نکاح کر لیتا ہے۔ اس کے دو بیٹے ہوتے ہیں۔ ایک تو سکندر رومی شہزادی کے بطن سے اور دوسرا دارا دوسری بیوی کے بطن سے۔ ہمارے نزدیک ان افسانوں میں جو بات عیاں ہے وہ یہ ہے کہ مشرقی اقوام کسی غیر کے ہاتھ سے اپنے زیر ہونے کے قصے سننا پسند نہیں کرتیں۔ چنانچہ مصری اسے اپنا اور ایرانی اپنا ہم وطن بنا لیتے ہیں۔ بہر حال سکندر دارا کے مقابلے کے لئے جاتا ہے۔ اور اس کی اور اس کے حلیف فور ہندی کی متحدہ افواج کو شکست دیتا ہے۔ اس کے بعد سکندر مکہ معظمہ کا رخ کرتا ہے۔ نیطقون کا بھیس بدل کر (انتی گونوس) کا بھیس بدل کر قیدافہ سے ملتا ہے۔ اور دنیا کا چکر لگاتا ہے۔ فردوسی دراصل ان مہمات کو جو فرضی کالستھینس نے بیان کی تھیں، چاروں سمتوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر شمال کی طرف حضرت خضر علیہ سلام کے ساتھ ظلمات کی طرف گیا۔ لیکن راستے میں بھٹک جانے کی وجہ سے وہ سرچشمہ آب حیات تک نہ پہنچ سکا۔ اس نے پانچ سو گز

اونچی پیتل کی دیوار بنائی۔ تا کہ یاجوج ماجوج کی دست برد سے بچ سکے۔ جن کے سر گھوڑے اور اونٹوں کے سے تھے۔ اور جن کے کان اتنے بڑے تھے کہ ایک کو بچھا لیتے تھے۔ اور دوسرے سے خیمے کا کام لیتے تھے۔ باوجود اتنے بڑے حجم کے وہ سکندر کو زیر نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی لاش کے لئے رومی (یورپی) اور ایرانی جھگڑا کرتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی موت سے پہلے اس نے ارسطاطالیس کے کہنے سے یہ حکم دے دیا تھا کہ ایران کے عمائدہ کبار کو اس کی سلطنت کا ایک ایک حصہ دے دیا جائے۔ فال گو یہ حکم دیتا ہے کہ اس کی لاش سکندریہ میں رہے۔ اسی قسم کے دوسرے قصے عرب مصنفوں کی تحریروں میں بھی ملتے ہیں۔ جن میں سے مسعودی والا قصہ اس لئے بھی دل چسپ ہے کہ اس میں پہلی مرتبہ سکندر اور ایک قدیم افسانوی جنگ جو ذوالقرنین کو ایک دوسرے کا مترادف بتایا گیا ہے۔ ذوالقرنین کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے یاجوج ماجوج سے بچنے کے لئے اور اپنے **ملک** کی حفاظت کرنے کی غرض سے دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار بنائی۔ لفظ ''ذوالقرنین'' کے معنے دو سینگوں والے کے ہیں، اور ممکن ہے کہ یہ خطاب فرزند عمون کے لئے انسب ہو۔ لیکن بعض مصنف اس میں شک کرتے ہیں۔ کہ قرآنی ''ذوالقرنین سے مراد'' واقعی ہی سکندر ہی ہوگا۔ اگر یہ دونوں ایک ہی شخص کے دو نام ہیں تو پھر وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ سلام، حضرت موسیٰ علیہ سلام، حضرت عیسیٰ

علیہ سلام کی طرح ایک پیغمبر ہوا چنانچہ یہ بھی افسانہ ہی ٹھہرا۔

عیسائی یورپ نے دوسرے افسانوں کی طرح سکندر کا افسانہ بھی ایشیا سے لیا اور اسے مختلف ملکوں کے رزمیہ کارناموں میں سب سے ہر دل عزیز جگہ ملی۔ اسے مختلف فرانسیسی و ولایتی سانچوں میں ڈھالا گیا، جن میں سے بہترین لامبر یخت کا قصہ ہے۔ جو بارھویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا۔ اس نظم کا زور بیان لائق تحسین ہے۔ اور اس میں بہادری کے کارہائے نمایاں بالکل اوڈیسی کے سے پیرائے میں قلم بند کی گئی ہیں۔ سکندر کے ایک خط کی نقل کی گئی ہے۔ جس میں مرقوم ہے کہ وہ کس طرح جنت میں جانا چاہتا ہے۔ اور کیسے وہ آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ محض تکبر کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ سلطنت الہیہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ اہل مغرب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ انہیں کسی طرح سے مشرقی عجائبات سے واقفیت حاصل ہوجائے۔ اور سکندر افسانوں سے یہ خواہش ایک حد تک پوری ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہم ان نظموں سے واقعی تاریخ سکندری کی گویا ابتدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ سکندر چاہتا تھا کہ وہ کسی طرح اکی لیس ثانی بن جائے۔ چنانچہ اسے کسی ہومر کی ضرورت تھی۔ یونانیوں نے اس کے رتبے کا اکی لیس سے بھی بڑھا دیا۔ اور وہ سمجھنے لگے کہ اکی لیس اور آگے میم، نون دونوں گویا اس میں حلول کیے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ اس نے جو کچھ کیا وہ ٹروائے والے سور ماؤں سے کہیں زیادہ تھا۔ باوجود اس کے یونانیوں نے تو اس سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا۔ لیکن اسلامی ایشیا اور عیسائی

یورپ کی قوموں نے جو اس کے تباہ کردہ تمدن کی گویا جانشین تھیں۔ ایرانیوں اور ساسانیوں کے اس فاتح کو ایک ہومر دے دیا۔ اور اس طرح اس کے مقصد کو اس کی موت کے بعد پورا کر دیا۔ ہمارے اس موجودہ عہد میں اس کی شخصیت کے متعلق مورخوں کے مابین جو بحث و مباحثے ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اس عظیم الشان انسان کی قدر و منزلت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور یہی ایک ناچیز ہدیہ ہے۔ جو ہم اس کی نذر کر سکتے ہیں۔

☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

سکندر کی غلطیوں کے لیے معذرت

سکندر کی ارتکاب شدہ غلطیوں پر جب بھی بات کی جاتی ہے۔ تو اس کے غصے اور جذباتی پن کا ذکر آتا ہے۔ اس اعتبار سے اس کا رویہ ایرانی حکمرانوں سے ملتا جلتا ہے۔ جو اپنے غیر معتدل رویے کی وجہ سے مشہور تھے۔ سکندر کی جوانی اور اس کی مسلسل خوش قسمتی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رویہ کچھ ایسا ناجائز بھی نظر نہیں آتا۔ یہ بھی ایک عالم گیر حقیقت ہے کہ بادشاہ خوشی میں ایسے کوئی ساتھی نہیں رکھتے جو اس کے بہترین مفاد میں سوچتے ہوں۔ جب کہ ان کے پاس ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہوتی جو اس کو غلط کاریوں پر اکساتے ہیں۔ بہر حال مجھے یقین ہے کہ پرانے بادشاہوں میں سے سکندر وہ واحد بادشاہ تھا جو اپنے نیک کردار کی وجہ سے اپنی کی ہوئی غلطیوں پر پچھتاتا تھا۔ ہم میں سے اکثریت ایسی ہے کہ جن کا ضمیر انہیں اس بات کا احساس بھی دلا دے تو وہ اپنی غلطی کا دفاع کرتے ہوئے اپنے گناہ کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ گنہگار اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور واضع طور پر پچھتائے۔ اس اعتراف سے وہ متاثرین جن پر ظلم ہوا ہوتا ہے۔ یا ناشائستہ رویے کا شکار ہوئے ہوتے ہیں۔ کے زخموں پر مرہم رکھی جاتی ہے۔ کیونکہ جب ظالم اپنے سابقہ رویے پر نادم ہوتا ہے تو یہ امید کی جا سکتی ہے کہ مستقبل میں پھر ایسا گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ مورخ سمجھتا ہے کہ اپنا تعلق زیوس دیوتا سے

جوڑ لینا سکندر کی کوئی ایسی غلطی بھی نظر نہیں آتی۔ شاید اس کے پیچھے رعایا سے وفاداری حاصل کرنے کا سیاسی محرک ہو۔ سکندر کسی لحاظ سے بھی ماضی کے نامور بادشاہوں مائینس (Minas) آئیکس (Iqas) اور راڈا مانتس (Radamantas) سے کم نہیں تھا۔ کیونکہ وہ بھی اپنا تعلق زیوس سے جوڑتے تھے۔

سکندر نے یونانی لباس کے ساتھ ساتھ ایرانی طرز لباس اور ظاہری بود وباش بھی اختیار کی تھی۔ اس عمل میں بھی سیاسی سوچ کی ایک تحریک نظر آتی ہے۔ خاص طور پر جب وہ غیر ملکیوں سے ملتا ہے۔ تو بادشاہ غیر ملکی نہیں لگتا تھا۔ اس سے اپنائیت کا احساس ابھرتا تھا۔ اور اس کے غصے اور گرم رویے کی تلخی کا احساس بھی دوسروں کو کم ہوتا تھا۔ اسی حکمت عملی کے تحت اس نے اپنے قریبی محافظوں میں ایرانی محافظ بھی شامل کیے۔ یہ ایرانی محافظ اپنے نیزوں پر سرخ سیب لگا کر رکھتے تھے۔ اور مقدونیہ کے محافظوں کے نیزوں پر ایرانی ناشپاتیاں لگی ہوتی تھیں۔

ارسٹوبوس اس بات پر زور دے کر کہتا ہے کہ سکندر محفلوں کا اہتمام بڑے شوق اور باقاعدگی سے کرتا تھا۔ یہ محفلیں رات بھر جاری رہتیں۔ ان محفلوں میں دستور زمانہ کے مطابق شراب اور رقص وسرود شامل ہوتے تھے۔ لیکن سکندر کا مقصد شراب سے لطف اندوز ہونا نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ ہی وہ کوئی بہت بڑا شرابی تھا۔ ان محافل کا مقصد سماجی میل ملاپ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ

دوستانہ جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ سکندر کی زندگی کے اوراق اس بات کا واضع پتہ دیتے ہیں کہ سکندر کی شہرت اس وقت کے ہر شہر ہر نسل کے لوگوں کے اندر سرایت کر چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ہیرو جو اکثریت سے مختلف ہوتا ہے، دیوتاؤں کی مرضی کے بغیر کیسے جنم لے سکتا ہے۔ اس بات کا اندازہ سکندر کی موت کے بعد لوگوں کے مختلف تاثرات اور خوابوں سے ہوتا ہے۔ سکندر کو غیر معمولی عزت صرف اس دور میں ہی نہیں ملی۔ بلکہ آج کے زمانے میں بھی اس کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔

سکندر نے دنیا کو کیا فیض پہنچایا

اس کے وقت میں صدہا علم وفن ایجاد ہوئے، یونانی زبان کو اس نے دنیا بھر میں رائج کیا، علم جغرافیہ اور علم خواص الاشیا میں اس نے عظیم انقلاب کردیا، لوہے کا آئینہ بنایا، یہ اس کے دور میں ایجاد ہوا۔ بین الاقوامی تجارت نے فروغ پایا۔ غرض یہ کہ اس نے حتیٰ الوسع بنی نوع انسان کی بہتری کی کوشش کی۔ دنیا کی تسخیر کے اس طویل سفر میں کئی جگہ قیمتی معدنیات، تیل، زمرد وغیرہ دریافت ہوئے۔ دریاؤں سے نہریں نکالیں، تا کہ زراعت کا انحصار بارش پر کم ہو۔ نو آبادیاں قائم کیں، جہاں پر ہنر مندوں کو بسایا۔

سبق

اس بہادر اور عظیم الشان فاتح کا سا عزم و استقلال جرات اور ہمت حاصل کرو۔ مشکل کے وقت گھبراؤ مت۔ دوست دشمن سے عزت سے پیش آؤ

۔ اخلاق حسنہ کو اپنا پیشرو کرو ۔ دوست سے ہر امر میں مشورہ لو ۔

باوجود یہ کہ سکندر بھی کئی انسانی شخصی کمزوریوں کا شکار تھا ۔ لیکن اس کی زندگی مجموعی طور پر آنے والی نسلوں کے لیے پڑھنے کے لائق ہے ۔

اختتام-------------------The End

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006